

Www.Ahlehaq.Com

فُتُوحَاتِ اَعْمَانِیَّہ

دیوبندی، بریلوی تنازع ختم کرنے کے لیے

فیصلہ کن مناظرے



مناظرہ اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

دیوبندی، بریلوی تنازع ختم کرنے کے لیے فیصلہ کن مناظرے

فَوَحَاتِ نِعْمَانِیَہ

مناظر اہل سنت

رئیس المحدثین و امکین حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ



انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ ○ مرنگ، لاہور

جملہ حقوق محفوظ!

سلسلہ مطبوعات / 03



نام کتاب : فتوحات نعمانیہ

مرتب : حضرت مولانا قاری عبدالرشیدؒ

ناشر : دارالکتاب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور 042-7235094

طابع : حنیف سنز

اشاعت : ستمبر 2006ء

قیمت :



قانونی مشیر _____ باہتمام

مہر عطاء الرحمن ایڈووکیٹ ہائیکورٹس پاکستان حافظ محمد ندیم

0300-8477008

فون: 0300-4356146, 042-7080020

عرضِ ناشر

حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ (۱۴۱۳/۱۹۹۲) نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے سلسلے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، اس راہ میں آپ کو جو تکالیف پیش آئیں بالخصوص اس سلسلے کی کتب کی فراہمی میں آپ نے جو وقتیں برداشت کیں اور جن صعوبتوں سے آپ کو گزرنا پڑا آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے جو کتب و رسائل ہمارے اکابر نے تحریر فرمائے ہیں وہ بہت کافی ہیں اور اس سلسلے میں از سر نو کاوش سے بہتر ہے کہ اکابر کی نادر و نایاب تحریرات کو تلاش کر کے انہی کو شائع کیا جائے۔

چنانچہ آپ نے انتہائی لگن اور محنت و جانفشانی کے ساتھ اکابر علماء اہل سنت کی بہت سی نادر و نایاب کتب کو ملک بیرون ملک سے تلاش کر کے اپنی زیرنگرانی طبع فرمایا، انجمن ارشادِ مسلمین اور ”جمعیت اہل سنت“ کی طرف سے شائع ہونے والی چھوٹی بڑی کتابیں آپ کی عظیم یادگار ہیں، ان میں متعدد کتب ایسی بھی ہیں جن پر آپ نے موقعِ مقدمات تحریر فرمائے ہیں جو بجائے خود مستقل کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ نے اپنے اسی جذبہ کے تحت حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کے بہت سے نادر و نایاب مناظر اکٹھے کئے تھے اور اپنی زیرنگرانی ان کی خوبصورت کتابت بھی کرائی تھی آپ کا ارادہ تھا کہ ان کے

شروع میں ایک مفصل مقدمہ تحریر کر کے ان سب کو ایک مجموعہ کی شکل میں شائع
 کیا جائے لیکن اجل نے موقع نہ دیا اور آپ کا انتقال ہو گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا رَاجِعُونَ۔
 کارکنان انجمن ارشاد المسلمین جو حضرت قاری صاحبؒ کی اس تمنا اور
 آرزو سے واقف تھے انہوں نے ان مناظرات کو ترتیب دے کر ان کے شائع
 کرنے کا اہتمام کیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ مناظرات زیور طبع سے آراستہ
 ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ گئے۔ اس مجموعہ میں درج ذیل مناظرات شامل ہیں
 (۱) صاعقۃ آسمانی برفرقہ رضا خانی حصہ اول و دوم مع ضمیمہ بارتقۃ آسمانی (۲)
 فیصلہ کن مناظرہ (۳) مناظرہ کیا (۴) فتح بریلی کا دلکش نظارہ (۵) مناظرہ علم غیب
 ان مناظرات کا نام ”فتوحاتِ نعمانیہ“ رکھا گیا ہے کیونکہ یہ نام خود
 حضرت قاری صاحبؒ نے تجویز فرمایا تھا، آپ جب ہندوستان کے سفر
 میں لکھنؤ تشریف لے گئے تھے تو آپ نے مولانا نعمانی دامت برکاتہم سے اس
 کا تذکرہ کیا تھا موصوف نے اس پر خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے پسندیدگی
 ظاہر فرمائی تھی۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ان مناظرات سے استفادہ کے وقت
 حضرت مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحت و سلامتی کے ساتھ درازنِ عمر اور
 حضرت قاری عبد الرشید صاحب مرحوم و مغفور کے لیے رفع درجات کی
 دعا ضرور فرمائیں،

کارکنان انجمن ارشاد المسلمین

مناظرہ سنبھل و در ضلع نننی کی مفصل روداد

فتح الابرار علی الفجار

۲۷ ۱۲ھ

صاعقه آسمانی فرقہ رضا خانی

حصہ اول

مرتبہ

مولانا ابوالمجاہد محمد عبد خلیل

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مرننگ لاہور

توبہ اور جہاد ثبات کئے
بہارِ احوال و عقاید صیب بہامین
مبارک لونی فی اللہ و ہوشدیدا لہ

الحمد لله تعالیٰ کہ مباحثہ سببِ فصل و روضہ غیبی مال کی مکمل مفصل

مسمی باسم تاریخی

فتح الأبرار على الفجار

ما قبله ۱۳

صَاعِدِ آسمانی بِفَرْقِ خدائی

مرتبہ جناب مولانا ابوالحجاء محمد عابد صاحب خاش شیکش ناظرین کیجاتی ہے

اس روئے دین حد تک اس مبارک کمال و عقل کا ردوائی درجہ جو آخر خرم ^{۱۳۴۰} سال میں ماہین
اہل سنت و جماعت و فخر رضا خانی بمقام درویش معنی تال ہوا اہل سنت کی طافت سے نہیں المناظرین حضرت
مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی نے بھی مدظلہ اور رضا خانیوں کی جانب سے مولوی محمد جمالی صاحبہ رحمہ اللہ
پر سہ سہ سو تیرہ سو رضا خانی صاحب پر بیوی و صاحبہ جماعت رضویہ مناظرہ اور نہایت فخریہ شہادتیں
عظیم الشان اور مددگار دلاور رضا خانی روئے دین سے تین روز تک متواتر ہدایت و روشور کے ساتھ صرف مسئلہ علم غیب
پر قائم رہا اہل سنت کی طرف سے حضرت شہید اہل سنت نے مناظرہ اور مباحثہ اہل صواب سے اتنی جماعت کی ہدایت
کی ہے، وکیل و ناظرین صاحب ہدایت نے علیحدہ علیحدہ مباحثوں کو پیش کیا تاہم مناظرہ اپنی نوعیت میں ایک عجیب
مناظرہ تھا اور یہ نہایت سچا بہانہ کہ اس زمانہ میں اہل انصاف کیلئے مسئلہ علم غیب العقلمانی فیصلہ کر دیا باقی ہے

بہترین قلوب میں سے تینہ قدرت میں ہے
 باہر تمام فاکسار یا ظلم جمعیت اشاعت اسلام منہج طبع ہو کر دارالاشاعت میں

(۱) تیسویں صدی میں (۱۸۰۰ء)

فہرستِ عنوانات

صفحہ نمبر

۱	مقدمہ
۱۳	تہیہ
۲۰	عرضِ ناشر
۲۲	تہیہ و کیفیتِ مناظرہ
۳۰	خطِ الایمان کی عبارت پر مناظرہ
۵۱	مناظرہ کا دوسرا دن
۵۹	مناظرہ پر عبارتِ تہذیبِ الناس
۶۷	لفظِ خاتمِ البیتین کے معنی حضرت نانوئی کے نزدیک
۹۲	مناظرہ کا تیسرا دن
۹۳	مناظرہ پر مسئلہ علمِ غیب
۱۰۵	(ضمیمہ) بارِ قدرِ آسمانی
۱۱۹	رضا خانی تہذیب کی ننگی تصویر
۱۴۵	فہرست مطالباتِ قسم اول
۱۵۱	فہرست مطالباتِ قسم دوم
۱۵۸	رضا خانی روایت کے متعلق ایک استفساری خط اور مولانا نعمانی صاحب کی طرف سے اس کا جواب

مقدمہ

بندہ معترف بعجز و قصور خاکسار محمد منظور صانہ اللہ عن المحادثۃ فی اصلاح الاحوال فی لیلۃ الاحد

کی طرف سے

برادران دینی کی خدمت میں ایک نخلصانہ اور نہایت ضروری التماس



باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً قال اللہ تعالیٰ

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا - (القرآن)

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ مذہب مقدس پر ہر طرف سے ناپاک حملے ہو رہے ہوں جب کہ آریہ سماج ہندوستان کے سات کروڑ فرزندان توحید کو شہی کے رنگ میں رنگت چاہتے ہوں۔ جب کہ صلیبی پرچم غناطہ و دمشق کے سبزہ زاروں پر لہرا رہا ہو۔ جب کہ قرطبہ و اندلس کا ذرہ ذرہ مسلمانوں کے خون مقدس سے رنگا جا چکا ہو اور جب کہ چالیس کروڑ فرزندان اسلام کو سچی ملک گیری نے فضا پر آزادی میں سانس لینا دو بھر کر دیا ہو۔ ضروری اور نہایت ضروری تھا کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوتے اور گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہو کر بجائے گھر میں آگ لگانے کے تبلیغ و حفاظت اسلام کو اپنا حقیقی نصب العین قرار دیتے مگر افسوس کہ ان کی قسمتی سے آج انہیں میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے جن کے پاس کوئی حلال ذریعہ معاش نہیں اور نہ ان کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ ہے۔ ان کی روزی بس اسی میں ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑائیں اور خانہ جنگیوں میں مبتلا کریں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں کو جس قدر نقصان ان ماراں آستین لے حضرت مولانا کی یہ بصیرت افروز تحریر ہم کو اس غرض سے موصول ہوئی تھی کہ اس کو روک دیا جائے گا خاتمہ بنا دیا جائے لیکن ہم نے اس کو مقدمہ قرار دینا زیادہ مناسب سمجھا ۱۲ (مرتب)

معیان اسلام سے پہنچا ہے اتنا ظاہر باہر مخالفین یہود و نصاریٰ وغیرہ سے ہرگز نہیں پہنچا ہے

من از بیگانگان کان هم گزند عالم

کہ با من آئینہ کرد آستانہ کرد

یوں تو یہ گھر کے چور بہت سے فرقوں پر منقسم ہیں لیکن اس وقت مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ خطرناک دو فرقے ہیں۔ ایک رضا خانی دوسرا قادیانی۔ اول الذکر فرقہ اس چودھویں صدی کی مجددیت کے دعویٰ دار مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی آنجنابی کا پیرو ہے۔ اور ثانی الذکر فرقہ بھی اسی صدی کی مجددیت اور نبوت کے دوسرے دعویٰ دار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا پیرو ہے تجربہ شاہد ہے کہ عام مسلمانوں پر آریوں عیسائیوں کا مکرو و خداع اس قدر کارگر نہیں ہوتا جتنا کہ ان دونوں فرقوں کی طبع کاریوں کا ان پر اثر پڑتا ہے۔ بالخصوص رضا خانیوں کے ہتھکنڈے اس اعتبار سے آج دنیا میں بے نظیر ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ بڑے بڑے عمامے باندھ کر نیچی نیچی عبائیں پہن کر واعظ یا پیر بن کر عاشقانِ محمدی کا روپ بھر کر آتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت ظاہر کرتے ہیں اور حق و اہل حق سے متنفر کرنے کے لئے علماءِ حقانی پر ایسے ایسے بے بنیاد و بے اصل اتہامات رکھتے ہیں کہ جو کبھی اہلسُلوٰۃ کو بھی نہ سوجھے ہوں۔ اگرچہ اس سے قبل بھی ہندو گانہ ہواد ہوس نے اس قسم کی جیاسوز کاروائیاں کی ہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس مجدد و الہیات کی ذریت کے کارناموں نے ان سب کو بھلا دیا۔ روافض نے حضراتِ خلفائہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ کہا تھا کہ وہ اہل بیتِ نبوی کے جانی دشمن تھے تو ان رضا خانیوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر یہ اڑانی شروع کی کہ معاذ اللہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں ان کی جناب رفیع میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کو جس قدر تعلق حضرت محبوب رب العزت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے اتنا نہ کسی سے ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ ایک مسلمان بشرطِ یکہ مسلمان ہو کسی حد تک اپنے یا اپنے ماں باپ کے متعلق برے کلمات سن سکتا ہے لیکن اگر کوئی ملعون اس کے سامنے سرکارِ ابد قرار

دو جہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک و عظیم الیوم القرار کے متعلق کوئی گستاخانہ کلمہ نکالے تو اس کی حمیت ایمانی وغیرت اسلامی کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ اگر بس چلے تو اس کو فی الفور جہنم رسید کرے ورنہ انتہائی نفرت تو ہو ہی جانی چاہئے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو وہ ہمارے نزدیک مومن نہیں منافق ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ما بقاء امت بعد سب نبیہا۔“ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیئے جانے کے بعد اس کی امت کی کیا زندگی ہے۔“

اس مجدد البدعات نے مسلمانوں کے اندر اس خاص جذبہ کا احساس کرتے ہوئے یہ چال چلی اور شیاطینِ ابنِ کو بھی شرمادیا اور یہ سفلی عمل کا گر ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے سادہ لوح مسلمانوں میں علمائے اہل سنت کی طرف سے ایک خاص نفرت پیدا ہو گئی اور وہ بے چارے ان کی دامِ تزدیر کا شکار ہو گئے۔ بقول شخصے رح

دام ہم رنگ زمین بود گرفتار شمیم

اور توفیق الہی نے جن کی مساعت کی انہوں نے جب تحقیق کے بعد ان الزامات کو بے اصل و بے بنیاد پایا تو وہ اس فتنہ کے شر سے محفوظ رہے۔

ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ان فتنہ پردازوں کو اس غلط اور شرمناک،
حقیقت حال پروپیگنڈے کا موقع کیوں ملا۔

برادرانِ ملت اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب ان رضا خانیوں نے اپنے عقیدے کے مطابق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ مختصہ میں شریک کیا۔ اور حضراتِ اولیائے کرام کو سندِ کُنْ فیکُنْ پر بٹھایا۔ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کو لا راد لسا قضاہ ولا مانع لسا اعطاہ کا مصداق بتلایا اور اس طرح مذہبِ مقدس کو سناتنی دہرم کے قالب میں ڈھال کر امتِ محمدیہ کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ تب ان علمائے ربانی نے اپنے فرائضِ مذہبی و منصبی سے مجبور ہو کر ان کے اس غلو اور افراط فی الدین کی تردید کی اور یہ بتلایا کہ مقررینِ بارگاہِ الہی کے لئے ان مراتب کا ثابت

کرنا خداوند تبارک و تعالیٰ اور خود ان حضرات کی بھی ناراضا مندی کا باعث ہے تمام وہ صفات قدسیہ جو کسی مخلوق کے لئے زیبا ہو سکتی ہیں وہ ان میں موجود ہیں۔ لیکن ان صفات کا ثابت کرنا خداوند تعالیٰ سے بغاوت کرنا ہے۔

تب ان رضا خانیوں نے عوام کو یہ دھوکا دیا کہ ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی تھی اولیاء کرام کا مرتبہ بڑھایا تھا وہ ان وہابیوں سے نہیں دیکھا گیا یہ بزرگوں سے جلتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ایسا صریح اور کھلا ہوا دھوکا تھا کہ اس میں کسی مسلمان کا آنا ہی ایک تعجب بالائے تعجب امر تھا۔ کیوں کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ جس طرح تفریط گمراہی کا باعث ہے اسی طرح افراط بھی۔ اگر یہود حضرات انبیاء علیہم السلام کی تفتیش و توہین کی وجہ سے مورد غضب الہی ہوئے ہیں تو نصاریٰ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ ماجدہ کے لئے وہ مافوق البشریت صفات ثابت کیں جو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار تھیں نہ کسی مخلوق کے لئے خود آقا نے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں ”یا علی یهلك فیک انسان محب مفرط و مبغض مفرط“

اے علی رضی اللہ عنہ تمہارے بارے میں دو فرقے ہلاک (گمراہ) ہوں گے۔ ایک وہ جو محبت میں حد سے بڑھے گا اور دوسرا وہ جو عداوت میں افراط کرے گا۔

خود اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں ”لا تطروا الخی کما اطرات النصارى“

عیسیٰ ابن مریم فاما انما عبد الله ورسوله فقواوا عبد الله ورسوله۔

جس طرح کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی حد سے بڑھایا ہے تم اس طرح مجھ کو میری حد سے نہ بڑھانا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔ پس کہو عبد اللہ ورسولہ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ ”ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ ہم سب کو اپنے اپنے مرتبوں میں رکھیں“

اسی کا ترجمہ کسی بزرگ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے

گر فرق مراتب نہ کنی ذہنی

الغرض فرق مراتب اور حفظ حدود ایسا بدیہی اور مسلم الثبوت مسئلہ ہے جس کا انکار مسلمان تو کیا کوئی سمجھدار انسان بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن ان ہندوگان جو اوہوس نے اس کا نام توہین رکھا۔ اور اس شرمناک پروپیگنڈے کے ذریعہ سرزمین ہند میں ایک ادھرم مچا دیا۔ فائدہ یہ ہم یوم القیامت کیا قیامت ہے کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے اہل باطل کے مقابلے میں جو جہاد قرآن عزیز نے کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان جس پر کار بند رہے، اسلاف کا جو لائحہ عمل رہا آج ایک مدعی اسلام جماعت اس کو کفر بتلا رہی ہے۔

انقلابِ چین دھڑکی دیکھی تکمیل آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاکم کو بخیل
سامری موسیٰ عمران کو کہے جا دو گر لورج محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل

نصاری نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں افراط سے کام لیا اور ان کو صفات خداوندی میں شریک کر کے اپنے نزدیک خدا کے ایک حلیل القدر نبی کی بہت بڑی تعظیم و توقیر کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس غلو اور حد سے بڑھانے کو کفر اور شرک بتلایا اور ارشاد فرمایا۔

ما السیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل

واما صدیقہ کانا یا کلان الطعام (المائدہ ۵: ۵۰)

یعنی مسیح بن مریم بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ ایک صدیقہ ہیں تم کیسے ان کو خدائی میں شریک کرتے ہو، وہ دونوں تو کھانا کھایا کرتے تھے (جو لوازم بشریت ہیں سے ہیں)۔

غزوہ احد میں شیطان ملعون نے جب مسلمانوں کی کمر توڑنے کے لئے یہ صدا دی کہ۔

الان سجد اقد قتل اے لوگو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔

اور لبس صحابہ نہ کو کچھ توہمات لاحق ہوئے تو قرآن عزیز نے نہایت عتاب آمیز انداز میں ان توہمات

کی بیخ کنی کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مترجم عظیم اس طرح بتلایا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَدْنِيَ اللَّهَ شَيْئًا (الایۃ: آل عمران ۳۷ = ۱۱۷)

جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو از خود رفتہ کر دیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بارے میں خود صحابہؓ کی رائیں مختلف ہو گئیں اور بہت سوں کے دلوں میں کسی خامی کی وجہ سے اُن ہونے خطرات گزرنے لگے تب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صدیقیت کا کرشمہ دکھایا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب عظیم ان الفاظ میں بیان فرما کر کہ۔

مَنْ كَانَ يُعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يُعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ ۝

اگر کوئی شخص حضور اقدس کے لئے عبادت کرتا تھا تو خبردار ہو جانے کہ ان کی وفات ہو چکی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کو کبھی وفات ہونی نہیں ۝

اس سیلاب میں بہنے والوں کی دستگیری فرمائی اور روحانیت کے اس بھنور سے نکال کر

ساحل پر پہنچایا۔

مسلمانو! اگر یہ بیان مراتب نہیں تو اور کیا ہے؟ واللہ العظیم ہمارا جرم بھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اگر حقیقتاً اولیاء کرام کو خدا یا خدائی کا مالک نہ جانا حضرات انبیاء علیہم السلام اور سرکارِ دو عالم حبیبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے قدوس سے بڑا یا اس کے برابر نہ جانا بلکہ سب کو اپنے اپنے مرتبوں میں رکھنا اسی کا نام توہین و تنقیص ہے اور اسی میں وہابیت کا راز مضمر ہے تو بے شک ہم وہابی ہیں اور سوجان سے اس وہابیت کے خریدار اور اس مبارک

بے راہ روی پر جس قدر بھی ناز کریں تھوڑا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے ۛ

لو كان رفضا صاحب ال محمد

فليشهد الثقلان اني رافض

یعنی اگر اہل بیت نبوی کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو زمین کے بسے والے جنات اور

انسان ہر میں کہ میں سب سے بڑا اور پہلا رافضی ہوں ۛ

مسلمان خبردار سو جائیں کہ بحمد اللہ تعالیٰ ہم افراط و تفریط دونوں سے بری ہیں۔ جملہ عقائد

و اعمال میں سلف صالحین کی تقلید کو باعثِ نجات جانتے ہیں اور اسی کی برکت سے بدعت سے متنفر

ہیں جس عقیدہ یا عمل میں بدعت کا شائبہ بھی ہوتا ہے اس سے احتراز اولیٰ سمجھتے ہیں کیوں کہ نور اور

نجات ہمارے نزدیک فقط اتباعِ سنت ہی میں منحصر ہے (دیکھو مکتوباتِ امام ربانی ۛ)

بحمد اللہ ہمارا جو عقیدہ ہے اس پر قرآن عزیز اور احادیث نبی کریم علیہ التیمہ و اقوال سلف

سے اپنے پاس کافی سند رکھتے ہیں۔ جس وقت جس کا جی چاہے امتحان کر سکتا ہے ہمارے بزرگان

دین ہمارے سر کے تاج ہیں ان کی محبت کو باعثِ نجات اور ان کی عداوت کو باعثِ شقاوت و محرومی

جانتے ہیں۔ الغرض نہ ہم نیچریوں اور قادیانیوں کی طرح انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کی شان

میں گستاخ اور ان کی کرامت کے منکر نہ مشرکین اور رضا خانیوں کی طرح ان کی خدائی کے اثبات میں

بحمد اللہ ہمارا اور ہمارے اکابر کا لائحہ عمل یہ ہے ۛ

یار کا پاس ادب اول ناشاد رہے

نالہ تھمت ہوا رکتی ہوئی فریاد رہے

بفضلہ تعالیٰ ہمارے اکابر جامع شریعت و طریقت ہیں اور آج ابھی کی یہ شان ہے ۛ

در کفہ جام شریعت در کفہ سندان عشق

ہر ہر سنا کے نہ داند جام و سندان بافتن

ہاں اس کا کوئی علاج نہیں کہ بنظر انصاف دیکھا ہی نہ جائے ع
ہنر بچہ شہم عداوت بزرگ عجیب است

اندیس حالات بھی جو لوگ ہمارے اکابر کو برا کہیں وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑتے اپنے نامہ اعمال
کو خراب کرتے ہیں۔ مرشد العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر کئی نے اپنے
نور قلب و قرۃ عین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے بدگوئیوں کے متعلق کیا خوب لکھا ہے۔

ع آپ ہی بے بہرہ جو معتقد میر نہیں :-

فقط ہذا والسلام آخر الکلام۔

راقم خیر خواہ خلافتِ خاکسار محمد منظور نعمانی رم

سنبھلی غفرلہ ولوالدیہ۔

تمہید

تاریخ دان حضرات پر یہ حقیقت پوشیدہ نہ ہوگی کہ سلطنت مغلیہ کے عروج کے زمانہ میں علوم اسلامیہ کے اعتبار سے سنبھل کو ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ یہاں کے بعض علماء کی سلاطین و ملکی کے دربار میں ایسی ہی وقت تھی جیسی کہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی اور علامہ سید زاہد ہروی کی۔ لیکن اس اسلامی سلطنت کے انحطاط کے بعد جو سارے ہندوستان میں علم کا زوال شروع ہوا تو اس میں سنبھل بھی برابر کا شریک رہا۔ اور رفتہ رفتہ یہاں بھی علماء کا قحط ہو گیا۔ اہل علم خال خال نظر آنے لگے اور ایک وقت میں وہ بالکل ایک تاریک بستی رہ گئی۔ شیطان ایسے مواقع کا خاص طور پر منتظر رہتا ہی ہے۔ اس نے میدان صاف دیکھ کر بعض شیاطین الانس کی امداد سے قبر پرستی پیر پرستی اور بالخصوص تعزیر پرستی کو ارکان دین بنا کر رواج دیا۔ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ شیطانی تعلیم جس قدر کہ باطل ہوتی ہے اسی قدر جلد بھی فروغ پاتی ہے۔

چنانچہ سامری کی تعلیم دربارہ گوسالہ پرستی تعلیمات حقانیہ کے سامنے زیادہ زود اثر ثابت ہوئی۔ ابھی سلطنت کے انحطاط کو پوری صدی نہ گزری تھی کہ یہ سنبھل بدعات کا گوارہ بن گیا اور یہاں کے بیشتر لوگ رافضی یا نیم رافضی ہو گئے۔ اس کے بعد رحمت خداوندی ادھر متوجہ ہوئی اور حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کی برکت سے محلہ میاں سرانے میں مدرسۃ الشریع قائم ہوا۔ جس کی خدمت ایک عرصہ تک حسب توفیق الہی بعض بشارات نبویہ عالی جناب مفتی حمید الدین صاحب مرحوم مغفور نے انجام دی۔ فجزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ باغ قاسمی کی قلم بار آور ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں سنبھل کے اندر اہل علم خاصی تعداد میں نظر آنے لگے۔

یہ روشنی نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہی تھی کہ حضرت مولانا سراج احمد صاحب مرحوم مغفور نے مدرسہ سراج العلوم کے اجراء سے سنبھل کے نموش طالے پر چار چاند لگا دیئے۔ ضلالت اور گمراہی

کی کالی کالی گھٹاؤں گھٹائیں پھٹنے لگیں۔ اور بدعت کا بازار رونے پر دھڑک اٹھا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ایک زمانہ میں بدعت کی دوکان بالکل ہی پھٹی پڑ گئی اور اس کساد بازار سے تاجرانِ باطل کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

یہ بے چارے اپنی ناکامی پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے تھے کہ شوقی تقدیر سے مولوی محمد اجمل میاں صاحب بھی اسی زمانہ میں دستِ فضیلت سے سرفراز ہو کر سنبھل تشریف لائے فکرِ معاش دامنگیر ہوئی اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ مسلمانوں میں تفریق کر کے کوئی مکتب یا مدرسہ قائم کیا جائے۔ دو چار شہری اور کچھ دیہاتی بچوں کو گھیر کے حکایاتِ لطیف آمد نامہ وغیرہ شروع کر آیا اُس مکتب یا عالی شان مدرسہ کا افتتاح جہان خان والی مسجد میں ہوا۔ اور خوش قسمتی سے حکومتِ حجاز کا غیر متوقع انقلاب بھی اس زمانہ میں ہوا۔ اور حکومتِ عرب کی باگ شریف حسین کے ہاتھوں سے نکل کر سلطانِ نجد ابن سعود کے ہاتھوں میں پہنچی۔ وہ رضا خانی جن کی روزی کے دروازے برسوں سے بند ہو چکے تھے کسی ایسی تحریک کے منتظر بیٹھے ہی تھے جھٹ سے میدان میں اترے اور سعودی و شریفی تحریک کے ضمن میں اپنی روٹیاں سیدھی کرنے کے لئے مسلمانوں میں بھوٹ ڈالنی شروع کر دی۔ ہمارے کرم فرما مولوی اجمل میاں صاحب نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا اور مسلمانوں کے شیرازہ اتحاد کو منتشر کرنے کے لئے ان رضا خانی مبلغین کو سنبھل بھی بلانا شروع کیا۔ یہ پیشہ ور واعظ اور مذہبی تاجر برابر آتے رہے۔ اور پہلا کام انہوں نے یہ ہی کیا کہ عوامِ مسلمین کو علماءِ اہل سنت سے برگشتہ کرنے کے لئے ان کی طعن ایسے شرمناک کفریات منسوب کئے کہ جن کو سن کر ابلیس لعین بھی کانوں پر ہاتھ دھرے۔ چونکہ علماءِ اہلسنت ہر اس کام سے بچنا اپنا فرض جانتے ہیں جس سے مسلمانوں کا شیرازہ اتحاد منتشر ہو۔ اس لئے انہوں نے کوئی مدافعت کارروائی بھی پسند نہ کی۔ نیز نہ ان کے مشاغلِ دینی نے ان کو اس کی اجازت دی کیونکہ ان کا حال تو کجھدِ اللہ یہ ہے۔

بسودائے جاناں زحمانِ مشغول
بذکرِ حبیب از جہاںِ مشغول

لیکن اس کا تلخ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد عوام کی ذہنیت بدل گئی اور ان کے اندر وہی اسپرٹ پیدا ہو گئی کہ علماء اہل سنت دشمن رسول ہیں۔ ان کی بات سنا حرام۔ ان کی کتابیں دیکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس کے بعد ان رضا خانیوں نے اپنے ان عقائد کا صحیح تبلیغ شروع کی جن کو اگر شرک نہیں تو مفسدی الی الشک ضرور کہا جاسکتا ہے۔ اس وقت ان حضرات کو محجور امتوجہ ہونا پڑا۔ لیکن ان فریب کاروں کی شرانگیزیوں نے عوام کے خیالات میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ وہ اہل سنت کی بات سننا ہی گوارا نہ کرتے تھے۔ ہم حیران تھے کہ کس طرح ان بھولے بھٹکے مسلمانوں کے کان میں کلمہ حق ڈالا جائے کہ یکایک غیب سے اس کا انتظام ہوا۔ اور ماہ محرم ۱۳۴۷ھ میں رئیس الناظرین جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی اور جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلی کے مابین درو ضلع فنی تال میں مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کے تیسرے روز کچھ واقعات ایسے پیش آ گئے کہ اس کو کسی شہر کی طرف منتقل کرنا مناسب معلوم ہوا۔ اور بہت سی باتوں کے بعد یہ قرار پایا کہ یہ باقی ماندہ مناظرہ سنبھل ہو گا۔ کامل تین ماہ کی خط و کتابت کے بعد اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲-۲۳-۲۴ جمادی الاولیٰ مقرر ہوئیں۔ لیکن تاریخ معینہ پر بھی باوجود سفر خرچ روانہ کر دینے کے مولوی رحمہ اللہ صاحب تشریف نہ لائے۔ تب یہاں سے بذریعہ تار ایک نوٹس دیا گیا جس نے ان کو آنے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ ۲۴ جمادی الاولیٰ کو مسدہ اور چند علماء جماعت رضویہ کے وارد سنبھل ہوئے، لیکن چونکہ تیرہ نیتان مناظرہ جناب حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ سے مناظرہ کرنے کا تلخ مزہ درو میں چکھ چکے تھے اس لئے بذات خود مناظرہ نہیں فرمایا بلکہ مولوی حشمت علی صاحب کو بحیثیت وکیل جماعت رضویہ مناظرہ میں پیش کیا۔ اور یہ مناظرہ حسب قرار داد مسئلہ غیب پر تین روز متواتر نہایت زور شور سے جاری رہا۔ ناظرین کرام رونا دیکھ کر خود فتح شکست کا فیصلہ فرمالیں گے۔ ہم اس وقت کوئی رائے زنی بے سود سمجھتے ہیں۔ ہاں اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ بچہ اللہ اس عظیم الشان مناظرہ نے رضا خانیوں پر اللہ کی حجت تمام کر دی۔ اور دنیا لے یہ دیکھ لیا کہ مسئلہ غیب میں ان کے پاس مکڑی کے جلے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس آنحضرت

نے اس غیبیہ عقیدہ کا ایسا ہی یلین روکیا ہے جیسا کہ مشرکین کے بہت سے اولیاء باطلہ کا۔
 فالحمد لله علی ایضاح الحق وازہاق الباطل۔ منہا کا شکر ہے کہ اس نے اس ذریعہ
 سے رضا خانوں کے کان میں کلمہ حق ڈلوایا کہ ہمیشہ کے لئے اپنی حجت مکمل کر دی۔ اور بہت سے حق پسند
 جو اپنی سادگی کی وجہ سے رضا خانوں کے دام تزدیر میں پھنس چکے تھے اور رضا خانوں کے زبردست حامی
 تھے ہمیشہ کے لئے رضا خانیت سے تائب ہو گئے اور جن کے قلوب بدعات کی تاریکیوں سے مسخ ہو
 چکے تھے انہوں نے عار کو نار پر ترجیح دی۔ فاللہ تعالیٰ یوم القیامۃ۔

اس کے بعد خاکسار اس عظیم الشان مناظرہ کی رونماد بدیہ ناظرین کرنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ
 اس مناظرہ کے اسباب کا سلسلہ مباحثہ درو ضلع فیئی تال پر ختم ہوتا ہے اس لئے اس کی رونماد بھی پیش
 ناظرین کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لہذا ہم اس رونماد کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے حصہ کے
 اندر مباحثہ درو کی مکمل رونماد درج کریں گے۔ اور دوسرے میں منہج کے مناظرہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ
 سے دعا کرتے ہیں کہ جس طرح اس نے اس مناظرہ سے بہت سوں کو نفع پہنچایا اسی طرح اس کی رونماد
 کو بھی نافع خلائق بنائے آمین ثم آمین۔

خاکسار ابوالجہاد

محمد عابد غلش

کان اللہ لہ ولوالدیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

در وکایہ مناظرہ جس کی رونماد کا دورہ ٹیلیویشن اس وقت آپ کے سامنے ہے اور اہل ۱۳۴۷ھ میں ہوا تھا۔ اہلسنت کی طرف سے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت فوضہم مناظر تھے اور رضا خانیوں کی طرف سے ان کے مرکزی دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے صدر مدرس مولوی رحمہ اللہ تھے پہلی مرتبہ اس مناظرہ کی رونماد مناظرہ سنبھل کی رونماد کے ساتھ اسی سال شائع کر دی گئی تھی۔ مگر چونکہ یہ دونوں مناظرے اپنی نوعیت میں بے نظیر تھے اس لئے ان کی رونمادیں بھی بے حد مفید ثابت ہوئیں۔ اور بہت زیادہ مقبول ہوئیں یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے تمام نسخے ختم ہو گئے۔ اور اب بعض احباب کے اصرار سے ان کو دوبارہ طبع کرانا پڑا۔

اس مرتبہ یہ دونوں رونمادیں علیحدہ علیحدہ شائع کی جا رہی ہیں۔ مناظرہ سنبھل کی رونماد "صاحفہ آسمانی حصہ دوم" کے اس ایڈیشن میں ایک نہایت مفید اور قابل دید "تکمہ" کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ مناظرہ "درو" کی رونماد "صاحفہ آسمانی حصہ اول" کے متعلق ہم کو صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ اس کے پہلے ایڈیشن کو شائع ہونے پانچ برس پورے ہو چاہتے ہیں۔ لیکن اکھبر اللہ کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب یا ان کے کسی حواری کی طرف سے اس کی تردید یا تغلیط میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب اور ان کے رفقاء کی یہ خاموشی ہماری اس رونماد کی بہترین تصدیق اور توثیق ہے۔

پر ہے ع الفضل ما شہدت به الاعداء =

ضروری تنبیہ

چونکہ رونماد نویسی کا حق پہلے ایڈیشن میں ادا کر دیا گیا۔ اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی پینچ سالہ خاموشی نے اس رونماد پر مہر تصدیق بھی ثبت کر دی ہے۔ اس لئے آگس ایڈیشن میں بغرض تعمیم فائدہ اس قدر تغیر کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ بعض مقامات پر قوسین کے

درمیان میں توضیحی کلمات کا اضافہ کر دیا جائے یا کہیں کہیں حسب ضرورت مشکل الفاظ کے بجائے دوسرے
سہل الفاظ اختیار کر لئے جائیں۔ تاہم اس کی پوری کوشش کی جائے گی کہ ان مواقع پر بھی اصل مضمون
اور معنوں محفوظ رہے۔ زیادہ سے زیادہ ہمارے اس تصرف کو روایت بالمعنی کہا جاسکتا ہے۔ اور شرعاً
عرفاً۔ اخلاقاً اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔

خاکسار ناظم دارالاشاعت سنبھل

مستتم طبع دوم یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

تمہید و کیفیت مناظرہ درویشی و غلبہ نینی تال

منعقدہ ۱۸ جولائی ۱۹۲۸ء

مبسلہ و محمد لا و مصلیہ و مسلما

ناظرین ! یہ درویشی و غلبہ نینی تال کے طققات میں ایک موضوع ہے۔ جس کے باشندے عموماً رضا خانی ہیں۔ حکیم محمد حنیف صاحب ساکن بدوانی کے ایک عزیز کی شادی اسی درویشی ایک شخص مسیحی پیرنجش کی بہن سے ہوئی تھی۔ چونکہ حکیم محمد حنیف صاحب بفضلہ تعالیٰ سنی اور علماء دیوبند دامت فیوضہم کے معتقد ہیں۔ اس لئے پیرنجش کی برادری کے لوگوں نے بایمانے بعض علماء فرقا رضا خانی اس کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اپنی بہن کا نکاح فسخ کرانے اور اپنے بہنوئی سے قطع تعلقات کر دے۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ وہ حکیم محمد حنیف صاحب کو مسلمان جانتا ہے۔ اور حکیم صاحب علماء دیوبند کو مسلمان جانتے ہیں۔ اور علماء دیوبند (نحوذ باللہ) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے ہیں۔ نہ ختم نبوت کے قائل ہیں نہ معراج کو مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لہذا حکیم محمد حنیف صاحب علماء دیوبند کو مسلمان جاننے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اور پیرنجش کا بہنوئی چونکہ حکیم صاحب کو مسلمان جانتا ہے اس لئے وہ بھی کافر ہے۔

حکیم صاحب موصوف کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ تکفیر یہ جماعت نے جو الزامات ہم پر لگائے ہیں وہ بالکل بے اصل اور افتراء محض ہیں ہم مجمع عام میں ان کی صفائی دینے کے لئے تیار ہیں۔ لہذا آپ ان علماء کو بلائیں جو ہمارے اور ہمارے اکابر کے متعلق ایسی بے سرو پا

۱۔ یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ مباحثہ درویشی پوری روئے داد جناب مولوی نجم الحسن صاحب کی مرتب کردہ ہے جو اس مناظرہ میں از اول تا آخر موجود رہے۔ خاکسار نے بغرض اشاعت ان سے حاصل کی ہے ۱۲

باتیں مشہور کرتے ہیں۔ ہم ان کی مواجہت میں ان کا بے اصل اور بے بنیاد ہونا ثابت کریں گے۔ چنانچہ یہی بات
 قرار پائی۔ اور اس مناظرہ کی تاریخیں ۱۸، ۱۹، ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء مقرر ہوئیں۔ درو کے صاحب
 خانیوں نے مرکز رضا خانیت بریلی سے اپنے علماء کو بلایا اور جناب حکیم محمد عظیم صاحب نے عمدۃ
 المقرین زبدۃ الواعظین جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی مدظلہ العالی۔ وحامی ملت ماحی بدعت
 شیریںیاں مناظرہ جناب مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی مدظلہ کو دعوت شرکت دی
 چنانچہ یہ دونوں علمبرداران سنت ۱۷ جولائی کو ملوانی پہنچے۔ اور ۱۸ کو ۸ بجے داخل درو ہوئے

۱۰ بجے اطلاع ملی کہ عالیجناب ثروت یار خان صاحب رئیس و مجسٹریٹ درو نے یہ طے فرمایا ہے کہ بعد
 از نماز ظہر فریقین کو ایک ایک گھنٹہ تقریر کے لئے دیا جائے گا۔ بعد ازاں کاروائی مناظرہ شروع ہوگی۔
 چنانچہ بعد ادا نیکی نماز ظہر حکیم محمد حنیف صاحب جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب و جناب مولانا محمد منظور
 صاحب نعمانی مدظلہا کو ہمراہ لے کر مقام مناظرہ پر پہنچے جناب مجسٹریٹ صاحب نے اولاً جناب مولانا
 محمد اسماعیل صاحب سے تقریر کی استدعا کی۔ مولانا موصوف نے باوجود ناسازشی طبع اس کو منظور فرمایا
 اور اپنے اسی خاص طرز میں جو مقام ازل نے آپ کو عطا فرمایا ہے (جس کی وجہ سے مخالفین بھی اپنی نجی
 مجلسوں میں آپ کو سحر بیان کے لقب سے یاد کرتے ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ بے مثل اور
 عظیم النظیم فضائل بیان فرمائے جو کبھی رضا خانیوں نے خواب میں بھی نہ سنے ہوں گے۔ بالخصوص اس تقریر
 کا وہ حصہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے پر روشنی ڈالی گئی تھی سننے ہی سے تعلق
 رکھتا تھا۔ پھر اس تقریر کے ضمن میں جب کبھی مولانا یہ فرمادیتے تھے کہ یہ سب فضائل بلکہ اس سے بدرجہا
 زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے لیکن پھر بھی آپ مخلوق ہی تھے خالق ہرگز نہیں۔ عجب ہی
 تھے معبود ہرگز نہیں۔ تو یہ رضا خانی سخت مضطرب اور بے چین ہوتے تھے۔ صدق اللہ عز و
 جل وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے کہ ذکر توحید سے بے ایمانوں کے دل پڑمردہ ہوتے ہیں۔

یہ جادو بھری تقریر ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ اس کے بعد حسب قرار داد ختم کرنی پڑی۔

اس کے بعد جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب صدر المدرسین مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تقریر شروع کی۔ اولاً تقریباً ۵ منٹ تک نہایت خوش الحانی کے ساتھ ایک نعتیہ نظم پڑھی اس کے بعد تقریباً ۲ منٹ تک مولانا محمد اسماعیل صاحب کی نقل اتاری۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہی بیان فرمائے۔ لیکن چونکہ مولانا کو مہارت کسی دوسرے فن میں تھی۔ بدیں وجہ مولانا کا اسٹاک ۲ منٹ میں ختم ہو گیا۔ اور فرمانے لگے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے میں نے یہ فضائل بیان کئے ان کی شان میں مولوی اشرف علی صاحب ٹھانوی حفظ الایمان میں لکھتے ہیں کہ ”

” اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص الخ “

اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق زہرا گلنا شروع کیا۔ لیکن چونکہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کی تقریر نے رضا خانیوں کو حواس باختہ کر دیا تھا بدیں وجہ باوجود مہارت تامہ مولوی رحمہ اللہ صاحب اس سلسلہ کو بھی دیر تک نہ نبھاسکے۔ بلکہ ۱۳ منٹ کے بعد تقریر ختم کر دینی پڑی الغرض مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اوقات پُری کے لئے بدعہدی بھی اختیار کی (جو حکم نبوی منافقین کی علامت ہے) لیکن پھر بھی کچھ کام نہ چلا اور ۵ منٹ کے بعد ” الیوم نختص علیٰ افواہہم “ کا منظر سامنے آ ہی گیا۔ جب مولوی رحمہ اللہ صاحب اس تقریر کو ختم کر کے پلیٹ فارم سے نیچے تشریف لائے تو مولانا محمد منظور صاحب نے مجسٹریٹ صاحب سے سوال کیا کہ کیا مناظرہ شروع ہو گیا یا شروع ہونے میں کچھ دیر ہے ؟ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک تو ابھی مناظرہ شروع نہیں ہوا۔ ہاں مولانا (رحمہم اللہ) نے یہ کارروائی قبل از وقت اور خلاف معاہدہ کی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر مناظرہ ابھی شروع نہیں ہوا ہے تو بہتر یہ ہے کہ کارروائی مناظرہ شروع ہونے سے پہلے شرائط مناظرہ طے ہو جائیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے بھی اس تجویز کو منظور فرمایا۔ جب مولوی رحمہم اللہ صاحب نے دیکھا کہ مناظرہ اب شاید ہو ہی جائے گا تو سخت بے چینی اور سرسبکی کی حالت

میں کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ یہاں مناظرہ کی کوئی ضرورت نہیں یہاں سب ایک خیال کے لوگ ہیں نہ یہاں کوئی نزاع ہے اور جو کچھ تھا بھی اس کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ کہہ کر اپنے معتقد خاص عبداللہ کو پکار کر فرمانے لگے کیوں بھی کیا اب بھی یہاں کچھ نزاع باقی ہے ؟

عبداللہ : حضور یہاں اب کچھ جھگڑا نہیں رہا۔ پہلے ہمارا اور پیر بخش کا یہ جھگڑا تھا کہ وہ کہتا تھا کہ حکیم محمد حنیف دیوبندی نہیں ہیں اور ہم کہتے تھے کہ وہ دیوبندی ہیں۔ لیکن اب جب وہ دیوبندی مولویوں کو اپنے ساتھ لائے ہیں تو معلوم ہو گیا کہ وہ بھی دیوبندی ہیں۔ بس اب جب تک پیر بخش اپنے بہنوئی سے تعلقات نہ چھوڑے گا اس کا حقہ پانی ایسے ہی بند رہے گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تو سمجھ لیا کہ بس ”رکسیدہ بود بلائے دلے بخیر گزشت“ لیکن یہ نہ سوچا کہ خادمان سنت سے سچھا چھڑانا آسان نہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اول تو یہ محض غلط ہے کہ یہاں کوئی نزاع نہیں۔ میرا اور آپ کا آج یہاں آنا ہی اس کی روشن دلیل ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہاں کسی قسم کا نزاع نہیں تو جانے دیجئے۔ کم از کم میرے اور آپ کے درمیان ہی نزاع ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آج اسی کا تصفیہ ہو جائے۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے جناب مجسٹریٹ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا جناب کو اس کے متعلق کچھ علم ہے کہ یہاں آج کی تاریخ میں کوئی مناظرہ ہونے والا تھا ؟

مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ ایک عرصہ سے یہاں پیر بخش اور ان کی برادری کے لوگوں میں کچھ جھگڑا تھا جس کی تفصیل شاید آپ حضرات کو معلوم ہو چکی ہوگی۔ اب کچھ دنوں سے سنا تھا کہ اس کے تصفیہ کے لئے کوئی مناظرہ ہو گا اور باہر سے علماء کرام تشریف لائیں گے۔ اسی سلسلہ میں فریقین کے آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کوئی ایسی تاریخ مقرر کر دیں جس میں آپ یہاں موجود ہوں تاکہ نقص امن وغیرہ کی طرف سے اطمینان رہے۔ میں نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور اپنی فرصت کا لحاظ رکھتے ہوئے آج کی تاریخ مقرر کر دی تھی اور اسی وجہ سے آج یہاں موجود ہوں ورنہ ممکن تھا کہ آج کسی دوسری جگہ ہوتا۔

اس کے بعد مولانا منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب سے فرمایا۔ کہئے مولانا آپ یہاں کے

حالات سے زیادہ باخبر ہیں یا عالی جناب محطیٹ صاحب؟
 مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا چلے میں مناظرہ کے لیے تیار ہوں۔
 مولانا محمد منظور صاحب : الحمد للہ! اب یہ اور طے ہو جانا چاہئے کہ مبحث مناظرہ
 کیا رہے گا؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مولوی اشرف علی صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی
 خلیل احمد صاحب کا کفر و اسلام۔
 مولانا محمد منظور صاحب : کیا ہماری اور آپ کی جماعت میں بس یہی اختلاف ہے یا اور بھی
 کچھ مسائل مختلف فیہا ہیں اگر ہیں تو ان کو کیوں چھوڑا جاتا ہے؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہاں نزاع محض اسی میں ہے کہ ان حضرات کو یہاں کے اہلسنت و
 جماعت (رضا خانی) کافر کہتے ہیں۔ چونکہ علماء ہرین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور دوسرے لوگ مسلمان
 بلکہ مسلمانوں کا پیشوا جانتے ہیں۔ لہذا یہاں اسی پر بحث ہونی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : اچھی حضرت ابھی تو آپ فرماتے تھے کہ یہاں سب ایک خیال کے
 لوگ ہیں یہاں کوئی نزاع نہیں۔ اور ابھی چند منٹ کے بعد آپ فرما رہے ہیں کہ یہاں بس مولانا اشرف علی
 صاحب وغیرہ کے اسلام و کفر میں نزاع ہے۔ آپ کو کچھ تو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہئے۔ رہا جناب
 کا یہ فرمانا کہ یہاں بس یہی ایک نزاع ہے۔ اس کے متعلق بھی میں یہیں کے لوگوں سے دریافت کئے لیتا ہوں
 اس کے بعد مولانا صاحب نے ایک اجنبی شخص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا : ”اومیاں بھائی صاحب ذرا
 کھڑے ہو جائیے گا۔“ وہ شخص کھڑا ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس اجنبی شخص سے مخاطب ہو کر۔ تم جانتے ہو کہ ”حفظ الایمان“
 کا مصنف کون ہے؟

اجنبی : نہیں
 مولانا محمد منظور صاحب : تم جانتے ہو کہ مولانا خلیل احمد صاحب کون تھے اور ”براہین قاطعہ“

کس کی کتاب ہے ؟

اجنبی : میں نہیں جانتا !

مولانا محمد منظور صاحب : تم نے تحذیر الناس ” دیکھی ہے یا تم کو معلوم ہے کہ اس میں کیا لکھا

ہے اور وہ کس کی تصنیف ہے ؟

اجنبی : صاحب مجھے کیا خبر تم مولوی مولوی جانو ۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر ، مولانا آپ کو معلوم ہوگا کہ

ان غریبوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کس کی کتابیں ہیں اور ان میں کیا مضامین ہیں ۔ اب بتلایئے آپ کا یہ فرمانا

کہاں تک صحیح ہے کہ یہاں بس یہی نزاع ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ مسلمان ہیں یا کافر ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : ارے بھائی عبداللہ جو واقعہ ہے تم کیوں صاف صاف نہیں بتلاتے

بس یہی نزاع ہے نا، کہ مولوی اشرف علی صاحب مولوی خلیل احمد صاحب مولوی محمد قاسم صاحب جن کو

حریم شریفین کے علماء نے کافر لکھ دیا ہے کافر ہیں یا مسلمان ۔ یا اور بھی کوئی نزاع ہے ؟

عبداللہ : حضور نہیں یہاں بس یہی نزاع ہے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مولانا محمد منظور صاحب سے مخاطب ہو کر : لیجئے مولوی صاحب

اب تو ہمیں کے لوگوں سے معلوم ہو گیا کہ یہاں بس یہی نزاع ہے نہ کوئی اور ؟

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا اگر ایسی تلقینوں اور اس طرح سبق پڑھانے سے کام چلتا ہو

تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں انہی آپ کے عبداللہ سے ابھی ۵ منٹ کے اندر اندر اس کے خلاف کھلا دوں

لیکن خیر مجھ کو محض آپ حضرات کی صداقت دکھانی تھی وہ کجھ اللہ آشکارا ہو گئی ۔ اب میں مزید جرح و قدر

کی ضرورت نہیں سمجھتا ۔ اور متوکل علی اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے پیش کردہ تینوں محبت ہم کو منظور

ہیں اور ہم اپنی طرف سے صرف ایک مسئلہ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کرتے ہیں امید ہے کہ جناب

اس کو منظور فرما کر اپنی آمادگی کا ثبوت دیں گے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : جب یہاں اس مسئلہ پر نزاع ہی نہیں تو اس پر بحث محض بے کار ہے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کے نزدیک تو یہاں کوئی بھی نزاع نہیں تھا۔ اب خدا خدا کر کے تو آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہاں اکابر علماء دیوبند کے کفر و اسلام پر نزاع ہے۔ اب انشاء اللہ آپ یہ بھی تسلیم فرمائیں گے کہ یہاں مسئلہ غیب پر بھی نزاع ہے۔ میں خود جناب مجسٹریٹ صاحب سے دریافت کرتا ہوں و فرمادیں کہ یہاں اس پر نزاع ہے یا نہیں ؟

جناب مجسٹریٹ صاحب : میرے علم میں تو یہی ہے کہ یہاں اس مسئلہ پر بھی نزاع ہے اور اکثر اس کا تذکرہ بھی سنتا رہتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر کہئے مولانا جناب تو فرماتے تھے کہ یہاں اس مسئلہ میں نزاع ہی نہیں اور جو کچھ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا وہ بھی جناب نے سن لیا۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا چلئے مسئلہ غیب بھی رکھئے میں اس پر بھی بحث کرنے کو تیار ہوں۔ مولانا محمد منظور صاحب : مباحث کی ترتیب کیا رہے گی ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : پہلے عبارت ”حفظ الایمان“۔ بعد ازاں عبارت ”تخذیر الناس“ اس کے بعد عبارت ”براہین قاطعہ“۔ بعد ازاں مسئلہ علم غیب۔

مولانا محمد منظور صاحب : منظور ہے لیکن مباحثہ کے لئے ایک صدر کا ہونا بھی لازمی ہے اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ عالی جناب مجسٹریٹ صاحب اس جلسہ کے صدر قرار پائیں۔

جناب مجسٹریٹ صاحب : میں ہرگز اس قابل نہیں کہ علماء کے کسی جلسہ کا صدر قرار پاؤں لہذا مجھ کو معاف رکھا جائے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مجسٹریٹ صاحب سے مخاطب ہو کر : ع خدا جب مال دیتا ہے لیاقت آ ہی جاتی ہے۔

اس کے بعد فریقین کے اصرار سے عالی جناب مجسٹریٹ صاحب نے صدارت منظور فرمائی۔ بعد ازاں تہذیب و آداب مناظرہ وغیرہ کے متعلق چند شرطیں اور بھی طے ہو گئیں۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ سال کو تقریر کے لئے ۱۰ منٹ دیئے جائیں گے اور مجیب کو پندرہ منٹ۔

(ملہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر : یہ اور فرمائیے کہ آپ کی جانب سے کون صاحب مناظر ہوں گے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مناظر کی تعیین ہم کل کریں گے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا خوب ۔ مناظرہ آج ہوگا اور مناظر کی تعیین کل یہ کہاں کی منطق ہے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مناظرہ آج نہیں کل ہوگا ۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا ہم اس قدر بے کار نہیں ہیں ۔ ہمارے متعلق درسی خدمات ہیں

یقین فرمائیے میری اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی ذات سے کم و بیش ستر طلبہ کا لفع ، نقصان و البتہ ہے لہذا مہربانی فرما کر مناظر کی تعیین فرمائیے تاکہ جلد از جلد کاروائی مناظرہ شروع کی جائے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اپنے ہمراہ بیان سے مشورہ کرنے کے بعد : اچھا میرا نام لکھ لیجئے ۔

اور آپ بھی اپنے مناظر کی تعیین کر دیجئے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : بجناب کا اسم گرامی ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : رحمہ اللہ ۔

مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کا نام لکھ لیا اور فرمایا کہ خاکسار خود ہی مناظر ہوگا ۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) : اگرچہ وقت کی یہ تحدید کدی گئی تھی مگر اس کا عمل صرف وہاں تک ہوتا تھا کہ اس مقصود امتحان حق وقت

نہ ہو ۔ چنانچہ صدر صاحب نے خود فرمادیا تھا کہ جس مناظر کو اس سے زیادہ وقت کی ضرورت ہوگی ان کو زیادہ وقت دیا جائے گا ۔ بشرطیکہ وہ

وقت بے کار اور خارجی باتوں میں ضائع نہ ہو ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب مظلہ کی بعض تقریریں آدھے گھنٹے اور پون

گھنٹے کی بھی ہوئیں اور میں پچیس منٹ سے کم تو حضرت مولانا کی شاید کوئی بھی تقریر نہ ہوئی ہو ۔ اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی کوئی تقریر شاید

۱۰ منٹ سے بڑھی ہو ۔ ورنہ اگر وقت ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی تھی ۔ ہم صدر صاحب کی محض شناسی کے مشکور ہیں کہ انہوں نے حضرت

مولانا محمد منظور صاحب کو ہر مرتبہ ضرورت کے مطابق وقت دیا ۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا موصوف کی اکثر تقریریں مقدار میں مولوی

مولوی رحمہ اللہ صاحب : احقر شریف جناب کا

مولانا محمد منظور صاحب : احقر کو محمد منظور کہتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : وطن عزیز جناب کا سنبھل ہے

مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں خاکسار سنبھل ہی رہتا ہے۔

حفظ الایمان کی عبارت پر مناظرہ

ان تمام باتوں کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ اور اس کے بعد حسب قرار داد ”حفظ الایمان“ کی

عبارت پر اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب :

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام

علی سیدنا و مولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین :

اس کے بعد تقریباً ۵ منٹ تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ علمی فضائل بیان کئے جو

سب مسلمانوں کو مسلم ہیں، اس کے بعد فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی یہ شان ہے ان کے متعلق

آپ کے مولوی اشرف علی صاحب ”حفظ الایمان“ میں لکھتے ہیں۔

” پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کچھ جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب ہے۔

امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں

حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم

کے لئے حاصل ہے“

اس عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو پاگلوں اور چوپاؤں کے علم کے برابر بتایا گیا

ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اور اسی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر

کہا ہے۔ اور آپ ان کو مسلمان بلکہ اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ کیا ایک

شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے بعد بھی مسلمان رہ سکتا ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب :-

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل
 عليه ونعوذ بالله من شرور افسنا ومن سيئات اعمالنا من
 يهد الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد ان لا
 اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ونبينا وشفيعنا
 وحبيبنا وحبيب ربنا ومولانا محمدا عبده ورسوله الذي
 ارسله بالحق الى كافة للناس بشيرا ونذيرا و داعيا الى باذنه
 وسراجا منيرا وصلى الله تعالى عليه وعلى اله واصحابه وسلم
 تسليما كثيرا كثيرا يا معين بك نستعين بسم الله الرحمن الرحيم ط
 اما بعد -

معزز حاضرین ! آپ نے مولوی صاحب کی تقریر سنی۔ مولوی صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ مولانا
 اشرف علی صاحب کافر ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ نعوذ باللہ مولانا اشرف علی صاحب نے جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اور جو شخص آنحضرت کی توہین کرے وہ کافر ہے۔ مولوی صاحب
 کے دوسرے جزم میں مجھے کلام نہیں۔ واقعی جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے وہ کافر ہے ملعون
 ہے۔ واجب اقل ہے۔ خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہتے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ
 وسلم کی توہین کرنے والے کو مذاہب اربعہ میں پناہ نہیں۔ بلکہ میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فعل مبارک
 کے تسمی کی توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔

حضرت شیخ عبدالحی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب ”جذب القلوب“
 میں ارقام فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ طیبہ کی خاک کے متعلق کہے کہ اس میں کہیں بھی غوث نبوی نہیں آتی اس کے متعلق
 حضرت امام مالکؒ کا فتویٰ ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے۔ اگر توبہ کرے فہما در نہ تین روز کے بعد قتل کر دیا جائے
 الغرض مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ جو شخص توہین کرے وہ کافر ہے بالکل صحیح ہے۔ تمام مسلمانوں کا یہی
 عقیدہ ہے۔ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ بھی اپنی کتابوں میں یہی لکھتے ہیں۔ اب رہا مولوی صاحب

کی دلیل کا پہلا جز۔ یعنی یہ کہ مولوی اشرف علی صاحب نے العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ بس اسی میں میرا اور مولوی صاحب کا نزاع ہے۔ جو عبارت مولانا نے ”محفظ الایمان“ کی آپ حضرات کو پڑھ کر سنائی ہے اس کا اول اور آخر اگر مولانا پڑھ دیتے تو شاید کچھ الجواب دینے کی بھی حاجت نہ ہوتی۔ اس سے خود آپ حضرات سمجھ جاتے کہ اس عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں۔ مولوی صاحب نے لا تقربوا الصلوۃ تو پڑھ دیا اور وانت مسکری کا ذکر تک بھی نہ کیا۔ خیر یہ تو مولوی صاحب کی دیانت داری تھی۔ اب میں آپ حضرات کو اس کی حقیقت بتاتا ہوں سنئے !

”محفظ الایمان“ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کا ایک مطبوعہ فتویٰ ہے جس میں تین سوالوں کا جواب

ہے۔ پہلا سوال سجدہ تعظیمی کے متعلق ہے۔ دوسرا طواف قبور اولیاء اللہ کے متعلق ہے۔ اور تیسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص جس کا فرضی نام زید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بواسطہ کے اعتبار سے عالم الغیب کہتا ہے۔ اس کا یہ عالم الغیب کہنا کیسا ہے ؟ حضرت مولانا مدظلہ جواب دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ اور اس کی دو دلیلیں بیان کی ہیں۔ پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں عالم الغیب اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے معلوم ہوں (اور بیٹان محض اللہ تعالیٰ کی ہے) لہذا مخلوق پر بلاقرینہ علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ پھر اس مضمون کو قرآن و حدیث سے ثابت فرما کر اسی دعوے پر دوسری دلیل یوں قائم فرماتے ہیں۔ ذرا غور سے سنا جائے۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ یعنی آنحضرت صلعم کو عالم الغیب کہنا۔ اگر

بقول زید (رضا خانی) صحیح ہو تو دریافت طلب۔ اسی زید سے یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد۔ یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں ہے اور جس کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو وہ عالم الغیب کہتا ہے۔ بعض غیب ہیں یا کل غیب۔ یعنی یہاں اس میں کلام نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے نہ یہاں اس کی بحث ہے۔ بلکہ مولانا ان لوگوں سے دریافت کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں اور کہنا جائز سمجھتے ہیں کہ اے عقل کے دشمنوں ذرا یہ تو بتلا دو کہ تم جو آنحضرت

کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتے ہو اس لفظ غیب سے تمہاری کیا مراد ہے۔ بعض غیب یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس عالم الغیب کہنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا بعض عالم غیب کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے جس کی ضرورت تم سمجھتے ہو۔ یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ تو چاہتے کہ تمہارے اصول پر سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ تمہارے نزدیک کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے محض اتنا کافی ہے کہ اس کو غیب کی کسی بات کا علم ہو اور ان حقیر چیزوں کو بھی بعض مغیبات کا علم ضرور ہے کم از کم اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کا علم ہے اور وہ بھی منجملہ مغیبات کے ہے۔ پھر مولانا فرماتے ہیں کہ۔

”پھر اگر (یہ رضا خانی) زید اس کا التزام کرے کہ میں ہاں سب کو عالم الغیب کہوں گا۔ تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے۔ اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو بنی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔“

مولانا ذرا انصاف کو دل میں جگہ دیجئے اور پھر فرمائیے کہ کیا اس عبارت کا وہ مطلب ہے جو جناب نے فرمایا تھا اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”حسام الحرمین“ میں لکھ کر علما رحمہم اللہ شریفین کے سامنے پیش کیا۔ یعنی یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو پاگلوں اور جانوروں کے برابر بتا دیا۔ یا وہ مطلب ہے جو خاکسار نے عرض کیا۔ ذرا غور تو کیجئے! مولانا تو یہ فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں کے اس بہودہ اصول پر کہ جس کو غیب کی کچھ باتیں بھی معلوم ہوں اس کو بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔ یہ لازم آتا ہے کہ ان حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ اور جب یہ لازم باطل ہے تو تمہارا اصول باطل ہوا۔ مہربان من مولانا کے نزدیک تو یہ برابری ایسی باطل ہے کہ اس کے بطلان سے آپ کے اصول کے باطل ہونے پر دلیل قائم کر رہے ہیں اگر اس پر بھی کوئی شخص یہ کہے کہ مولانا اشرف علی صاحب نے معاذ اللہ آنحضرت صلعم کے علم کو حیوانات وغیرہ کے علوم سے تشبیہ دے دی تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں اللہ مقلب القلوب ہدایت فرمائے۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے جو جواب اس الزام کا دیا ہے اس کو بھی باختصار نقل کر دوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ خود مصنف حفظ الایمان کا اس بارہ میں کیسے خیال ہے۔

جناب مولانا قاضی حسن صاحب، حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کو خط لکھتے ہیں کہ مولوی رضا خان صاحب بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے معاذ اللہ حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر کچھ اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے۔ کیا کہیں حفظ الایمان میں آپ نے یہ لکھا ہے۔ کیا آپ کا یہ عقیدہ ہے۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیسا سمجھتے ہیں جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے۔

حضرت مولانا جواب دیتے ہیں۔

”میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔

لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا جیسا کہ اخیر میں عرض کروں گا۔

جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔۔ تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے ؟

جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحت یا اشارۃً یہ بات کہ میں اس شخص کو خارج

از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم

فخر بنی آدم صلعم کی ؟

اس کے بعد حضرت مولانا نے اس الزام کا مفصل جواب بھی دیا ہے اور اس عبارت کا مطلب بیان

کیا ہے جس کو پڑھ کر سنانے کی اب حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ میں نے جو جواب دیا ہے وہ اسی سے ماخوذ ہے پھر اسی تحریر کے خاتمہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ۔

”بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات

فی جمیع کمالات العلویہ والہدیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (از بسط البیان)

حاضرین ! اللہ ذرا انصاف سے کام لیجئے جو شخص اس عقیدہ کو غنیمت قرار دے اس کے معتقد کو خارج از اسلام بتائے، اپنا عقیدہ یہ تحریر کرے کہ " بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر " اس کی عبارت میں قطع برید کر کے اس کی طرف اس عقیدہ کو منسوب کرنا کس قدر انصاف کا خون کرنا ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اپنے مخصوص لہجہ میں ۱۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا

مولوی صاحب ! آپ نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے حفظ الایمان کی اس عبارت کا اول و آخر نہیں پڑھا۔ بے شک میں نے ساری کتاب نہیں پڑھی اور نہ اس کی ضرورت تھی۔ جتنی عبارت میں آنحضرت صلعم کی توہین تھی میں نے کل پڑھ کر سنا دی اس میں اگر میں نے کوئی لفظ چھوڑا ہو تو آپ مجھ سے شکایت کر سکتے ہیں۔ حاضرین پھر سن لیں وہ عبارت یہ ہے۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا بخیر (الاختصار من المرتب)

اس عبارت کو کوئی تعلق ماقبل یا مابعد سے نہیں۔ یہ پھر کا لفظ خود اس کو بتلاتا ہے کہ یہاں سے کوئی

نئی بات شروع ہوتی ہے جس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو حیوانات اور پانگوں کے علم سے تشبیہ نہیں دی گئی حالانکہ اس میں صاف

ایسا کا لفظ موجود ہے جو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ افسوس ! ایک شخص آنحضرت صلعم کی توہین کرتا ہے آپ

کے علم کو پانگوں اور جانوروں کے برابر بتاتا ہے اور آپ اسے مسلمان ثابت کرنے کے لئے ایسے ایسے رکیک

احتمالات پیدا کرتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس وقت ہمارے فاضل مخاطب نے میری تقریر کے جواب میں محض

دو باتیں کہی ہیں۔ ایک یہ کہ عبارت زیر بحث کو اول و آخر سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسری یہ کہ اس عبارت میں

لفظ ایسا ہے جو تشبیہ کے لئے آتا ہے لہذا اس عبارت میں ضرور تشبیہ ہے۔ میں بالترتیب اس کا جواب دیتا

ہوں۔ غور سے سنئے۔

اس عبارت کو ماقبل سے بھی تعلق ہے اور مابعد سے بھی۔ اس عبارت سے پہلی عبارت تو اس کو بتلاتی ہے کہ گفتگو اس میں نہیں کہ آنحضرت صلعم کو غیب کی کتنی باتوں کا علم تھا اور کوئی دوسرا علم غیبیہ میں آپ کے برابر ہے یا نہیں۔ بلکہ محض اس میں ہے کہ آنحضرت صلعم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز ہے یا نہیں۔ اس عبارت سے چند سطر پہلے یہ چند فقرے موجود ہیں جو صاف بتلا رہے ہیں کہ محض اطلاق کی بحث نہیں بلکہ علم غیب کی مقدار کی۔ فقرہ ۱۔ تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ فقرہ ۲۔ اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ فقرہ ۳۔ اور اگر کسی ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق و رزاق وغیرہما کا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں۔ فقرہ ۴۔ جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل سے جائز ہوگا۔ الخ

ان فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بحث محض اطلاق لفظ عالم الغیب کے جواز و عدم جواز کی ہے نہ آنحضرت صلعم کے علم شریف کے مقدار کی۔ یہ تو تھا عبارت کا اول سے تعلق۔ اب آخر سے سنئے۔

اس عبارت سے چند سطر بعد مولانا کی یہ عبارت موجود ہے۔ "نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) بتما ہوا حاصل ہو گئے تھے۔" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک آنحضرت صلعم کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل تھے۔ انصاف شرط ہے۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایجاد عالم و بقا عالم کا سبب سمجھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت صلعم کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل تھے کیا وہ زید و عمرو وغیرہ کے علم کو علوم محمدی کے برابر بنا سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبارت زیر بحث سے پہلے عبارت تو اس کو بتاتی ہے کہ گفتگو محض اطلاق میں ہے نہ کہ رسول اللہ صلعم کے علم شریف کی مقدار میں۔ اور بعد کی عبارت اس کو بتاتی ہے کہ مولانا کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام علوم لازمہ نبوت آنحضرت صلعم کے لئے حاصل تھے۔ اب تو جناب

لے اس کے علاوہ عبارت زیر بحث کا ایک خاص تعلق مابعد سے یہ بھی ہے کہ اسی عبارت کے متصل ایک فقرہ یہ ہے۔ "پھر اگر زید اس (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ عبارت زیر بحث کا اول و آخر سے کیا تعلق ہے۔

یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اٹھائے تقریر میں فرمایا کہ لفظ ”پھر“ کا آپ کے پاس کیا جواب ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی نئی بات شروع کرنی چاہتے ہیں جس کا اول و آخر سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بھی بتلائیے کہ عربی میں اس ”پھر“ کا ترجمہ کیا کیا جائے گا ؟

مولانا نے جواب دیا کہ یہ لفظ ”پھر“ یہاں اُسی موقع پر استعمال کیا گیا ہے جس موقع پر عربی میں علیؑ اللہ استعمال کرتے ہیں۔ ایک مدعا پر ایک دلیل قائم کرنے کے بعد جب دوسری دلیل شروع کرتے ہیں تو کہتے ہیں علیؑ اللہ۔ اسی طرح جب یہاں مولانا اپنے دعوے پر ایک دلیل قائم کر چکے تو دوسری دلیل کو لفظ ”پھر“ سے شروع کیا۔ اب تو شاید اس ”پھر“ کا پھر بھی جناب کی سمجھ میں آ گیا ہوگا۔

جناب نے اپنی تقریر میں دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ عبارت ”حفظ الایمان“ میں لفظ ”ایسا“ ہے جو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے معلوم ہوا کہ جناب کو اردو ادب میں بھی بہت زیادہ دسترس ہے۔ سنئے۔

امیر مینائی مرحوم اپنی مشہور کتاب ”امیر اللغات“ جلد دوم کے صفحہ ۳۰۲ پر لفظ ایسا کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

۱ : ایسا اس قسم کا۔ اس شکل کا۔ فقرہ ایسا قلم دان ہر ایک سے بننا دشوار ہے ۔

محبوب نہیں باغ جہاں میں کوئی ایسا
بور کتا ہے گل ایسی نہ لذتِ ثمر ایسی۔ (آتش)

۲ : اس قدر۔ اتنا۔ فقرہ ایسا مادہ کہ ادھموا کر دیا ۔

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف وصف
زُنا پر گمان ہے موجِ شراب کا۔ (برق)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کا التزام کرے کہ میں ہاں سب کو عالم الغیب کہوں گا اللہ۔ اس فقرہ کے خط کشیدہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہاں

صرف اطلاق کی بحث ہے نہ علم شریف کی مقدار کی ۱۲ قائل۔ ۱۳ یا ثَمَّ اللہ ۱۲

اس کے بعد اسی لفظ ”ایسا“ کے تین معنی اور لکھے ہیں جن کو پڑھ کر سننے کی چنداں حاجت نہیں اس کے علاوہ یہ کہ اہل زبان برابر اپنے محاورات میں کہتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ ایسا قادی ہے تو کیا نعوذ باللہ تعالیٰ اس کی قدرت کو کسی کی قدرت سے تشبیہ دینی مقصود ہوتی ہے ؛ اب آیا خیال نہیں کہ لفظ ”ایسا“ محض تشبیہ ہی کے لیے نہیں آتا، بلکہ دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور عبارت زیر بحث میں بھی جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں ایسا بمعنی اتنا مستقل ہے اور تشبیہ پہلے نہیں۔ اب میں مزید توضیح کے لیے اس عبارت کا حاصل اپنی اور آپ کی مثال دے کر عرض کرتا ہوں۔

فرض کر لیجئے کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں آپ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں تو آیا اس وجہ سے کہ آپ کو کل مغیبات کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ بعض مغیبات کا۔ پہلی صورت کے تو آپ خود بھی قائل نہیں۔ اور اگر آپ اس کے قائل بھی ہوں تو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کو بعض امور غائبہ کا علم ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ایک ہے یا ایک کر ڈر یا اس سے بھی زیادہ۔ تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے آپ کے اس اصول پر تو لازم آتا ہے کہ اب دنیا کی حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے کیوں کہ کسی نہ کسی غیب کی بات کا علم تو حیوانات کو بھی ہے۔ کم از کم اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہے اور وہ بھی غیب کا ایک فرد ہے تو کیا آپ اپنے اس اصول کی بنا پر ان حیوانات کو بھی عالم الغیب کہیں گے۔ اگر آپ کہیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے۔ تو میں کہوں گا کہ پھر اس صورت میں حضور کو عالم الغیب کہنے میں کیا تعریف نکلی جب کہ آپ کے نزدیک حیوانات کو بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔ یہ ہے حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کی عبارت کا مطلب جو میں نے مثال کی صورت میں عرض کیا۔ اب ذرا انصاف سے کہئے کہ مولانا نے العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریعہ کو حیوانات کے علوم کے مساوی اور برابر بتا دیا۔ یا آپ لوگوں کو اس برابری اور

سے مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ ”خالص الاعتقاد“ کے صفحہ ۲۲ پر تصریح کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو صرف بعض مغیبات کا علم مانتے ہیں نہ کہ کل کا۔ ۱۲

مسافات فی الاطلاق سے بچانے کی کوشش کی لیکن بات وہی ہے

گل است سعدی و درختم دشمنان خدا است

جناب نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے اور تو اس کی عبادت میں رکیک احتمالات پیدا کر کے مسلمان کہلوانا چاہتا ہے۔ سو اس کا جواب وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بے شک کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ دنیا بھر کے کافروں کو پناہ مل سکتی ہے لیکن جو کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے اس کی سزا محض تلوار ہے۔ اجماعی حضرت احنور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی چیز ہیں واللہ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی توہین بھی صحابی ہونے کی حیثیت سے کرے وہ بھی کافر ہے مردود ہے ملعون ہے۔ لیکن ہاں واقعہ میں توہین ہونی چاہئے۔ خواہ مخواہ کسی کے سر توہین کا التزام تھو پنا گناہ کبیرہ ہے۔ ہمارے فقہاء کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی عبارت میں ہزارہا احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک ضعیف سا احتمال ایسا ہو جس کی وجہ سے اس کے قائل کو مسلمان کہا جاسکے تو اس کو کافر مت کہو چہ جائیکہ کسی کی عبادت میں کو سوں تک توہین کا شائبہ بھی نہ ہو اور محض عوام میں شہرت حاصل کرنے کے لئے اس کے سر توہین منڈھ کر اس کو کافر کہا جائے۔ آپ غور کیجئے واللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دہلوی کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا ہاں آپ اپنے نامہ اعمال کو خراب کر رہے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ عبارت زیر بحث کا اول و آخر سے کوئی معقول تعلق بیان کیا۔ اور جو تعلق آپ نے بیان کیا ہے ایسا تو ساری کتاب کو اول سے آخر تک ہنوا کرتا ہے۔ ایسا تعلق بتلایے جس سے معلوم ہو کہ اس عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر پر موقوف ہے۔ آپ بار بار فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں توہین نہیں تو کیا سارے علماء بحرین نے بے سوچے سمجھے مولوی اشرف علی صاحب کو کافر کہہ دیا۔ مولوی صاحب وہ ایسی جگہ کے علماء ہیں جہاں شیطان کا دخل بھی کم ہوتا ہے۔ اگر ایسے اعلیٰ حضرت نے کافر لکھا ہوتا تو یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ عداوت یا تحویل شہرت کی وجہ سے کہہ دیا ہو گا لیکن مشکل تو یہ ہے کہ محکمہ مظہر اور مدینہ منورہ کے علماء نے بھی تکفیر کر دی ہے۔ آپ خدا کا خوف کھا کر میری باتوں کا جواب دیجئے ادھر ادھر کی باتوں میں وقت کو مٹا لئے۔

مولانا محترم منظور صاحب : الحمد للہ ! مولانا نے یہ تو حکیم کر لیا کہ لفظ ”ایسا“ تشبیہی کے لئے نہیں آتا۔ چونکہ اس کے متعلق برائے نام بھی کوئی حرف نہیں کہا ورنہ اگر کہہ دیتے کہ امیر مینانی مرحوم بھی وہابی تھے تو میں کیا کر لیتا۔ خیر۔ ج

عمرت دراز باد کہ این بسم غنیمت است

رہا مولانا کا یہ فرمانا کہ عبارت زیر بحث کا کوئی تعلق ماقبل و مابعد سے نہیں بتایا۔ اس کے جواب دینے کی اگرچہ اب ضرورت نہیں کیونکہ میں نے جو تعلق بیان کیا ہے وہ ایسا ظاہر ہے جس کو ہر تھوڑی سی سمجھ رکھنے والا بھی سمجھ گیا ہوگا۔ لیکن مولانا کی خاطر پھر اسی کا اعادہ کرتا ہوں سنئے۔

عبارت زیر بحث سے پہلی عبارت اس کو بتلاتی ہے کہ بحث محض اس کی ہے کہ آنحضرت صلعم کو عالم الغیب کہا بھی جاسکتا ہے یا نہیں۔ نہ اس کی کہ آنحضرت صلعم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے اور کوئی مخلوق ان علوم میں آپ کی برابری کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور اس عبارت سے بعد کی عبارت اس کو بتلاتی ہے کہ مولانا کا عقیدہ دربارہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ جو علوم لازمہ نبوت تھے وہ تمامہا آنحضرت صلعم کو حاصل ہو گئے۔ جب تک کوئی شخص عبارت زیر بحث سے پہلی عبارت نہ دیکھے کیسے سمجھ سکتا ہے کہ بحث محض اطلاق کی ہے نہ اس کی کہ واقعہ میں کس قدر علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور جب تک کوئی اس عبارت سے بعد کی عبارت کو نہ دیکھے اس وقت تک اس کو مولانا کا عقیدہ دربارہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر معلوم ہو سکتا ہے ؟

ہاں اس مرتبہ ہمارے فاضل مخاطب نے ایک بات نہایت عجیب کہی اور وہ یہ کہ اگر زیر بحث عبارت میں توہین نہیں تھی تو علماء حرمین نے کیوں تکبیر کی کیا انہوں نے بے سمجھے کفر کا فتویٰ دے دیا ؟

مہربان من ! مفتی کا بس یہی فرض ہے کہ اس کے سامنے جو سوال پیش کیا جائے وہ اس کا جواب دے دے۔ اس کے ذمہ یہ نہیں کہ سوال کی واقعیت اور عدم واقعیت کی تحقیق کرے۔ جس فتوے کا آپ بار بار ذکر فرماتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے مولانا اشرف علی صاحب کی یہ عبارت اس کا ماقبل و مابعد حذف کر کے اُسی طرح علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کی جس طرح کہ آپ نے اس وقت

پیک کے سامنے۔ بلکہ انہوں نے ایک کمال یہ بھی کیا کہ حضرت مولانا کی اس عبارت کے لکھنے سے پہلے ہی اس کا مطلب بھی ان الفاظ میں بیان کر دیا۔

”اُس میں (یعنی حفظ الایمان میں) تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر کچھ اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔“ (علماء حرمین ص ۱۲)

علماء حرمین کو کیا خبر تھی کہ اس عبارت میں کیا کیا قطع برید کی گئی ہے۔ انہوں نے اسی قدر عبارت کا وہ مطلب سمجھ کر جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا تھا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے سے اتفاق کیا۔ یہ ہے اس فتوے کی حقیقت جس کو آپ تکفیر کا مدار ٹھہرا رہے ہیں اگر میرے سامنے بھی وہ فتوے پیش کیا جاتا اور مجھے حقیقت حال کی خبر نہ ہوتی تو میں بھی اس فتوے کی تصدیق کرتا۔ الغرض علماء حرمین نے جو کچھ لکھا وہ بے سوچے سمجھے نہیں لکھا۔ ہاں مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان سے جھوٹ بولا اور ان کو دھوکا دیا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ایسی عبا قبا والے محض کسی مسلمان کی تکفیر کے لئے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ اگر حقیقت میں ان لوگوں (مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ) نے توہین کی ہے اور ان کے عبارتوں کا مطلب وہی ہے جو تم نے (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے) بیان کیا تو وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب ان حضرات کو یہ اطلاع ہوئی کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا مکرو فریب تھا تو انہوں نے اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبِیٍّ فَتَّبِعُوْا پر عمل کر کے براہ راست حضرات علماء دیوبند کے پاس کچھ سوالات بھیجے کہ ان مسائل میں آپ کا کیا خیال ہے۔ ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا لغو نہ ہوا ہے تو خود انہیں علماء حرمین نے اس پہلی تکفیر سے رجوع کیا جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے دھوکہ دیکر نزدیک حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حیوانات اور پاگلوں جیسا ہے؟

اس کا جواب یہاں سے دیا گیا کہ یہ خبیث عقیدہ ہمارا ہرگز نہیں۔ جو شخص ہماری طرف ایسے عقائد منسوب کرے وہ کذاب ہے دجال ہے۔ پھر اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب کی یہ عبارت بھی مع توضیح کے لکھی گئی تو خود انہیں علماء حرمین نے اس پہلی تکفیر سے رجوع کیا جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے دھوکہ دیکر

کرائی تھی۔ اور صاف لکھ دیا کہ آپ کے مسلمان ہیں اور اہلسنت و جماعت ہیں۔ علماء حرمین شریفین کا یہ فتویٰ سالہا سال ہوئے ”التصدیقات“ کے نام سے چھپ کر شائع ہونے لگا ہے اور میرے پاس بھی اس وقت موجود ہے آپ چاہیں تو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ مولانا شاید آپ کو خبر نہیں کہ حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد علماء حرمین کے نزدیک آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتنی قدر و منزلت رہ گئی ہے۔ ذرا مدینہ منورہ کے مفتی اعظم حضرت مولانا مسیح احمد صاحب بزرگجیؒ کا ”غایۃ المامول“ ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد علماء حرمین شریفین نے مولوی احمد رضا خان صاحب کو کیسے کیسے نفیس خطابات دیئے ہیں۔ اور وہ حضرات قدسی صفات، مولوی احمد رضا خان صاحب سے کس قدر خوش ہیں۔ اس کے بعد اہلسنت کے مسلم امام علامہ میر سید شریف کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتا ہوں ذرا اس کو ملاحظہ فرمائیے اور بتائیے کہ ”حفظ الایمان“ کے اور اس کے مضمون میں کیا فرق ہے۔ کیا آپ ان کو بھی کافر کہیں گے اگرچہ آپ کی دلیری سے یہ بعید نہیں کہ آپ ان کو کافر کہہ دیں۔ لیکن یاد رہے کہ پھر ان کے ساتھ سینکڑوں برس کے ان تمام علماء کو بھی کافر کہنا پڑے گا جو ان کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا امام جانتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی اپنی بعض کتابوں میں ان کو مستند مانا ہے۔ اگرچہ سنایہ بھی گیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ یہ عبارت شرح مواقف کی اعلیٰ حضرت کے سامنے کسی نے پیش کی تو فوری طور پر یہی فرمایا کہ۔

”آخر دوزخ بھی تو کسی طرح بھری جائے گی اس کا رتبہ بھی تو کچھ کم نہیں ہے“

وانا لله وانا الیہ راجعون (خیر سنئے وہ عبارت یہ ہے۔)

و اما الفلاسفة فقالوا هوای	بہر حال فلاسفہ پس وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے
النبي من اجتماع فيه خواص ثلاث	کہ جس میں تین باتیں خاص طور پر پائی جائیں جن کی
یمتاز بها من غیرہ احدها ای	وجہ سے وہ نبی، غیر نبی سے ممتاز ہو۔ ان میں سے
احد الامور المختصة به ان یکون له	ایک بات یہ ہے کہ نبی کو اطلاع ہو چکی ہے ان
اطلاع علی المغیبات الکائنة و	مغیبات پر جو ہوتے ہیں۔ یا ہو چکے ہیں۔ یا ہونے
الماضية والاتیة۔	کو ہیں۔

اس کے بعد چند سطر میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے چند اہل مستقبل نہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

وكيف يستنكر ذلك الاطلاع في
من قلت شواغله لرياضة افواج
المجاهدات او لمرض صارف
لنفس عن الاشتغال بالبدن
واستعمال الآلة او لنوم ينقطع به
احاساته الظاهرة فان هؤلاء
قد يطلعون على مغيبات و
يخبرون عنها كما يشهد به
التسامع والتجارب بحيث لا يبقى
فيه شبهة للمنصفين۔

یعنی انبیاء علیہم السلام کا ان مغیبات پر مطلع ہونا،
کیوں کہ مستبعد ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ اطلاع علی
المغیبات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن کے شواغل
نفسانی مجاہدوں کی ریاضت یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے کم ہوں جو نفس کو اشتغال بالبدن اور آلات
کے استعمال سے روکنے والا ہو یا یہ شواغل ایسی غنیمت
کی وجہ سے کم ہوں جس کی وجہ سے اس سونے والے
کے احساسات ظاہری منقطع ہو گئے ہوں۔ پس
تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضات اور مجاہدے کرنے
والے اور مریض جن کو مایخی لیا ہو تو لبثت اور سونے
والے بھی) کبھی مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسے
کہ تجربہ شاہد ہے۔ کہ اہل انصاف کو اس
میں شبہ تک

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے۔ اس کے بعد حنف رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت و

جماعت کی طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

قلنا ما ذکرتم مردودٌ بوجوه
اذ الاطلاع على جميع المغيبات لا
يجب للنبي اتفاقا منا ومنكم
ولهذا قال سيد الانبياء لو كنت
جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے اس لئے کہ
تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے
کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر، کل
مغیبات پر مطلع ہونا تو نبی کے لئے کسی کے نزدیک بھی

ضروری نہیں نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک
اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
اگر میں غیب کو جاننا چاہتا تو میں نے خیر سے بہت سا
جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو بریلی میں چھوٹی اور بعض مغیبات
پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی غیر نبی
میں بھی پایا جاتا ہے) جیسے کہ خود تم کو اقرار ہے اس
لئے کہ تم اس کو جان کر رکھتے ہو یا حضرت کریموں
کے لئے اور مرئیوں کے لئے۔ اور سونے والوں کے

لئے۔ لہذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا۔

اعلم الغیب لا استکثرت من
الخیر وما منی السوء و
البعض ای الاطلاع علی
البعض لا یختص به ای بالنبی
كما اقررت به حیث جوزتموه
للمرتا ضیف والمرضى
والنائمین فلا یتمیز النبی
من غیر النبی۔

(شرح مواقف مصری ج ۳ ص ۵، ۱)

مولانا ذرا غور کیجئے اس عبارت اور حفظ الایمان کی عبارت میں کیا فرق ہے کیا اب آپ ان کو بھی
کافر کہیں گے؟ اگر میں نے کہیں ترجمہ غلط کیا ہو تو یہ کتاب حاضر ہے آپ صحیح کر کے دکھا دیجئے۔ آخر میں یہ او
عرض کرتا ہوں کہ مہربانی فرما کر وقت ضائع نہ کیجئے۔ کام کی باتیں کیجئے۔ واللہ مولانا اشرف علی صاحب سے میری
کوئی رشتہ داری نہیں نہ وہ میرے استاد ہیں اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ کسی میرے استاذ کے بھی استاد نہیں
بلکہ پرجہ پوچھئے تو مولوی احمد رضا خان صاحب سے ایک گونہ قرب حاصل ہے کیوں کہ وہ بریلی کے رہنے والے ہیں
اور میں سنبھل کا اور سنبھل بھی بریلی میں ہے۔ ہاں میرا ایمان ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ میں خواہ مخواہ کسی
دور قریب کے رہنے والے مسلمان کو کافر کہوں۔ البتہ بحث کو مختصر کرنے کے لئے اتنا اور کہتا ہوں کہ میرے نزدیک
حفظ الایمان کی عبارت بے غبار ہے اس میں ہرگز توہین نہیں۔ اگر توہین ہوتی تو میرے نزدیک بلکہ تمام امت
محمدیہ کے نزدیک اس کا مصنف کافر ہوتا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ وقت ضائع نہ کرو، اور آپ خود وقت
ضائع کرتے ہیں۔ جو میرا اصل سوال ہوتا ہے آپ اس کا جواب دیتے نہیں ہاں ادھر ادھر کی لالچنی باتیں
شرع کر کے وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ عبارت زیر بحث کا کیا قصہ آگے سمجھئے

ہے آپ نے ابھی تک کوئی معقول تعلق نہیں بتلایا جس سے معلوم ہو تاکہ اس عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر کے دیکھنے پر موقوف ہے بلکہ آپ نے اسی تعلق کو پھر بیان کر دیا جس کو آپ پہلے بیان کر چکے تھے۔ مولوی صاحب ! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ تعلق ایسا نہیں جس کی وجہ سے عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر پر موقوف ہو ایسا تعلق تو ہر کتاب کو اول سے آخر تک ہوا کرتا ہے۔ اس مرتبہ آپ نے شرح مواقف کی عبارت بھی پیش کی ہے اور اس کے متعلق بہت طول طویل تقریر کی ہے۔ پہلے تو یہ بتلائیے کہ اس میں لفظ ایسا کہاں ہے ؟ دوسرے یہ کہ آپ نے اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ نبی ہو جائے گا۔ یعنی نبوت ان کے نزدیک ایک کبھی چیز ہے۔ تو قاضی عضد صاحب مواقف اور شارح علامہ میدثر لہیان ان کے اس باطل عقیدہ کو رد فرماتے ہیں کہ۔ لے یوقوف ! تم نے نبوت کو کیا سمجھ لیا ہے اسے یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کے اندر یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ نبی ہو جائے۔

تیسری بات یہ کہ مولوی صاحب ! اس میں کما اقررتو کا لفظ ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی کہا جا رہا ہے بطور الزام ہے اپنے عقیدہ کا بیان نہیں اور حیث جو زتموہ کا لفظ اس کو اور زیادہ ظاہر کر رہا ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعض مغیبات پر اطلاع ہونا نبی کا خاصہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ تم یعنی فلاسفہ اس کو اہل ریاضات اور مریضوں اور سونے والوں کے لئے بھی جائز رکھتے ہو۔ الغرض شرح مواقف میں جو کچھ ہے وہ محض بطور الزام لکھا گیا ہے۔

اس مرتبہ آپ نے ”التصدیقات“ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ دیکھئے بس یہاں سے اعلیٰ حضرت اور آپ کے علماء کی دیانت کا فرق معلوم ہوتا ہے ”التصدیقات“ میں جو عبارت ”حفظ الایمان“ کی علماء حرمین کے سامنے پیش کی ہے وہ بعینہ ”حفظ الایمان“ کی عبارت نہیں ہے بلکہ اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بہت فرق ہے اور اعلیٰ حضرت نے حفظ الایمان کی جو عبارت حمام احقرین میں لکھی ہے وہ بعینہ ”حفظ الایمان“ کی عبارت کا اعلیٰ ترجمہ ہے اب بتلائیے علماء حرمین شریفین کو کس نے دھوکہ دیا۔ آپ اس کا جواب دیں۔ مولانا میں بھی سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب سے کوئی عداوت نہیں بلکہ ایک اعتبار سے جس قدر قرب مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب سے حاصل ہے اس قدر اعلیٰ حضرت سے بھی نہیں۔ اور

وہ یہ کہ میں بھی ضلع مظفر نگر کا رہنے والا ہوں اور حقانہ جھوٹ بھی ضلع مظفر نگر ہی میں ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ وہ بہت بڑے وسیع المعلومات عالم ہیں مجھے ان کی وسعت علمی سے انکار نہیں۔ بلکہ ایک زمانہ تک میں نے ان کی تکفیر بھی نہیں کی۔ اور جس زمانہ میں میں میاں بریلی آیا تو یہ وہ زمانہ تھا کہ اعلیٰ حضرت برابر مناظرہ کا اعلان دیتے تھے اور کوئی شخص مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا۔ تو میں نے تین سال تک مولوی اشرف علی صاحب کے بارہ میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا۔ بالآخر مجھ کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ کافر ہیں۔ تب میں نے ان کو کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب: تو پہلے تین سال تک آپ مولوی اشرف علی صاحب کے بارے میں غلطی سے مناظرہ کیا کرتے تھے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (ذرا زور دار لہجہ میں) جی ہاں ! جب کہ اعلیٰ حضرت سے نہ کوئی مناظرہ کرتا تھا اور نہ کر سکتا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا اب ذرا اپنی بھی خبر لیجئے

تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نبیؐ تو

جس ”حسام الحرمین“ کے فتوے سے آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو کافر بتا رہے ہیں کچھ خبر ہے اس کا آپ کے متعلق کیا حکم ہے۔ سنئے وہ لکھتے ہیں۔

من شك في كفرهم وعذابهم فقد كفر

یعنی جس نے ان کے کفر اور عذاب ابدی میں شک تردد کیا وہ بھی کافر ہے۔

اب مہربانی فرما کر یہ اور بتلا دیجئے کہ کب آپ از سر نو مسلمان ہوئے اور کس تاریخ، نکاح کی تجدید کی۔ اور

کون لوگ اس کے شاہد تھے ۔

ابھاسے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (نہایت پریشانی کی حالت میں) اچھی حضرت کافر تو میں ان کو اسی وقت

سے برابر جانتا تھا جب سے کہ میں نے حفظ الایمان دیکھی تھی۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا ابھی تو آپ فرماتے تھے کہ میں نے تین سال تک مولوی اشرف علی صاحب کی تکفیر کے بارے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا اس کے بعد میں نے ان کو کافر کہا۔ اور ابھی آپ فرماتے ہیں کہ میں ان کو کافر پہلے ہی سے سمجھتا تھا۔ اگر آپ کافر پہلے ہی سے سمجھتے تھے تو کیا مناظرہ سے محض مشت کی مقصود تھی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : جی ہاں مزید اطمینان کے لئے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا کرتا تھا تاہم کہ مولوی اشرف علی صاحب کے کفر میں مجھ کو کوئی شبہ تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : حاضرین کرام بالخصوص جناب صدر صاحب ! ملاحظہ فرمائیں کہ مولانا نے کس قدر جلد اپنی بات کو بدل دیا۔ آپ حضرات کو یاد ہو گا کہ مولانا نے صاف یہ کہا تھا کہ تین سال تک میں نے اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا اس کے بعد مجھ کو یقین ہو گیا کہ وہ کافر ہیں۔ تب میں نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور اب فرماتے ہیں کہ مجھے پہلے ہی سے ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ استغفر اللہ کچھ ٹھکانا ہے اس صداقت کا۔ خیر اب میں مولانا کی اصل تقریر کا جواب دیتا ہوں۔ اولاً تو مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ تعلق کوئی نہیں بیان کیا۔ کیوں جناب صدر صاحب کیا یہ صحیح ہے کہ میں نے ابھی تک کوئی معقول تعلق نہیں بیان کیا۔ یا نہیں اس عبارت کا ماقبل و مابعد سے دو مرتبہ تعلق بیان کر چکا ہوں۔

صدر صاحب : جی ہاں تعلق تو آپ بیان کر چکے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان من ! میں نے تعلق بیان کر دیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ اس تعلق کی وجہ سے عبارت زیر بحث کا صحیح مطلب سمجھنا بغیر اول آخر دیکھے دشوار ہے۔ آپ سے اگر ہو سکے تو میرے بیان کو ردہ تعلق کو رد کیجئے۔ ہر مرتبہ محض یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ کوئی تعلق بیان نہیں کیا۔ الغرض میں تعلق بیان کر چکا اس کی معقولیت بھی بتلا دی۔ اگر ہو سکے تو اس معقولیت کو رد کر کے اس کی نامعقولیت آپ ثابت کر دیں میں جواب دے لوں گا۔ شرح مواقف کی عبارت پر بڑا اعتراض آپ نے یہ کیا ہے کہ اس میں فلاسفہ سے الزام یہ کہا جا رہا ہے کہ بعض مفسبات پر مطلع ہونا نبی کے ساتھ خاص نہیں کیوں کہ ریاضت کرنے والوں۔ اور مالِ بخولیا والوں۔ اور سونے والوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ اگر جناب کا مطلب اس سے یہ ہے کہ خود قاضی عضد و علامہ میر سید شریف اس کے قائل نہیں

ہیں بلکہ محض الزام کہہ رہے ہیں تو یہ غلط اور محض غلط ہے۔ اس صورت میں تو فلاسفہ کا مدعا ثابت ہو جائے گا اور مصنف کی ساری تردیدی تقریبے کا رہ جائے گی۔ علاوہ اس کے یہ کہ بعض مغیبات پر غیر انبیاء علیہم السلام کا مطلع ہونا تو ایسی بدیہی بات ہے کہ قاضی عسجد اور علامہ میر سید شریف کیا معنی، بنو آپ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا علم نہیں، کیا جنیت و دوزخ، عرش و کرسی، لوح و قلم کا علم آپ کو نہیں، کیا حضرت جبریل و دیگر ملائکہ علیہم السلام و بعض انبیاء سابقین علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم بذریعہ قرآن و حدیث آپ کو نہیں، یا آپ کے نزدیک یہ چیزیں مغیبات میں سے ہیں ہیں؟ ان اشیاء کا علم ہر سامع کو ہے اور وہ یقیناً مغیبات میں سے ہیں۔ الغرض یہ کہ دینا کسی طرح صحیح نہیں کہ صاحب مواقف و شارح رحمہما اللہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض بطور الزام لکھا ہے ان کا خود یہ عقیدہ نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ مطالع الانظار شرح طوابع الانوار کی عبارت میں کسی طرح یہ گنجائش بھی نہیں کہ یہ کہا جاسکے کہ یہ جواب الزامی ہے۔ کیوں کہ اس میں نہ حکما اقررتہ نہ کالفظ ہے نہ حیث جوزتہ وہ کا وہ عبارت یہ ہے۔

فذهب الحكماء الى ان النبي من	حکماء کا یہ مذہب ہے کہ نبی وہ ہو سکتا ہے جو تین
كان مختصاً بخواص ثلاثة الاولى ان	خاص باتوں کے ساتھ مختص ہو۔ پہلی بات یہ کہ وہ غیب
يكون مطلعاً على الغيب لصفاء جوهر	پر مطلع ہو اپنے نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ کی ساتھ
نفسه وشدة اتصاله بالمبادئ	زیادتی اتصال کی وجہ سے بغیر سابقیت تعلیم
العالية من غير سابقة كسب وتعلم	و قلم کے اور اہلسنت
وتعليم وقد اورد على	کی طرف سے اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اسے
هذا بانهم ان ارادوا بالاطلاع	فلاسفہ کی مراد یہ ہے کہ نبی کو کل مغیبات پر اطلاع

لے جو کہ مطالع الانظار اس منظرہ میں ہمراہ نہیں تھی بدین وجہ محض حوالہ دے دیا گیا تھا اب بغرض تکمیل فائدہ خاکسار تب

المطلع على جميع الغائبات فصوليس
بشرط في كون الشخص نبيا بالانطلاق
وان ارادوا الاطلاع على بعضها
فلا يكون ذلك خاصة للنبي اذا ما
من احد الا ويجوز ان يطلع على
بعض الغائبات من دون سابقية تعلم
وتعليم -

ناظرین غور کریں کہ اس میں اور عبارت حفظ الایمان میں کیا فرق ہے -

التصدیقات کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس کے مضمون اور حفظ الایمان کے مضمون میں شمار برابر
فرق نہیں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ الفاظ کے بدل جانے سے حکم نہیں بدلتا۔ اس کے بعد یہ گزارش ہے کہ اگر کوئی نئی
بات کہنی ہو تو فرمائیے بے کار وقت ضائع کرنے کی حاجت نہیں۔

صدر صاحب : میں بہت ڈرتے ہیں اس کا اندازہ کر رہا ہوں کہ دونوں جانب سے بار بار ایک ہی بات
کی جا رہی ہے لہذا اب اگر کسی صاحب کو کوئی نئی بات کہنی ہو تو فرمائیں ورنہ محض اضاعت وقت میں کوئی
فائدہ نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : جناب نے جو کچھ فرمایا بالکل صحیح ہے لیکن میں مجبور ہوں اس لئے کہ
میرا منصب مجیب کا ہے تاوقتیکہ سائل کا سوال نہ بدلے جواب کیسے بدل سکتا ہے۔ ہاں اگر گڑھ گڑھ کے
جواب دول تو ہر مرتبہ نیا دے سکتا ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ واقعی بات تو ایک ہی ہو کر رہی ہے۔ لہذا آپ ملنا
کو مجبور کریں کہ وہ سوال بدلیں تاکہ لوگوں کا وقت ضائع نہ ہو۔

صدر صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر، مولانا میرے نزدیک اس بحث پر
فریقین کافی روشنی ڈال چکے ہیں لہذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ بحث ختم کر دی جائے اور کل صبح
سے دوسری بحث شروع ہو۔

ہونی چاہیے تو یہ تو بالاتفاق کسی کے نزدیک بھی
نبی ہونے کے لیے شرط نہیں۔ اگر ان کی مراد یہ ہے
کہ بعض تغبیات پر اطلاع ہونی چاہیے تو یہ نبی
کے ساتھ خاص نہیں ہو سکتا اس لیے کہ بغیر تعلیم
تعلیم بعض تغبیات پر مطلع ہو جانا ہر ایک کے لیے
ممکن ہے۔

مولوی رحمہ اللہی صاحب : مولوی صاحب میری باتوں کا جواب دے دیں تو دوسری بحث شروع ہو سکتی جب تک میرے اس سوال کا جواب نہ ہو میں کیسے دوسرا سوال کر سکتا ہوں۔

صدر صاحب : معاف کیجئے مولانا اس کا فیصلہ تو فریقین نہیں کر سکتے کہ جواب ہوا یا نہیں آپ کہیں گے کہ جواب نہیں ہوا اور دوسرا فریق کہے گا کہ جواب ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : بے شک فریقین تو نہیں کر سکتے لیکن جناب کو یہ بتی حاصل ہے۔

صدر صاحب : میں تو عرض کر چکا۔ میری رائے تو یہی ہے کہ اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑ چکی اس

بحث کو ختم کر دیا جائے۔ ہاں اگر مولوی رحمہ اللہی صاحب اسی بحث کے متعلق کوئی نئی بات فرمائی چاہیں تو فرما سکتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہی صاحب : جب میری پہلی ہی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا تو میں اور نئی باتیں پیش کر کے کیا کروں گا۔ اب میں کل کو دوسری ہی بحث شروع کروں گا۔

شب کو دس بجے کے قریب یہ جلسہ ختم ہوا اور قرار پایا کہ کل ساٹ بجے ”تحذیر الناس“ کی عبارت پر گفتگو شروع ہوگی۔ لیکن صدر صاحب و مولوی رحمہ اللہی صاحب کی تشریف آوری میں چونکہ کچھ دیر ہوئی اس لئے جلسہ تقریباً ۸ بجے شروع ہوا۔

مناظرہ کا دوسرا دن

۱۹ جولائی ۱۹۲۸ء یوم پنجشنبہ

مولوی رحمہ اللہ صاحب : حضرات آپ نے دیکھا کہ کل جو میں نے مولوی صاحب سے ”حفظ الایمان“ کے متعلق سوال کیا تھا اس کا جواب مولوی صاحب نے کچھ بھی نہیں دیا۔ مولوی صاحب نے شرح کی عبارت پڑھی اس پر میں نے سوال کیا کہ اس میں ایسا کالفظ کہاں ہے تو اس کا مولوی صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ پھر میں نے اس کا مطلب بیان کیا تو مولوی صاحب نے اس کا بھی کوئی رد نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرح مواقف کی عبارت کا جو مطلب میں نے بیان کیا تھا اس کا صحیح ہونا مولوی صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی صاحب سے جب کچھ بن پڑا ”التصدیقات“ پیش کی کہ اس میں علامہ حرمین نے مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ کو مسلمان لکھا ہے۔ میں نے اس پر اعتراض کیا کہ اس میں بعینہ حفظ الایمان کی عبارت نہیں لکھی گئی بلکہ بدل کر علامہ حرمین کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت نے بعینہ حفظ الایمان کی عبارت ”حسام الحرمین“ میں لکھی ہے اس کا بھی مولوی صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب میں تنزل کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ حفظ الایمان میں توہین نہیں ہے اور اس کا وہی مطلب ہے جو آپ نے بیان کیا۔ تب بھی مولوی اشرف علی صاحب کو چاہئے تھا کہ کم از کم اس کے الفاظ بدل دیتے وہ الفاظ آسمان سے تو اترے ہی نہیں تھے۔ بالخصوص جب کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں توہین ہے تو پھر ان الفاظ کے رکھنے ہی کی کیا ضرورت تھی ان الفاظ کا نہ بدلنا خود اس بات کو بتلاتا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب اس توہین کے الزام سے راضی ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ان کے وکیل بن کر ان کو مسلمان ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ خیر وہ بحث تو ختم ہی ہو گئی۔ اب میں ”تخذیر الناس“ کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ آپ ذرا مجھ کو حسام الحرمین دے دیجئے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب چونکہ گھر ہی سے مناظرہ کے ارادہ سے نہیں آئے تھے۔ جیسا کہ ان کی ابتدائی گفتگو سے ناظرین کو معلوم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مولانا محمد منظور صاحب : (صدر صاحب سے مخاطب ہو کر) بیٹے ہو چکا ہے کہ ہر مسئلہ پر مجیب کی تقریر آخری ہوگی۔ اور یہی اصول بھی ہے لہذا مولوی رحمہ اللہ صاحب کو دوسرے سوال کا جب حق ہے جبکہ وہ میری جوابی تقریر سن لیں لہذا مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں مولوی صاحب کی تقریر کا جواب دوں۔

صدر صاحب : تو پھر وہی سلسلہ شروع ہوتا ہے جو کل تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ صحیح ہے لیکن اس کی ابتداء مولوی رحمہ اللہ صاحب کی جانب سے ہونی ہے۔ اگر جناب کے نزدیک یہ مناسب نہ تھا تو مولوی رحمہ اللہ صاحب نے جس وقت اس کو شروع کیا تھا تو اس وقت ان کو روکنا چاہئے تھا۔ اب جب کہ وہ تقریر فرما چکے تو کوئی وجہ نہیں کہ مجھ کو جوابی تقریر کا حق دیا جائے۔

صدر صاحب : اچھا شروع فرمائیے۔

مولانا محمد منظور صاحب : معزز حاضرین ! آپ نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی دلیری دیکھی آپ فرماتے ہیں کہ ”حفظ الایمان“ کے متعلق جو سوال کیا گیا تھا اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ اسی حضرت ! جواب تو ایسا دیا گیا کہ آپ کا دل ہی خوب جانتا ہو گا اور سامعین نے بھی یہ دیکھ لیا کہ میرے اصل جواب پر یعنی اس مطلب پر جو میں نے ”حفظ الایمان“ کا بیان کیا آپ نے کوئی بھی اعتراض نہیں کیا۔ اور نہ انشاء اللہ آپ قیامت تک کوئی اعتراض کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ بھی مجبور ہیں آخر یہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں، مقتدین جو ہاتھ سے چھوٹے ہیں۔

اس وقت آپ کی مثال بالکل ان شیعہ حضرات کی سی ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے نفوذ باللہ آنحضرت صلی علیہ وسلم کی وفات کے وقت بھی تو میں کی اور یہ کہا کہ۔
 ”ان کو چھوڑ دو وہ بکواس کرتے ہیں“ (نفوذ باللہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہو چکا ہے اس لئے اپنے ساتھ کوئی کتاب بھی نہیں لائے تھے اور کتاب حتی کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے رسائل بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب ہی سے مانگتے تھے۔ اس سادگی پر کون نہ جراتے یا خدا : ملتے ہیں اور ہاتھ میں تو ابھی نہیں

اہلسنت ان کے اس نامعقول اور جھوٹے الزام کے ہزار دندان شکن جواب دیں لیکن وہ یہی کہہ جاتے ہیں کہ صاحب حضرت عمرؓ نے ضرور توہین کی۔ تو مہربان من نہ ہم سے ان کی زبان پکڑی جاتی ہے نہ آپ کی۔ اور اگر واقعی بات یہ ہے کہ آپ نے میرا جواب نہیں سمجھا تو یہ فہم عالی کا قصور ہے۔

گر نبیند بروز شپہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

”شرح مواقف“ کی عبارت پر آج بھی آپ نے روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حفظ الایمان اور شرح مواقف کی عبارت میں بڑا فرق ہے۔ حفظ الایمان میں لفظ ”ایسا“ ہے اور شرح مواقف میں وہ لفظ ہے۔ مولانا یہ آپ ایسی بات فرماتے ہیں کہ شاید آٹھ برس کا ناناوندہ بچہ بھی ایسی بے نیکی نہیں کہے گا۔

مہربان من! حفظ الایمان اردو میں ہے اور شرح مواقف عربی میں۔ بھلا اُس میں لفظ ”ایسا“ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر ایسے ہی دونوں عبارتوں میں فرق ثابت ہوتا ہے تو یہی کہہ دیجئے کہ وہ اردو میں ہے یہ عربی میں۔ وہ سفید کاغذ پر چھپی ہے اور یہ زرد پر۔ وہ تھکانہ بھون کی چھپی ہوئی ہے، یہ مصرکی۔ اس کی قیمت ایک آنہ بھی نہیں اور اس کی دس بارہ روپیہ ہے۔ گفتگو تو اس میں ہے کہ مضمون دونوں عبارتوں کا ایک ہے یا نہیں تو میں عرض کر چکا ہوں کہ مضمون دونوں کا متحد ہے بال برابر فرق نہیں۔ ذرا شرح مواقف کو بغور ملاحظہ فرمائیے میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ قیامت تک فرق ثابت نہیں کر سکتے۔ آپ نے جو اس کا مطلب بیان کیا ہے اس کا اس میں کوئی نام و نشان بھی نہیں۔ ذرا اپنے بیان کردہ مطلب کو اس کی عبارت سے چسپاں کر کے تو دکھا دیجئے۔

”التصدیقات“ کے متعلق جو آپ کو اعتراض ہے آج اس کو آپ نے پھر دہرایا ہے۔ میں اس کا مختصر جواب کل ہی دے چکا تھا لیکن خیر اب اس کو قدرے تفصیل سے پھر عرض کرتا ہوں۔ سنئے۔“

اس کا اندازہ آپ کو بھی ہوگا کہ لفظی ترجمہ میں بسا اوقات مطلب پورے طور سے سمجھ میں نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث اور فقہ کی کتابوں کا مطلب سمجھنے کے لئے کوئی شخص بھی لفظی ترجمہ کو کافی نہیں سمجھتا۔ جب یہ سمجھ لیا گیا تو سنئے۔ چونکہ مولوی خلیل احمد صاحب کا مقصود یہ تھا کہ علماء حرمین حفظ الایمان کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیں

اور اس کے بعد اس کے مصنف کے اسلام یا کفر کا فتوے دیں اس لئے انہوں نے محض لفظی ترجمہ نہیں کیا بلکہ
 ”حفظ الایمان“ کی پوری عبارت کا پورا مطلب عربی عبارت میں لکھ کر ان حضرات کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے
 لکھ دیا کہ ایسی بات کہنے والا ہرگز کافر نہیں۔ اور چونکہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا مقصد یہ تھا کہ حفظ الایمان
 کی عبارت کا مطلب نہ سمجھا جائے۔ اس لئے انہوں نے اول عبارت کا اول و آخر حذف کیا اور بیچ میں سے ایک
 ٹکڑا لے لیا اور اس کا بھی مطلب نہیں لکھا بلکہ لفظی ترجمہ جس کا فی نفسہ سمجھنا بھی آسان نہیں۔ اب سیکے کس نے
 دیانت داری سے کام لیا ؟

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک عربی شخص کہتا ہے۔

وكانت فاطمة بنت رسول الله صلعم تحت علي ابن

الح طالب رضي الله تعالى عنه۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کا کوئی چھوٹا بھائی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اس شخص نے حضرت فاطمہ

زہرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی سخت توہین کی ہے اور اس نے یہ کہا ہے کہ

”مختی فاطمہ بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیچے علی کے جو بیٹا ہے ابو طالب کا۔“

دوسرا شخص کوئی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا بھائی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ لے بندہ خدا !

یہ اس غریب کے سر محض بہتان ہے تم نے اس کی عبارت کا لفظی ترجمہ کر دیا جس کی وجہ سے یہ توہین پیدا ہو گئی،

اس کا مطلب تو یہ ہے کہ۔

”حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو صاحب زادی ہیں جناب رسول اللہ صلعہم کی وہ

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ مطہرہ تھیں“

اب بتلایئے کس نے نقل میں خیانت کی اور بددیانتی سے کام لیا۔ اب معلوم ہوا جناب کو مولوی احمد رضا

خان صاحب و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی دیانت کا فرق۔

اس مرتبہ آپ نے ایک معقول بات بھی کہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ عبارت حفظ الایمان

میں توہین نہیں لیکن جب کہ بہت سے لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس میں توہین ہے تو مولوی اشرف علی صاحب کا فرض

تھا کہ وہ کم از کم انہیں کی رعایت سے وہ الفاظ بدل دیتے۔ لیکن اس کا جواب دینے سے پہلے میں جناب سے دریافت کرتا ہوں کہ کبھی آپ نے یا آپ کی جماعت کے کسی سربراہ اور وہ نے بھی کسی خط کے ذریعہ حضرت مولانا کو یہ مشورہ دیا تھا ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : ہم کو کیا ضرورت تھی ان کو خود سوچنا چاہئے تھا۔
 مولانا محمد منظور صاحب : افسوس ! اس عبارت کے متعلق صد ہا اشتہارات و رسائل تو لکھے گئے جن میں کوئی بازاری گالی نہیں چھوڑی گئی اور وہ بذریعہ حرب شری تھا نہ مہجون بھی روانہ کئے گئے۔ اسی عبارت پر فتوے تکفیر حاصل کرنے کے لئے عرب کا سفر بھی کیا گیا۔ لیکن اتنا نہ ہوسکا کہ کبھی مخلصانہ طور پر تہذیب کے ساتھ حضرت مولانا کو سادے کارڈ کے ذریعہ یہ مشورہ دیا ہوتا۔ محض اس لئے کہ اس میں اصلاح کی ایک صورت تھی اور بہت ممکن تھا کہ مولانا اس کو قبول فرمائیے اور فرقہ وارانہ جنگ کا خاتمہ ہو جاتا۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں صاحب آپ کو ان کے کافر ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ لیکن۔ ”مطلب قاضی دیگر است“

اس کے بعد میں بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت مولانا کو یہ مشورہ دیا بھی گیا اور حضرت نے اس کو قبول بھی فرمایا اور وہ خط اور مولانا کی جانب سے اس کا جواب ”تفسیر العنوان“ کے نام سے چھپ بھی چکا ہے جو میرے پاس اس وقت موجود بھی ہے۔ اس خط کے الفاظ یہ ہیں۔

”حفظ الایمان کے سوال سوم کے جواب میں ایک شق میں یہ عبارت ہے۔ ”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے۔“ لہذا اس عبارت پر بعض حضرات شبہ کرتے ہیں کہ اس میں نعوذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مماثل اور مشابہ ٹھہرا دیا علم مجاہدین و بہائم کے اور یہ استخفاف ہے اور استخفاف کفر ہے اور اس شبہ کا جو جواب رسالہ بسط البنان میں لکھا گیا ہے وہ بالکل کافی وافی ہے۔ لیکن اسلامی دنیا میں چونکہ ہر فہم کے

لوگ میں یا کم از کم قصداً شبہ ڈالنے والے بھی موجود ہیں جو غیب ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھتے ہوتے ہیں خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے یا دنیویہ ہوں جیسا واقعہ ہے اس لئے کم فہم کی رعایت سے، تاکہ ان کو نہ خود شبہ ہو نہ دوسرے کوئی شبہ ڈال سکے، اگر ایسی عبارت میں اس طرح سے ترمیم کر دی جائے جس میں معنوں محفوظ رہے اور عنوان بدل جاوے تو امید ہے کہ موجب اجر ہوگا۔ گو یہ ترمیم درجہ ضرورت میں نہ ہوگی درجہ استحسان ہی میں ہوگی۔ آئندہ جو رہائے ہو۔

فقط۔۔۔۔۔

حضرت مولانا یہ جواب دیتے ہیں۔

» جزاکم اللہ تعالیٰ بہت اچھی رائے ہے کیوں کہ اس سے قبل کسی نے واقعی بنا ظاہر نہیں کی اس لئے ترمیم کو دلالت علی خلاف المقصود کے اقرار کے لئے مستلزم سمجھا۔۔۔۔۔ اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو۔۔۔۔۔ اس طرح بدلتا ہوں۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلعم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے البتہ اور ایسی عبارت بعینہا شرح مواقف۔۔۔۔۔ اور مطالع الانظار میں موجود ہے۔ اب اگر اس پر بھی کلام ہو تو پھر بدلنے کو تیار ہوں مگر شرح مواقف اور مطالع الانظار کی عبارت بدلنے کے بعد۔ واللہ الموفق۔

اشرف علی ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ وقت الضحیٰ۔

مولوی صاحب سنا آپ نے مولانا نے عبارت بدل بھی دی اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اگر اس پر بھی کلام

ہو تو میں پھر بدلنے کو تیار ہوں۔ اب کہئے کہ حضرت مولانا پر آپ کا یہ الزام کہاں تک صحیح ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہ کتاب ذرا مجھ کو دے دیجئے۔ کتاب دے دی گئی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : دیکھئے صدر صاحب ! اس میں یہ لکھا ہے کہ اب حفظ الایمان کی اس

عبارت کو جو اس سوال کے شروع میں ہے اس طرح پڑھا جائے، یہ نہیں لکھتے کہ اس طرح لکھا جائے۔ بلکہ یہ لکھتے ہیں کہ اس طرح پڑھا جائے، معلوم ہوتا ہے کہ بالکل بدلنا مقصود نہیں بلکہ لکھا تو وہی جائے گا جو پہلے

لکھا جا چکا ہے۔ ہاں پڑھنے کے متعلق کہتے ہیں کہ اس طرح پڑھا جائے۔ کھلا مولانا ! اس سے کیا ہوتا ہے ان کو یہ لازم تھا کہ پہلے جو عبارت لکھی گئی تھی اس کو قلمزد کر دیتے اور دوسری محفظہ الایمان چھپوا دیتے جس میں وہ عبارت نہ ہوتی بلکہ یہ نئی عبارت ہوتی ؟

مولانا محمد منظور صاحب : آپ حضرات نے مولانا کی اس تقریر سے انداز لیا ہوگا کہ اس وقت ہمارے فاضل مخاطب کا حال یہ ہے کہ اگر میں اس وقت یہ کہہ دوں کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں تو مجھے مخاطب صاحب شاید فوراً یہی فرمائیں گے کہ ہرگز نہیں بلکہ پانچ ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں میں مولانا کی اس پرغز اور نامعنی تقریر کا کیا جواب دوں۔ بہتر ہو کہ جناب صدر صاحب ہی اگر کچھ مناسب خیال فرمائیں تو فرمادیں۔

صدر صاحب : میرے نزدیک تو محض اس خط کا اور اس کے جواب کا چھپوا دینا ہی کافی ہے اس کی ضرورت نہیں کہ جو کتابیں پہلے چھپ چکی ہیں ان کو جمع کر کے ان کی عبارات کو قلمزد کیا جائے اور ان میں یہ نئی عبارت لکھی جائے اور نہ میرے نزدیک یہ کسی کے امکان میں ہے۔ میں مسئلہ مسائل تو جانتا نہیں میں ایک نامعلوم شخص ہوں۔ ہاں اخبارات دیکھا کرتا ہوں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایڈیشن میں کوئی نمبر غلط چھپ جاتی ہے تو دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو جاتی ہے یہ نہیں کیا جاتا کہ پہلے ایڈیشن کے تمام پرچوں کو جمع کر کے اصلاح کی جائے۔ ہاں یہ ضرور ہونا چاہئے کہ اس کے بعد اگر وہ کتاب چھپے تو اس میں وہ عبارت درج کی جائے جو بعد میں بدلی گئی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : خدا کا شکر ہے کہ مولانا کے اعتراض کی حقیقت آپ حضرات پر بھی آشکارا ہو گئی اب میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ ”محفظہ الایمان“ اس واقعہ کے بعد چھپی ہے اور اس میں یہی نئی عبارت ہے وہ پہلی عبارت نہیں ہے۔ اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ سنئے ! اس میں عبارت زیر بحث کی بجائے یہ لفظ ہیں۔

”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلعم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو

غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی حاصل ہیں الخ“

مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہ کون سی کتاب ہے ذرا مجھ کو دے دیجئے۔ کتاب دے دی گئی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد غور بسیار) آپ نے یہ بھی دیکھا کہ یہ حاشیہ میں کیا لکھا ہوا ہے ؟
 مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں ! دیکھا ہے۔ یہ لکھا ہے کہ اس جگہ اصل میں عبارت اور تھی
 جو ”تغییر العنوان“ کے سوال میں موجود ہے اس کی بجائے یہ عبارت بدل دی گئی ہے اور بدلنے کی وجہ تغیر العنوان
 ہی میں لکھی ہوئی ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : دیکھئے صدر صاحب ! مولوی اشرف علی صاحب یہ نہیں چاہتے کہ
 دنیا اس عبارت کو بھول جائے۔ نہی حفظ الایمان بھی چھپو اتنی تو اس کے حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ ہماری اصل عبارت
 تغیر العنوان میں دیکھ لینا۔ بھلا اس کے یاد دلانے کی کیا ضرورت تھی ؟ اسی کی تو ہم لوگوں کو شکایت ہے۔
 مولانا محمد منظور صاحب : مولانا آپ کا بھی وہی مضمون ہے

”ملا آں باشد کہ چپ نہ شود“

خیر لیجئے اس کا جواب بھی سنئے۔ حضرت مولانا کو معلوم تھا کہ اس وقت دنیا میں نفاذیت کا بازار
 گرم ہے۔ بعض نام نہاد مسلمانوں کا پیشہ ہی یہ ہے کہ وہ دوسروں پر الزام رکھنے کے لئے موقع کے مشالشی بہتے
 ہیں اگر حفظ الایمان میں یہ حاشیہ نہ ہوتا تو آپ ہی کے کوئی چھوٹے بھائی یہ فرماتے کہ ؟ دیکھا اگر حفظ الایمان
 کی عبارت میں توہین نہیں تھی تو پھر کیوں عبارت بدلی معلوم ہوا کچھ دال میں کالا تھا ایسے لوگوں کی دہان دوزی
 و زبان بندی کے لئے حضرت مولانا نے حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ یہ عبارت بدلی ہوئی ہے اور جو بدلنے کی وجہ ہے
 وہ ”تغییر العنوان“ میں ہے یعنی یہ کہ گمراہ کرنے والوں کو گمراہ کرنے کا موقع نہ ہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ یہ مجلس مناظرہ ہے یہاں وہ بات کہنی چاہئے جو مناظرہ کی شان کے لائق ہو
 یہاں چپ نہ شود کے ثبوت دینے کی ضرورت نہیں میں خود اعتراف کرتا ہوں کہ آپ چپ نہیں ہو سکتے۔ لہذا آپ
 ”تخذیر الناس“ کے متعلق جو اعتراض کرنا چاہتے ہیں اس کو شروع کیجئے۔

اے خدا کی قدرت کہ دوسرے ہی روز کو جب مولوی عبدالعزیز خان صاحب، مولوی رحمہ اللہ صاحب کی امداد کے لئے بریلی سے آئے
 تو ایک موقع پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب سے فرمایا کہ آپ فضول مولوی اشرف علی صاحب کی وکالت کرتے ہیں۔ انہوں نے
 (بقیہ حاشیہ بر صغیر آئندہ)

مناظرہ - بر عبارت تحذیر الناس

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (حسام الحرمین ہاتھ میں لے کر) کہتے ہیں آپ کی خاطر "تحذیر الناس" ہی کی بحث شروع کرتا ہوں۔ آپ کے مولوی محمد قاسم صاحب اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں لکھتے ہیں کہ:-

» بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں :-

دیکھئے اس عبارت میں مولوی محمد قاسم صاحب اس کو مان رہے ہیں کہ آپ کے زمانے میں بھی اور نبی ہو سکتے ہیں اور آپ کے زمانے کے بعد بھی۔ اور اس سے حضور صلعم کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔ بلکہ غضب تو یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ عوام الناس کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک جو شخص خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں وہ عوام میں داخل ہے اور اہل فہم میں سے نہیں۔ حالانکہ خود رسول صلعم نے اس کے یہی معنی سمجھے ہیں اور صحابہ اور تابعین اور سارے ائمہ نے بھی اس کے یہی معنی سمجھے ہیں۔

حضور صلعم فرماتے ہیں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری مثال ایک مکان کی سی ہے جس کو اچھی طرح بنایا گیا ہو لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو اور لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کرتے ہوں کہ مکان اس قدر اچھا بنایا گیا ہے لیکن یہ اینٹ کی جگہ کیسی خالی ہے۔ پس میں وہ اینٹ ہوں جس نے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) خود عبارت بدل کر یہ تسلیم کر لیا کہ اس میں تو ہیں تھی۔ اگر نہیں تھی تو بدلا کیوں؟ اور چونکہ مولوی عبدالعزیز خان صاحب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے نائب تھے اس لئے چھوٹے بھائی کا لفظ بھی خوب چسپاں ہوا۔ ۱۲

نبوت کے گھر کو مکمل کر دیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

ان دو حدیثوں اور ان کے علاوہ اور بے شمار حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا و مولا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ لیکن مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو سب سے آخر کا نبی خیال کرنا عوام کا خیال ہے اہل فہم کا نہیں۔ اس میں حضور صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا بھی انکا جہ اور حضور کی توہین بھی ہے۔ بلکہ تمام صحابہ اور تابعین اور ائمہ مفسرین کی توہین ہے کہ ان کی تفسیروں کو عوام کا خیال بتایا داسی وجہ سے علماء شریعت نے ان کو کافر کہا ہے۔ اگر آپ بھی انہیں کافر سمجھتے ہیں تو فیصلہ ہوا میرا آپ کا کوئی سبکدوش نہیں۔ اور اگر آپ ان کو مسلمان جانتے ہیں تو اس کا جواب دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی صاحب نے اپنی اس تقریر میں قاسم العلوم و انجرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر دو اعتراض کئے ہیں۔ اول یہ کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں۔ اور یہی مولوی صاحب کا بڑا اعتراض ہے۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی معاذ اللہ توہین کی۔

قبل اس کے کہ میں ان اعتراضوں کا مفصل جواب دوں پہلے یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ خود حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ اس کے متعلق کیا ہے۔ جس کتاب کی عبارت ہمارے مخاطب صاحب نے پڑھ کر آپ حضرات کو سنائی ہے وہ میرے پاس موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۱۰ پر یہ عبارت ہے۔

» سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمت زمانی

بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلہ

ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او كما قال جو بظاہر بطرز

مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی۔ کیوں کہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ

گیات ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم

تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی ایسا ہی ہو گا۔ جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ

باوجود دیکھ الفاظ احادیث مشرقیہ و رکعات متواتر نہیں۔ جیسا ان کا منکر کافر ہے اس کا

منکر بھی کافر ہو گا۔ الخ

اس عبارت میں حضرت مولانا نے حضور انور صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی چار دلیلیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ

قرآن عزیز میں جو لفظ خاتم النبیین آنحضرت صلعم کی شان میں وارد ہے اس سے ختم نبوت زمانی اور ربی دونوں مراد ہوں تو اس صورت میں حضور صلعم کا آخر الانبیاء اور سب سے پچھلا نبی ہونا قرآن عزیز سے بدالاحت مطابق ثابت ہوگا۔

۲ : دوسری یہ کہ لفظ خاتم النبیین سے محض خاتمت ربی مراد لی جاسکتے۔ لیکن چونکہ اس کے لئے ختم زمانی لازم ہوگا ہے اس لئے اس لفظ خاتم النبیین کی دلالت اس پر بطور التزام ہوگی۔

۳ : تیسری دلیل یہ بیان کی کہ احادیث متواترۃ المعنی سے آپ کا خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونا ثابت ہے۔

۴ : چوتھی دلیل یہ کہ امت محمدیہ کا اس پر اجماع منقذ ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلعم سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آخر میں یہ بھی فرمادیا کہ ختم نبوت زمانی کا منکر کافر ہوگا۔

حاضرین! مجھ کو اور آپ کو سب کو ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے ذرا انصاف سے کہنے کے جو شخص اتنی

دلیلوں سے ختم نبوت ثابت کرے اور اس کے منکر کو کافر بتلے کیا اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ یہ عقیدہ

رکھے کہ حضور صلعم کے بعد اور بھی نبی آسکتے ہیں۔ اسی کتاب میں جا بجا اس قسم کی اور بھی عبارات موجود ہیں۔ لیکن میں

بخوف طوالت ان کو نظر انداز کرتا ہوں۔ پھر یہ کہ یہ مضمون مولانا مرحوم کی متعدد کتابوں میں ملے گا مٹھن اسی کتاب میں

نہیں۔ میرے پاس اس وقت حضرت مرحوم کی مشہور کتاب ”منظرہ عجیبہ“ ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس

میں سے بھی دو ایک عبارتیں سنا دوں۔ سنئے۔ ”منظرہ عجیبہ ص ۳۹“

”خاتمت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناسحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔ سو اگر ایسی باتیں

جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔“

پھر اسی منظرہ عجیبہ کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں۔

”خاتمت زمانی سے مجھے انکار نہیں بلکہ یوں کہنے کے منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی۔

افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جلا دیئے۔ اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے

پر رسول اللہ صلعم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔“

اور اسی منظرہ عجیبہ کے صفحہ ۱۰۳ پر فرماتے ہیں۔

در اثناع بالغیر میں کلام ہے اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلعم کسی اور نبی کے ہونے

کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں

اس کے علاوہ حضرت مولانا مرحوم کی دیگر تصانیف میں بھی اسی قسم کے مضامین کی کثرت موجود ہیں۔ جنگو پڑھ کر سننے کی اب چندال حاجت نہیں۔ ایک منصف مزاج کے لئے اتنا ہی کافی ہے اس کے بعد میں صاف طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ انتہاء درجہ کی بے شرمی ہے اگر کوئی حضرات علماء دیوبند پر یہ الزام رکھے کہ وہ معاذ اللہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آج امت محمدیہ کی عمر ساڑھے تیرہ سو برس کی ہوتی ہے لیکن میں بیابانگ دہل دعوت سے کہتا ہوں کہ مسئلہ ختم نبوت کی جو خدمت فرزند ان دیوبند نے کی ہے اس کی نظیر آج تک کوئی پیش نہ کر سکا۔ نہ پیش کر سکتا ہے مسئلہ ختم نبوت پر محض مولانا مولوی محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے چار رسالے ہیں۔

۱: ہدیۃ المہدئین فی آیۃ خاتم النبیین - ۲: ختم النبوة فی القرآن - ۳: ختم النبوة فی الحدیث - ۴: ختم النبوة فی الآثار

ختم النبوة فی القرآن : میں تقریباً ایک سو آیات سے جناب رسول اللہ صلعم کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ختم النبوة فی الحدیث : میں تقریباً دو سو احادیث نبویہ سے آنحضرت صلعم کا آخر الانبیاء ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ختم النبوة فی الآثار : میں سلف صالحین کے بے شمار اقوال سے ختم نبوت کا ثبوت دیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانے وہ کافر ہے۔ یہ چاروں رسالے قادیانیوں کے رد میں تنہا مولوی محمد شفیع صاحب کے ہیں۔ ان کے علاوہ جو رسائل اور مضامین دیگر حضرات دیوبند کے ہیں وہ جداگانہ ہیں۔ جن کا ایک مجلس میں شمار کرنا بھی آسان نہیں۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ آپ نے یا آپ کی جماعت کے کسی شخص نے قادیانی جماعت سے کبھی مسئلہ ختم نبوت پر مناظرہ کیا ہو۔ اگر آپ مجھ سے دریافت کریں تو ایک ڈنڈ نہیں بلکہ دس، بیس جگہ ایسی لگا سکتا ہوں جہاں فرزند ان دارالعلوم دیوبند نے قادیانی جماعت سے اسی مسئلہ ختم نبوت پر مناظرے کئے ہیں بلکہ ان میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں آپ کی جماعت کے لوگوں نے آپ حضرات کو تار پر تار دیتے لیکن چونکہ مسئلہ ختم نبوت پر کسی قادیانی سے گفتگو کرنا آسان نہ تھا اس لئے تاروں

کا جواب بھی نہ دیا گیا۔ اس کے بعد ان غریبوں نے دیوبند سے مناظر طلب کئے اور وہاں سے فوراً بھیجے گئے۔ اسی کا اثر ہے کہ آج قادیانی جماعت کو علماء دیوبند کے نام سے بخار چڑھتا ہے۔ ان واقعات کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ علماء دیوبند نفوذ باللہ ختم نبوت کے منکر ہیں تو اس کا جواب بس یہ ہے کہ یہ ہے۔

”سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ“

دوسرا اعتراض آپ کا حضرت فاطمہ العالو الخیرات پر یہ تھا کہ معاذ اللہ انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر دی۔ میں کل عرض کر چکا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ لیکن واقعہ میں توہین ہونی چاہئے۔ جس ذات قدسی صفات کے متعلق آپ یہ فرما رہے ہیں کہ العیاذ باللہ انہوں نے حضور صلعم کی توہین کی ہے۔ ذرا ان کا کلام اٹھا کر دیکھئے۔ بخدا وہ ایسے عاشق رسول اللہ صلعم ہیں کہ آج ان کی نفیر ملنا بھی شہوار ہے۔ مولانا مرحوم اپنے قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں :-

تو فخر کون و مکان زبدۂ زین زماں
ہر شکر پیغمبران شہ برابر
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چپ
آگے چل کر فرماتے ہیں :-

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
جو تو ہی ہسکونہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا ترے سوا غنچار
ایک جگہ فرماتے ہیں :-

امید میں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگاہ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوؤں تو ساتھ سگاہ حرم کے تیرے پھول
مردوں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے
کہ میں ہوں اور سگاہ حرم کی تیرے قطار
اڑا کے باد مری مشبہ خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روضہ کے آس پاس شمار
وے یہ ترسہ کہاں مشبہ خاک قاسم کا
کہ جانے کو چہ اظہر میں تیرے بن کے غبار
مگر نسیم مدینہ ہی گرد باد بن
کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا قرار

۶۳
 اگرچہ جی چاہتا ہے کہ اس قصیدہ کو تبہا مہا پڑھ کر سناؤں مگر خوف طوالت چھوڑتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ
 نے جن لوگوں کو سمجھ دی ہے وہ اسی سے سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت مولانا مرحوم کو جناب رسول اللہ صلعم کے کس
 درجہ عشق تھا۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ جب حضرت مرحوم حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر بغرض
 زیارت روضۃ النور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے ہیں تو کئی منزل پہلے اونٹ سے اتر پڑے۔ ادب و تعظیم کے لئے پایا
 چلنے لگے۔ پیروں میں کانٹے لگتے تھے۔ پتھروں کی ٹھوکروں سے قدموں کا حال دگرگوں تھا مگر ادب کی وجہ سے
 سوار نہ ہوتے تھے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے اور زیارت روضۃ النور سے مشرف ہوئے تو غلاف شریف پر نظر پڑی دھڑا
 خیال ہوا کہ میرے پیر کی جوتی کا کیمخت بھی سبز رنگ کا ہے اور یہ غلاف شریف بھی۔ اس خیال کے آتے ہی جوتی پاؤں
 سے نکال دی اور اس کے بعد عمر بھر کیمخت کی لگی ہوئی جوتی نہ پہنی۔ محض اس خیال سے کہ وہ روضۃ النور کے غلاف کے
 ہم رنگ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس آج ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ جناب رسول اللہ صلعم کے دشمن ہیں اور حضرت کی توہین
 کرتے ہیں۔ مسلمانو! خدا را بتاؤ کہ اگر یہ بھی دشمن ہیں تو دوست کس جگہ بٹتے ہیں سمجھا اس وقت حضرت مولانا
 جامی رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعر یاد آتے ہیں۔ فرماتے ہیں :-

چنین کردند و خلق در تماش
 ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا
 کہیں روئے نکو بدکاری آید
 و زین دل دار دل آزاری آید

اس کے بعد میں مولانا کے اعتراض کی حقیقت بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ جو عبارت اس وقت مولانا
 نے ”حسام الحرمین“ سے ”تحذیر الناس“ کی پڑھی ہے وہ ایک جگہ کی عبارت نہیں۔ بلکہ اس میں ایک فقرہ
 صفحہ ۲۸ کا۔ ایک صفحہ ۱۴ کا۔ ایک صفحہ ۲۸ کا ہے۔

مولانا! اگر اسی طرح کسی کا کفر ثابت ہوتا ہے تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے ایک ایک
 رسالہ سے ہزار ہزار، دو دو ہزار کفریات نکال دوں۔ میرے محترم ”تحذیر الناس“ تو ایک بشر کی کتاب ہے
 اگر کوئی مولوی احمد رضا خان صاحب کا چھوٹا بھائی ایسی ہی حیا داری پر اتر آئے تو پھر قرآن عزیز سے بھی معاذ اللہ
 سہلہ شمار مضامین کفریہ جمع کر سکتا ہے۔ بلکہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تو اتنی کلفت بھی اٹھائی کہ ایک فقرہ
 صفحہ ۳ کا لیا۔ دوسرے صفحہ ۱۴ کا۔ تیسرے صفحہ ۲۸ کا۔ اُس کو شاید اتنا بھی نہ کرنا پڑے بلکہ ایک صفحہ نہیں بلکہ ایک

ہی آیت میں الٹ پھیر کر کے ایسے مضامین بنا سکتا ہے۔
مثالیوں کے کہ معاذ اللہ قرآن شریف میں ہے۔

”ان الابرار لفي جحيم وان الفجار لفي نعيم“

یعنی اچھے لوگ جہنم میں جائیں گے اور بدکار جنت میں؟ اور کوئی پوچھے کہ قرآن شریف میں کہاں ہے تو کہہ دے کہ پارہ عم - سورۃ الفطار میں ہے۔ حاضرین یہ ہے حقیقت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے الزامات کی۔ مختلف جگہ کی عبارتیں جمع کر کے ایک کفریہ مضمون بنایا اور لکھ دیا کہ فلاں نے یہ مضمون لکھا ہے لہذا کافر یہ بھی نہیں بتلاتے کہ یہ عبارتیں مختلف مقامات کی ہیں۔ بلکہ ایک مسلسل عبارت لکھ دی جاتی ہے جس سے ہر ایک دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے ”تخذیر الناس“ میں کہیں یہ لکھا ہو گا۔ پھر یہ بھی نہیں کہ ترتیب وار لکھا ہو بلکہ صریح کفری مضمون بنانے کے لئے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہ خیانت کی پہلے صفحہ ۱۲، کافقرہ لکھا۔ پھر صفحہ ۲۸ کا۔ پھر صفحہ ۳۰ کا۔ واللہ اگر مجھ سے ایسی حرکت ہو جاتی تو میں ہر گز اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ کسی مناظرہ کے جلسہ میں شریک ہوں۔ لیکن صد آفریں آپ حضرات کی حیاد شرم پر کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے تو یہ خیانت کی ہی تھی لیکن آپ حضرات بجائے اس کے کہ اس کی پردہ پوشی کرتے آج مجلس مناظرہ میں اس کو پیش کرتے ہیں۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

لیجئے اب میں ان فقروں کا علیحدہ علیحدہ صحیح مطلب بیان کرتا ہوں۔ جو فقرہ آپ نے سب سے آخر میں پڑھا ہے وہ ”تخذیر الناس“ کے صفحہ ۳ کا ہے۔ اور یوں سمجھئے کہ تذخیر الناس گویا اسی سے شروع ہوتی ہے۔ اس جگہ حضرت مولانا مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے بلکہ آیت کریمہ ”ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین“ الایۃ کے معنی میں کلام فرما رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

”ان الابرار لفي نعيم و ان الفجار لفي جحيم“

یعنی نیک جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں۔ ۱۲

”د اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں“ یعنی آیت کریمہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اول اس کے معنی سمجھنے چاہئیں۔
اس کے بعد فرماتے ہیں۔

”د سعوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی سمجھا کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں“
یعنی عوام کا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط اس معنی کہ خاتم النبیین ہیں کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ مولانا یہ نہیں فرما رہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ عوام کے نزدیک اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ یعنی بس اسی معنی میں حصر کرنا اور لفظ خاتم النبیین کے بس یہی معنی کرنا اس کو مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ حصر کرنا عوام کا خیال ہے۔
پھر فرماتے ہیں۔

”د لیکن اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“
یعنی زمانے کے اول یا آخر میں آنا اس میں بالذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی فضیلت نہیں بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری زمانے میں تشریف لانا اس آخری زمانے کے لئے باعث فضیلت ہے۔
اس زمانے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں چار چاند نہیں لگے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری نے اس زمانے میں چار چاند لگا دیئے اور وہ خیر القرون کہلایا۔ اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا نوح علیہ السلام یا سیدنا حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی تشریف لاتے تو وہی زمانہ خیر القرون کہلایا جاتا۔ تو مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ عوام کے نزدیک لفظ خاتم النبیین کے بس یہی معنی ہیں لیکن یہ حصر مناسب نہیں۔ اس لئے کہ اس میں کوئی بڑی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں نکلتی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی تعریف کے موقع پر یہ لفظ (خاتم النبیین) فرمایا ہے۔ لہذا اس کے اگر ہو سکیں تو کوئی ایسے معنی کرنے چاہئیں جن میں پورے طور سے فضیلت محمدی نکلے پھر اپنی ساری کتاب میں اُسی معنی کی تفصیل فرمائی ہے جس کا حاصل تھوڑے لفظوں میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

لفظ خاتم النبیین کے معنی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ عزیز کے نزدیک



مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قرآن عزیز میں خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس سے خاتمیت زمانی بھی مراد لی جائے اور خاتمیت مرتبی بھی۔ خاتمیت زمانی کو تو آپ حضرات بھی جانتے ہوں گے۔ یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ اور خاتمیت مرتبی کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض اور آپ کے واسطے سے۔ یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی واسطے کے کمالات نبوت عطا فرمائے گئے۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سرور عالم کے واسطے سے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو بالذات روشن بنایا یعنی یہ کہ وہ اپنی روشنی میں کسی دوسری روشن چیز کا محتاج نہیں اور اس کی روشنی کسی دوسری روشنی سے مستفاد نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالذات نبی بنایا اور آپ اپنی نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں۔ اور جس طرح کہ چاند اور دوسرے ستاروں کو بالعرض یعنی آفتاب کے ذریعے سے روشن کیا اور وہ اپنی روشنی میں آفتاب کی روشنی کے محتاج ہیں اور ان کی روشنی آفتاب کی روشنی کا عکس ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی بالعرض بنایا۔ یعنی ان کو کمالات نبوت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائے اور وہ اپنی نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں اور ان کی نبوت حضور سرور عالم کی بارگاہ نبوت سے مستفاد ہے۔

الغرض مولانا فرماتے ہیں کہ لفظ خاتم النبیین سے فقط یہ نہ مراد لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مراد لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں یعنی اپنی نبوت میں کسی دوسری مخلوق کے دست نگر نہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے فیض کے دست نگر ہیں، تو مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو قسم کی خاتمیت ثابت ہوئی۔ ایک خاتمیت زمانی دوسری خاتمیت مرتبی۔ جس کا مطلب میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں کہ

» یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو گیا بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے «

پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں کہ۔

» بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا «

الغرض یہ دونوں فقرے خاتمیت مرتبی کے متعلق ہیں نہ خاتمیت زمانی کے متعلق۔ جیسا کہ ہر تھوڑی سی عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ پس حضرت مرحوم کو ختم نبوت زمانی سے انکار نہیں بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بس آنحضرت صلعم زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ جس کا مختصر الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ آپ نبی الامت ہونے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور جس طرح ہم غلامانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت کے دربار سے فیض یاب ہیں اسی طرح آدم و نوح و ابراہیم و اسماعیل و موسیٰ و عیسیٰ و کل انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ و السلام بھی آپ کی بارگاہ رسالت پناہ سے فیض یاب ہیں اور اسی مضمون کو ایک جناب رسول اللہ صلعم کا سچا عاشق ایک شعر میں ادا کرتا ہے ۔

فکل من رسول اللہ ملتئم قطراً من البحر اور شقامن الیم

رب صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرت مولانا نے تو وہ بات کہی تھی کہ عاشقانِ محمدی کو قربان ہونا چاہئے تھا۔ لیکن افسوس مولوی احمد رضا

خان صاحب کی دیانت پر کہ محض اپنی شہرت کی غرض سے عبارت میں ناجائز قطع و برید کی اور ایک فقرہ صفحہ ۲۸ دوسرے صفحہ ۱۲۔ قیسر صفحہ ۳۰ کا لکھ کر زبردستی ایک کفری مضمون بنایا اور لکھ دیا کہ صاحب مولوی محمد قاسم صاحب نے ختم نبوت کا انکار کر دیا۔ (لعنة الله على الكاذبين)۔

اگرچہ محمد اللہ مولانا کے دونوں اعتراضوں کا کافی شافی جواب ہو گیا اور ہمارے ذمہ کوئی بات باقی نہیں رہی لیکن میں حاضرین کی خاطر یہ بھی بتلادینا چاہتا ہوں کہ یہ تحقیق کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی بالعرض۔ یعنی ان کو نبوت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملی محض مولانا ہی کی نہیں بلکہ اس کا قرار ایک سچے خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی کیا ہے سنئے مولوی احمد رضا صاحب اپنی کتاب ”جزاء اللہ عدوہ“ مطبوعہ حسنی پریس بریلی صفحہ ۲۳ پر فرماتے ہیں۔

”اور نصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علمائے اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روزِ اول سے اب تک اب سے قیامت تک۔ قیامت سے آخرت تک۔ آخرت سے اب تک۔ مومن یا کافر مطیع یا فاجر ملک یا انسان جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہیں کے صبا ئے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی انہیں کی ہاتھوں پر بٹی اور بٹی ہے اور بٹے گی۔ یہ سر الوجود و اصل الوجود خلیفۃ اللہ الاعظم ولی نعمت عالم ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم“

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس کو جو کچھ نعمت ملی روحانی ہو یا جسمانی۔ دینی ہو یا دنیوی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطے سے ملی اور چونکہ نبوت بھی ایک بڑی بلکہ سب سے بڑی نعمت ہے تو معلوم ہوا کہ جس کو بھی نبوت عطا ہوئی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھ سے عطا ہوئی۔ اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ مضمون خان صاحب کا مسروقہ ہے۔ اور محمد اللہ ہم پر بھی بنا سکتے ہیں کہ یہ سرقہ کہاں سے ہوا ہے لیکن ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ ہمیں تو یہ ثابت کرنا تھا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی بالعرض جانتے ہیں۔ وہ بفضلہ تعالیٰ اس عبارت سے کما حقہ ثابت ہو گیا۔ اب جو شخص مصنف تحذیر الناس

کی تکفیر کرے اس کو چاہئے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی پہلے غلطی میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے فاضل مخاطب نے اور تمام حاضرین نے اب تحذیر الناس کے تینوں فقروں کا صحیح مطلب سمجھ لیا ہوگا۔ اگر پھر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت سمجھوں گا تو پھر انشاء اللہ عرض کر دوں گا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ -

مولانا کی یہ تقریر ۵۴ منٹ میں ختم ہوئی۔ ہم صدر صاحب کے دل سے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے تقریر کی نوعیت دیکھ کر باوجود وقت گزر جانے کے نہیں روکا اور ۵۴ منٹ برابر جاری رہنے دی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد از خطبہ) آپ حضرات نے مولوی صاحب کا دعوٰ غلط سمجھا لیا باتوں کی یہاں کیا ضرورت تھی میں نے جس عبارت پر اعتراض کیا تھا اس کا جواب دینا چاہئے تھا۔ میرا اعتراض یہ تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھنا کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ اس عبارت میں خود حضرت رسالت و جمیع صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین کی توہین ہے کیوں کہ اس آیت کے معنی خود انحضرت نے بھی ہم کو یہی بتلائے ہیں۔ اور صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین نے بھی یہی سمجھے ہیں۔ اور مولوی محمد قاسم صاحب کہتے ہیں کہ یہ عوام کا خیال ہے اہل فہم کا نہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ کیا آپ کے نزدیک بس ماں بہن کی گالیاں دینا ہی توہین ہے ؟ آپ سے یہ تو ہونہ سکا کہ اس کا کوئی جواب دیتے۔ آپ نے قصیدہ نعتیہ کے شعر سنائے کہ دیکھئے مولوی محمد قاسم صاحب کو حضور سے کس درجہ محبت ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک شخص آپ کے یا آپ کے کسی استاد کے متعلق ایک اشتہار شائع کرے اور اس میں لکھے کہ آپ سوتلے ہیں۔ گدھے ہیں۔ کتے ہیں۔ پاچی ہیں۔ غرض ایسے ہیں ویسے ہیں پھر آپ کے دوست احباب کی خوشنودی کے لئے ایک دوسری تحریر میں لکھے کہ آپ معظم ہیں مکرم ہیں عالم ہیں فاضل ہیں۔ تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ اس نے میری توہین نہیں کی۔ وہ مجرم نہیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ نالائق

تو مجرم ہے جب تک کہ اپنی پہلی تحریر کی معافی مولوی صاحب سے نہ چاہے گا تیرا جرم باقی رہے گا۔ ایسے ہی اگر کہیں مولوی محمد قاسم صاحب نے مسلمانوں کا دل خوش کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف بھی کر دی تو کیا اس سے ان کا اسلام ثابت ہو جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ جب تک وہ اس کی توبہ نہیں کرتے تو یہ نہ کریں ہرگز مسلمان نہیں۔ مولوی صاحب! یہ وعظ کی جگہ نہیں یہ مجلس مناظرہ ہے۔

آپ کا مجھ پر اندہ اعلیٰ حضرت پر یہ اعتراض ہے کہ مختلف جگہ کی عبارتیں جمع کر کے کفر یہ مضمون بنالیا۔ ارے صاحب یہ تو آپ جب کہیں جب میں ان عبارتوں کو ملا کر اعتراض کروں۔ میرا اعتراض تو صرف تحذیر الناس کے اس فقرہ پر ہے۔

”سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“

میں دوسرے اور تیسرے فقرے پر تو ابھی اعتراض ہی نہیں کر رہا۔ پھر سن لیجئے کہ میرا اعتراض اس وقت صرف یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے حضور سرور کونین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ کی کیونکہ آپ کے بیان کردہ تفسیر کو عوام کا خیال بتایا جس کی وجہ سے علماء حریم شریفین نے ان کو کافر کہا ہے آپ اس توبہ کو ان کے سر سے اٹھائیے اور بے کار وقت ضائع نہ کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ منوٰی) حاضرین! آپ کو یاد ہو گا کہ مولوی صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں قاسم العلوم و انجرات حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ العزیز پر دو اعتراض کئے تھے۔ ایک یہ کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ دوسرے یہ کہ العیاذ باللہ انہوں نے حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ کی اور آپ کے بیان کردہ معنی کو عوام کا خیال بتایا۔ لیکن اب جبکہ مولوی صاحب اور ساری بریلوی جماعت کے قبلہ و کعبہ جناب مولوی احمد رضا خان صاحب کی خیانت کا راز طشت از بام ہوا اور لوگوں پر یہ ثابت ہو گیا کہ واقعی تحذیر الناس کی عبارت میں نہایت شرمناک قطع برید کی گئی ہے تو اب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میرا اعتراض صرف ایک فقرہ پر ہے۔ حضرت والا! اگر آپ

کا اعتراض صرف صفحہ ۳ کے فقرہ پر تھا تو صفحہ ۱۴ و صفحہ ۱۸ کے فقرے کیوں پڑھے تھے ؟ مولانا اگر آپ کو خدا کا خوف نہیں ہے تو کم از کم اپنی بات کا تو کچھ پاس لحاظ چاہئے۔ یہ لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ انہوں نے ابھی جناب سے یہ سنا تھا کہ۔

” اس عبارت میں صاف ختم نبوت کا انکار ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

بھی ہے “

اور ابھی آپ فرما رہے ہیں کہ میرا اعتراض صرف توہین کے متعلق ہے۔ خیر یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ انکا ختم نبوت والے الزام کا بے اصل اور افتراء محض ہونا عملاً جناب نے بھی تسلیم کر لیا۔ ع

عمرت دراز باد کہ اس ہم غنیمت است

اب رہا جناب کا توہین والا الزام اگرچہ اس کا جواب میں کافی دے چکا ہوں۔ لیکن سنئے بطور خلاصہ اسی کو پھر عرض کرتا ہوں۔ مولانا یہ نہیں فرماتے کہ لفظ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے عوام کے خیال میں صرف یہی معنی ہیں۔ تحذیر الناس کی لعینہ عبارت یہ ہے۔

” سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے، یعنی صرف اس معنی کو

ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں “

پس مولانا نے حصر کو عوام کا خیال بتایا ہے نہ نفس اس معنی کو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں حصر نہیں فرمایا نہ انشاء اللہ آپ کسی صحابی سے ثابت کر سکتے ہیں نہ کسی تابعی سے۔

الغرض حضرت مرحوم نے جس کو عوام کا خیال بتایا ہے وہ ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں نہیں فرمایا کہ اس لفظ کے بس یہی معنی کرنا کہ میں سب سے آخری نبی ہوں۔ یہ ضرور فرمایا ہے ” انا خاتم النبیین لا نبی بعدی “ لیکن اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا

ہے کہ لفظ خاتم کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں۔ اور میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مولانا مرحوم کو اس سے انکار نہیں ہاں حصر سے انکار ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ خاتم کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر

مشہور ہیں اور یہ بھی ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم مرتبی بھی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ ایک وقت میں ایک آیت کے کئی معنی ہوں۔ حدیث شریف میں خود جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهَرَ وَبُطْنٌ وَلِكُلِّ حَدِّ مَطْلَعٌ، یعنی قرآن عزیز کی ہر ایک آیت کے دو قسم کے معنی ہیں ایک ظاہری (جس کو ہر زبان دان سمجھ سکتا ہے) دوسرے باطنی (جس کو خواص ہی سمجھتے ہیں) یہ حدیث صحاح میں موجود ہے۔ اب اگر کسی آیت کے کوئی معنی خود آنحضرت صلعم یا کسی صحابی نے بیان کر دیئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک اس کے بس وہی معنی ہوں نہ کوئی دوسرے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے وہ معنی بھی ہوں اور کوئی دوسرے معنی بھی ہوں۔ بس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ لفظ خاتم النبیین کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں یعنی یہ کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں، اور وہ معنی بھی جن کو مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے بیان فرمایا ہے۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی شریف میں جہاں بقرہ بنی اسرائیل کا قصہ آیا ہے۔ اولاً ان آیات کے وہ معنی بیان کئے جو عام طور پر مشہور ہیں اور جن کو سب لوگ سمجھتے ہیں اور وہی ظاہر قرآن عزیز سے سمجھ میں بھی آتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نئے معنی بیان کئے اور وہ یہ کہ بقرہ سے نفس النسانی مراد لیا جائے اور اس کے ذبح کرنے سے جہاد بالنفس۔ تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جانا کہ قاضی بیضاوی نے مشہور معنی چھوڑ دیا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے معنی مشہور بھی لئے اور اس کے علاوہ ایک اور دوسرے باریک معنی بھی بتائے جو عوام کے خیال سے بالاتر تھے۔

علیٰ ہذا خاتم الولاہیت حضرت شیخ محی الدین اکبر ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کو ملاحظہ فرمائیے۔ مشکل سے کوئی آیت ایسی ملے گی جس کے انہوں نے وہ معنی کئے ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعین یا ائمہ مفسرین سے منقول ہوں۔ بلکہ اکثر آیات کے معنی ایسے عجیب و غریب بیان کئے ہیں جن کو دیکھ کر بھی حیرت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بہت سی وہ آیات جن کی کوئی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام سے منقول ہے ان کی تفسیر میں بھی انہوں نے کوئی نئے معنی ہی بیان کئے ہیں۔ لیکن اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جانا کہ انہوں نے آنحضرت صلعم یا صحابہ

کی بیان کردہ تفاسیر کو چھوڑ دیا معاذ اللہ بلکہ دنیا بھر کے علماء اس کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک وہ معافی تو مسلم ہیں ہی ان کے علاوہ دوسرے باریک معنی بیان کرتے ہیں جن کو ہر شخص قرآن عزیز سے نہیں سمجھ سکتا تھا بلکہ یہ تو قرآن عزیز کا معجزہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تنفص علی عجاائبہ (یعنی قرآن عزیز کے عجائب و غرائب تا بقا دنیا ختم ہونے والے نہیں) بس ایسے ہی مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو سمجھنے کہ وہ ان معنی کو بھی تسلیم کرتے ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں اور ایک اور باریک معنی بتلاتے ہیں جن کی وجہ سے غنیمت محمدی دوبالا ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام انبیاء بالعرض ہیں۔ اور یہ معنی بھی احادیث نبوی سے مستنبط ہیں۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے ہصر کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ تو یوں جب ہوتی جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں ہصر فرمایا ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں ہصر نہیں فرمایا۔ بلکہ حدیث شریف میں لکل ایتہ منہا ظہر و بطن الحدیث "فرما کر کسی دوسرے کے لئے بھی ہصر کی گنجائش نہ چھوڑی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : حاضرین ! مولوی صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے۔ اور یہ مطلب بایں معنی کے لفظ سے نکالا ہے۔ بس میرا سوال یہ ہے کہ بایں معنی کے جو آپ نے یہ معنی کیے کہ صرف اس معنی میں، اس کی آپ کے پاس کیا سند ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : اس کی سند خود مولانا کا کلام ہے۔ غور کیجئے لفظ خاتم النبیین میں تین ہی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ حضور خاتم زمانی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم مرتبی ہیں۔ تیسرے یہ کہ خاتم زمانی بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو اور خاتم مرتبی بھی۔ اور یہی مولانا مرحوم کا مختار ہے۔ چنانچہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ کی آخری سطر میں فرماتے ہیں۔
 "و اور مجھ سے پوچھئے تو اچھے ۛ"

مولانا نے یہ عبارت تقریباً ایک ورق پڑھی تھی ہم نے بوجہ اختصار اس کو چھوڑ دیا ہے اور اس کا آخری حصہ یہ ہے "و سو اگر اطلاق اور (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)"

اس عبارت سے جناب نے بھی سمجھ لیا ہوگا کہ مولانا مرحوم کے نزدیک خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانے کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور رتبہ کے اعتبار سے بھی اور مکان کے اعتبار سے بھی۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ مولانا مرحوم کا خیال صرف حصر کو بتلار ہے ہیں نہ نفس الہی معنی کو جو مشہور ہیں۔ اس لئے کہ ان کو تو خود بھی مان رہے ہیں ہاں حصر کو نہیں مانتے۔

الغرض خود مولانا کا کلام اس کو بتلار ہے کہ ”بایں معنی“ سے مراد یہ ہے کہ ”صرف یہ معنی“ اور مولانا ان کا رد کر رہے ہیں جو اس لفظ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی سمجھتے ہیں اور اسی میں حصر کرتے ہیں۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہ سند کیسی ہے اجماع حضرت لغت سے یہ ثابت کیجئے کہ ”بایں معنی“ کے یہ معنی آتے ہیں کہ ”صرف اس معنی میں“ ابھی آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ کسی لفظ کے معنی متعین کرنے کے لئے لغت کی سند چاہئے لہذا آپ کسی لغت کی کتاب سے اس کا ثبوت دیکھئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : حضرت والا یہ سند ایسی ہے جیسی کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنے سر سے کفر کا الزام اٹھانے کے لئے ایک جگہ پیش کی ہے۔ سنئے۔

مراد آباد کا کوئی طالب علم مولوی احمد رضا خان صاحب کو لکھتا ہے کہ جناب نے مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کے متعلق ”کو کبہ شہابیہ“ میں لکھا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف حلف صریح گالیاں دیں ہیں جس میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہیں۔ اور آپ ہی نے تہذیب میں فرمایا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ شہید مرحوم کو کافر نہ کہا جائے اور اسی کو مختار اور مفتی برقرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ مسئلہ ہے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کھلی ہوتی توہین کرے کہ جس میں تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو وہ کافر ہے حتیٰ کہ جو شخص اس کے کفر میں شک کرے احتیاط برتے وہ بھی کافر ہے لہذا اب آپ خود اپنے اقرار سے کافر ٹھہرتے ہیں تو مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) معلوم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم از دم خاتمیت زمانی بد لالت التزامی ضرور

ثابت ہے۔

کی عبارات میں تاویل کی گنجائش ہے اس لئے ہم نے تہذیب میں یہ لکھا ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے۔ اور الکوثر الشہابیہ میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ”اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں“ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالکل کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”تداول“ کے معنی تداول قریب کے کیسے گڑھے گئے؟

تو آپ کے اعلیٰ حضرت جواب دیتے ہیں کہ کوکہ شہابیہ جس سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے اس میں سائل نے حکم فقہی دریافت کیا ہے۔ اور ہم نے بھی اس کے آخر صفحہ پر لکھ دیا ہے کہ یہ تکفیر فقہاء کرام و اصحاب فتویٰ کے نزدیک ہے یہ قریب ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد تداول سے تداول قریب ہے مطلق تداول۔ کیونکہ تداول قریب جنی فقہاء کے نزدیک معتبر ہے نہ تداول بعید۔ یہ خلاصہ ہے اس سوال و جواب کا جو الموت الاحمر میں درج ہے۔

اگرچہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا عقد گناہ بدتر از گناہ ہے۔ لیکن ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ ہمیں تو محض یہ ثابت کرنا تھا کہ کسی لفظ کے معنی متعین کرنے میں مکالم کے کلام کو بھی دخل ہوتا ہے وہ بھلا اللہ مدد کچھ اصناف کے آپ کے اعلیٰ حضرت کے کلام سے ثابت ہو گیا۔ پس میں کہتا ہوں کہ ”بایں معنی“ جو تحذیر الناس کی عبارت میں واقع ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ عوام کے نزدیک خاتم النبیین کے صرف یہ معنی ہیں اور اس پر خود مولانا کا کلام شاہد ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ ”بایں معنی“ کے یہ معنی کون سے ہیں اس کی کیا سند ہے؟ آپ نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ کسی لغت کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا بلکہ جو پہلے کہا تھا اسی کو پھر دہرا دیا۔ مہربانی فرما کر اس سوال کا جواب دیجئے۔ اور کسی لغت کی کتاب سے اس کا ثبوت دیجئے۔ آپ بار بار یہ کہتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب ہصر کرنے والوں کا رد کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی نے ہصر کیا تھا؟ تابعین یا مفسرین نے کہیں ہصر کیا تھا؟ جس کا وہ رد کر رہے ہیں۔ ہصر کا رد تو جب کریں جب کسی نے ہصر کیا ہو۔ جب کسی نے ہصر کیا ہی نہیں تو پھر رد کس کا؟

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا نے اس تقریر میں تو کمال ہی کر دیا۔ اور جو کچھ مجھ کو کہنا چاہئے۔

۷۷
تھا اختصار کے ساتھ وہ سب ہی تو کہہ ڈالا۔ پچ ہے ع

عدو شود سبب غیر گر خدا خواہد

سنئے مولانا فرماتے ہیں کہ ”کیا کہیں رسول اللہ صلعم نے ہصر کیا؟ کیا کسی صحابی کسی تابعی نے ہصر کیا؟ پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ ”جب کسی نے ہصر کیا ہی نہیں تو پھر روکس کا؟“
کیا خوب کہ غمیر پر درہ کھولے
جادو ہے وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

میرے محترم! میں بھی تو یہی عرض کر رہا ہوں کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے ہصر کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ اور وہ نہ رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے، نہ کسی صحابی سے، نہ کسی تابعی سے۔ لہذا تو یمن نہیں۔ تو یمن جیب ہوتی کہ کہیں جناب رسول اللہ صلعم نے ہصر کیا ہوتا۔ بلکہ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ خود آنحضرت صلعم نے ہصر کیا ہی نہیں دوسروں کے لئے بھی ہصر کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس لئے کہ خود فرمادیا ”لکل ایتہ منها ظہر و بطن“ (یعنی ہر آیت قرآنی کے دو قسم کے معنی ہیں ایک ظاہر ایک باطن)۔ اب میرا آپ کا نزاع محض ایک بات میں رہا۔ اور وہ یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ”لفظ خاتم النبیین سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلا رہے ہیں۔ اور میں عرض کر رہا ہوں کہ نہیں بلکہ اسی معنی میں ہصر کرنے کو مولانا مرحوم نے عوام کا خیال بتایا ہے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ میں خود مولانا ہی کے کلام سے ثابت کر چکا کہ وہ محض ہصر کو عوام کا خیال بتا رہے ہیں۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کیسی سند ہے بحمد اللہ میں نے اس کا بھی جواب دے دیا کہ یہ ایسی ہی سند ہے جیسی کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنے سر سے کفر کا بار گراں اٹھانے کے لئے پیش کی۔ اگرچہ ان کی قسمتی سے پھر بھی وہ کفر نہ اٹھ سکا لیکن اگر آپ کے نزدیک یہ بھی کافی نہیں تو لیجئے میں خود آپ ہی سے اقرار کرتا ہوں کہ یہاں مولانا ہصر ہی کو عوام کا خیال بتلا رہے ہیں نہ نفس معنی کو۔ ذرا غور سے سنئے۔
مولانا مرحوم کی عبارت یہ ہے۔

”سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق

کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں“

میں آپ ہی سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ ”ہاں معنی“ ”مرتبہ بشرط شئی“ میں ہے یا بشرط الاشیء میں یا لا بشرط شئی میں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔

مولوی رحمہ الہی صاحب : اچھا مولوی صاحب جب آپ نے یہ جگہ چھپڑی ہے تو پہلے ان تینوں مرتبوں کی تعریف کر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ اگر علمی قابلیت کا امتحان مقصود ہے تو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ آپ بھی ان مراتب کی تعریفات لکھ دیں اور میں بھی لکھ دیتا ہوں۔ لیکن مولوی رحمہ الہی صاحب کی طرح اس پر تیار نہ ہوئے۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ لیجئے آپ مجھ سے ہی تعریفات سنئے۔

مرتبہ بشرط شئی، شئی مع القید کا مرتبہ ہے لیکن یہ قید غیر اطلاق کے ہوا۔ اور مرتبہ بشرط الاشیء، شئی مع قید الاطلاق کا مرتبہ ہے جس کو الشئی المطلق سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اور مرتبہ لا بشرط شئی، شئی من حیث ہو ہو کا مرتبہ ہے جس کو مطلق الشئی بھی کہا جاتا ہے۔

مولوی رحمہ الہی صاحب : مولانا یہ تعریفیں کس کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا جناب کو ان سے انکار ہے ؟

مولوی رحمہ الہی صاحب : بے شک مجھ کو انکار ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کو انکاری تحریر مع دستخط دینی ہوگی۔

مولوی رحمہ الہی صاحب : پہلے آپ مجھ کو اپنی تحریر دے دیجئے میں اسی پر انکار لکھ دوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے وہ ہی تعریفیں جو تقریر میں کی تھیں لکھ دیں اور مولوی رحمہ الہی صاحب

کو پڑھ کر سنائیں۔ مولوی رحمہ الہی صاحب نے فرمایا کہ آپ نے حوالہ نہیں لکھا۔ مولوی محمد منظور صاحب نے

لکھ دیا کہ ان مراتب کی یہ تعریفیں قطبی ہی میں مبرور ہیں۔

مولوی رحمہ الہی صاحب : اچھا یہ اور بتلائیے کہ مرتبہ لا بشرط شئی اور بشرط الاشیء میں عنوان و

مصادق کچھ فرق ہے یا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : عنوان بھی فرق ہے اور مصداق بھی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (اپنے مخصوص انداز میں) ہاں اس کو بھی لکھ دیجئے۔
 مولانا محمد منظور صاحب : اُس کے نیچے لکھ دیا کہ مرتبہ اخیر تین میں عنوان بھی فرق ہے
 اور مصداق بھی۔ اور اپنے دستخط بھی ثبت فرمادیئے۔ اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب کی خدمت میں وہ
 تحریر حاضر کی گئی کہ آپ اس پر لکھ دیجئے کہ یہ تعریفات صحیح نہیں ہیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو ہاتھ میں لے
 لیا اور اس پر لکھا۔

” تصحیح نقل درکار ہے۔ فقط۔ رحمہ اللہ غفرلہ “

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ حضرت والا جناب نے فرمایا تھا کہ مجھ کو ان تعریفات سے
 انکار ہے اور میں اس کی دستخطی تحریر دوں گا۔ اب آپ یہ کیا لکھتے ہیں۔ مہربانی فرما کہ حسب وعدہ انکاری تحریر
 دیجئے۔ تقریباً نصف گھنٹہ اس پر مولانا محمد منظور صاحب نے اصرار فرمایا۔ اور صدر صاحب نے بھی فرمایا کہ آپ
 انکاری تحریر دینے کا وعدہ کر چکے تھے۔ لہذا آپ کو دے دینی چاہئے۔ لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ایک نہ
 سنی۔ نہ دینی تھی نہ دی۔ اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولانا اگر آپ حسب وعدہ تحریر مجھ کو دے
 دیتے تو شاید آپ سے آپ کے لوگ اس قدر بدظن نہ ہوتے جس قدر اب ہو گئے ہوں گے۔ کیوں کہ وہ ایک علمی
 غلطی ہوتی جس کو اہل علم ہی سمجھ سکتے تھے۔ اب تو آپ کی راست بازی کا راز سب پر کھل گیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے
 کہ شیروں کی بات کا جواب دینا تو ہے ہی مشکل ان کے مقابلہ میں جو اس کا صحیح سالم رہنا بھی آسان نہیں۔
 افسوس کہ خواہ مخواہ آپ نے یہ ایک گھنٹہ فضول باتوں میں ضائع کر دیا اور جس لئے میں نے یہ بات شروع کی
 تھی وہ بات بھی رہ گئی۔ خیر اب میں خود ہی اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ سنئے۔ لفظ ”بایں معنی“ کے اندر
 دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مرتبہ بشرط لاشی میں ہو۔ دوسرے یہ کہ مرتبہ بشرط شئی میں ہو۔ اور یہ دوسری
 شق خود حضرت مولانا مرحوم کی مختار ہے جیسا کہ میں ابھی انہیں کی عبارت سے ثابت کر چکا ہوں۔ اب پہلی شق رہ
 جاتی ہے یعنی یہ کہ وہ مرتبہ بشرط لاشی میں ہو اور وہ بعینہ محصر ہے اسی کو مولانا عوام کا خیال بتلا رہے ہیں۔ رہا مرتبہ
 لا بشرط شئی تو اس کا تحقق یا مرتبہ بشرط شئی کے ضمن میں ہوگا یا مرتبہ بشرط لاشی کے ضمن میں۔ و آخر دعوانا
 ان الحمد للہ رب العالمین۔

اس تقریر پر حکم صدر صاحب جلسہ برخواست ہو گیا اور شام کو بعد

مغرب اس طرح مناظرہ کی کاروائی شروع ہوئی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد از خطبہ) حضرات آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے صبح مولوی صاحب سے سوال کیا تھا کہ آپ کے مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ لکھا ہے کہ۔

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء کا اہل
کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں لیکن اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدیم یا تاخر زمانی
میں بالذات کچھ فضیلت نہیں انتہی“

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم کے یہ معنی کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے
آخری نبی ہیں، مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک وہ عوام میں داخل ہے اہل فہم میں نہیں اور میں ثابت کر چکا ہوں
کہ اس کے یہ معنی خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرماتے ہیں صحابہ نے بھی یہی سمجھے ہیں اور مولوی صاحب بھی اس
کو تسلیم کرتے ہیں تو مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک انھوں نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ و تابعین اور
تمام ائمہ مفسرین عوام کا لاف عام میں داخل ہیں اور اہل فہم میں سے نہیں۔ اہل فہم میں محض اب مولوی محمد قاسم صاحب
رہ گئے۔ ان کے نزدیک تمام مفسرین یک قلم بے سمجھ اور غیر معتبر ہیں حالانکہ ان میں حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ
علیہ جیسے جلیل القدر بھی ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گر باطلہ استدلال کار دیں بدے

فخر رازی رازدلوں بدے

لہذا اس عبارت میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہوئی۔ کیوں کہ آپ کو عوام میں داخل
کر دیا اور علیٰ ہذا تمام صحابہ و تابعین اور سارے مفسرین کی توہین ہوئی اور وہ بالاتفاق کفر ہے۔ بلکہ جو توہین رسول اللہ

لے انھوں نے مولوی صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس شعر میں امام رازی علیہ الرحمۃ کی منقبت ہے یا کچھ اور۔ بریں عقل و دانش بباہر گریست۔

یہ ہیں جٹا خانوں کے محدث و مفسر۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

صلعم کو کفر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ صاحبو! میرا سوال یہ تھا مولوی صاحب نے اس کا کوئی کافی جواب نہیں دیا بلکہ صبح ایک بے کار منطقی بحث چھیڑ کر سارا وقت ضائع کر دیا جس سے مولوی صاحب کی غرض یہ تھی کہ وقت گزر جائے اور تحذیر الناس کی عبارت پر پوری روشنی نہ پڑے۔ مولوی صاحب! جب تک آپ سرے اس سوال کا جواب نہ دیں گے میں ہرگز آپ کو آگے نہ بڑھنے دوں گا۔ آپ بار بار کہتے ہیں کہ محصر کی نفی ہے مگر نفی ہے لیکن ثابت بھی تک نہیں کر سکے۔ کسی کی اس قدر بے جا حمایت اچھی نہیں۔ آپ رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں مولوی محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتے ہیں۔ کیا آپ کو مولوی محمد قاسم صاحب سے جس قدر محبت ہے اتنی بھی جناب رسول اللہ صلعم سے نہیں۔ انہوں نے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس پر سارے علماء نے حتیٰ کہ حرمین شریفین کے علماء نے بھی کافر کہا لیکن آپ انہیں مسلمان ہی ثابت کرنا چاہتے۔ واللہ مولوی محمد قاسم صاحب قیامت میں آپ کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور حضور سلیمان نور صلی اللہ علیہ وسلم عذاب ابدی سے نجات دلائیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں سمجھتا تھا کہ شاید دوپہر سے اس وقت تک مولوی صاحب نے تحذیر الناس کے متعلق کوئی نئی بات سوچی ہوگی لیکن مولوی صاحب کی اس تقریر نے بتا دیا کہ بس اب ان تلوں میں تیل نہیں رہا جو کچھ آپ نے تحذیر الناس کی عبارت کے متعلق صبح کہا تھا وہی بعینہ اب فرما رہے ہیں۔ اس کے جواب کی تو میں اب ضرورت نہیں سمجھتا کیوں کہ صبح تفصیل کے ساتھ کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں جس کو سپیک نے سمجھ لیا ہوگا۔ ہاں اس مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ توہین رسول اللہ صلعم کفر ہے اور جو اسے کفر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مسئلہ بے شک یوں ہی ہے کہ توہین جناب رسول اللہ صلعم کفر بلکہ اشد کفر ہے اور جو مرد و اس توہین کرنے والے کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اسی وجہ سے تو ہم کو آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کے اسلام میں کلام ہے کیوں کہ وہ ”کو کبہ شہابیہ میں مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔“

”انہوں نے جناب محمد رسول اللہ صلعم کو بے دھڑک صاف صریح گالیاں دیں اور اللہ جبار

وقہار کا کچھ خوف نہیں کیا“ اور قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ ”کہ واللہ واللہ ان گالیوں کی اطلاع

رسول اللہ صلعم کو ہوئی اور خدا کی قسم ان کو ان گالیوں سے ایذا پہنچی“ پھر آگے چل کر فرماتے

ہیں۔ ”کہ اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں“

الغرض مولوی احمد رضا خان صاحب مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کے متعلق یہاں تو قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلیم کی کھلی توہین کی۔ صاف صاف گالیاں دیں جن میں تاویل کی بھی گنجائش نہیں اور اپنے رسالہ ”سُبْحَانَ سُبْحٰن“ میں انہیں شہید مرحوم کے متعلق آخری حکم یہ دیتے ہیں کہ علماء و محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔ وہو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتویٰ وھو المنہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامة وفیہ السداد۔

یعنی مولوی اسماعیل صاحب کو کافر نہ کہنا بلکہ مسلمان کہنا یہی جواب با صواب ہے اور اسی پر فتوے طے ہونا چاہیے اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیے۔ اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک ایک شخص آنحضرت صلیم کو صاف صاف صریح صریح گالیاں دے کر بھی مسلمان رہ سکتا ہے اور اسے کافر کہنا بڑا احتیاطی اور ہلاکت میں پڑنا ہے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ اسے مسلمان کہا جائے۔ استغفر اللہ العلی العظیم۔ اور یہ خود کفر عظیم ہے جیسا کہ آپ ابھی فرما چکے ہیں۔ لہذا آپ کے اعلیٰ حضرت خود اپنے اور آپ کے قول سے کافر بنے۔ ابھی تک تو آپ کی جماعت ان کے اس اقرار کی کفر کو اٹھا نہیں سکی ہے اگر آپ کے اندر ہمت ہو تو آپ ہی اٹھائیں لیکن ذرا سوچ سمجھ کر کیوں کہ خاکسار کو بھی آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے کچھ واقفیت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی تاویل کو خود انہیں کا کلام شریف رد کر دے۔

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں محسنوں

کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ گھبرا کر مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اثنائے تقریر میں جواب دیا کہ۔

مولوی صاحب ! الکوکبة الشہابیہ اور سبحان السبوح ایک بشر کی کتابیں ہیں ان میں تناقض ہو جانا کچھ بعید نہیں یہ شان تو محض خدا تعالیٰ کے کلام پاک کی ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں فرمایا جاتا ہے
اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ
اِخْتِلَافًا كَثِيرًا۔

یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ قرآن شریف کو غور سے نہیں دیکھتے۔ اس کے خدائی کتاب ہونے کی بھی

بڑی دلیل ہے کہ اس کے مضامین میں اختلاف نہیں۔ اگر وہ خدائی کتاب نہ ہوتی بلکہ کسی بشر کی بنائی ہوئی ہوتی تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کلام میں تناقض نہ ہونا محض اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے کسی بشر کی نہیں۔ پس آپ کے اس الزام کا بھی یہی جواب ہے کہ ”الکوئۃ الشہابیہ“ اور ”سبحان السبوح“ کے مضامین میں تناقض ہو گیا ہے جو ایک بشر کی شان سے بعید نہیں۔ خود آپ کے علماء کے کلام میں بھی بہت سی جگہ تناقض ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب :

انجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صرتِ داگیا

مولانا جواب تو آپ نے واقعی نیا اور نہایت ہی عجیب و غریب دیا لیکن واللہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے کفر پر جھڑپی ہی کر دی اور جو کچھ ٹوٹی پھوٹی تاویلیں آپ کی جماعت اب تک اس کفر کے اٹھانے کے لئے کیا کرتی تھی آپ نے بجز اللہ ان سب پر ہی پانی پھیر دیا۔ لیکن میں اس کی تفصیل جب کروں گا جب پہلے آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیں کہ ”الکوئۃ الشہابیہ“ اور ”سبحان السبوح“ کی دونوں عبارتوں میں تناقض ہے جو کسی بشر کی شان سے بعید نہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کریں یہ خارجی بحث ہے یہ بھی میرا احسان تھا کہ میں نے اس کا جواب دے دیا اصل میں بحث مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر و اسلام کی ہو رہی ہے جو آپ دیکھئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان من ! شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ اثنائے مناظرہ میں جس

لے کاش مولانا نے یہ نہ فرمایا ہوتا اور محض تحریر ہی کے مطالبہ پر اس تقریر میں اکتفا کیا ہوتا۔ مولانا کی یہ غیر معمولی اور غیر ضروری

جرات اکثر مخالفین کے لئے سہولت کا باعث بن جاتی ہے۔ جیسا کہ سنبھل اور درو کے مباحثہ میں تجربہ ہوا۔ ۱۲۔

مناظر کا جو جملہ فریق مخالف لکھنا چاہے گا لکھائے گا۔ اس کو حق انکار نہ ہوگا۔ آپ کو اس کی تحریر دینی ہوگی۔
ہاں اگر آپ فرمائیں گے تو میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تحریر
چھوڑ دی جائے۔ اس پر مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر و اسلام کا انشاء اللہ اور کسی فیصلہ ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : دیکھئے صدر صاحب یہ صبح کی طرح پھر اس وقت خارجی باتوں میں وقت
ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی صاحب ! اس وقت مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر و اسلام کی بحث نہیں
ہے بلکہ مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر و اسلام کی بحث ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بے شک اصل بحث حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے ہی کے متعلق
تھی اور آپ مولوی احمد رضا خان صاحب کے وکیل بن کر مولانا مرحوم کا کفر ثابت کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت مرحوم
کی کرامت ہے کہ آپ کے موکل خود ہی کفر کے جال میں پھنس گئے اور ایسے پھنسے کہ اب آپ اس معاملہ میں ان کے
وکالت کے لئے بھی تیار نہیں رہے۔

چاہ کن را چاہ در پیش

خیر اگر آپ تحریر دے سکتے ہیں تو مہربانی فرما کر عنایت فرمائیے ورنہ صاف
نہیں دوں گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مولانا یہ بالکل خارج از بحث باتیں ہیں لہذا میں ہرگز تحریر نہیں دوں گا۔
اور نہ از روئے شرائط مناظرہ میں تحریر دینے پر مجبور ہوں۔ کیوں کہ اس میں یہ نہیں ہے کہ خارجی باتوں کی بھی تحریر لی
جائے گی۔ مولوی صاحب ! آج تحذیر الناس کی بحث ہے الکوکبۃ الشہابیہ اور سبحان السبوح کی بحث نہیں
ہے۔ آپ میری تقریر کا جواب پورا کیجئے۔ اور ان خارجی باتوں کو چھوڑ دیجئے۔ مناظرہ اس طرح نہیں ہوا کرتا۔
مولانا محمد منظور صاحب : معلوم ہو گیا کہ مولوی صاحب کسی طرح تحریر دینے کے لئے تیار نہیں
اب حاضرین اور صدر صاحب یہ خود فیصلہ کر لیں کہ از روئے شرائط مناظرہ مولوی صاحب مجبور ہیں یا نہیں
میں اپنی باقی ماندہ تقریر کو پورا کرتا ہوں۔

مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ تم بار بار کہتے ہو کہ حصر کی نفی ہے حصر کی نفی ہے اور ثابت ابھی تک

نہیں کر سکے۔ میں عرض کرتا ہوں بے شک حصہ ہی کی نفی ہے اور اسی کو مولانا مرحوم عوام کا خیال بتا رہے ہیں اور کچھ اللہ خود حضرت مولانا ہی کے کلام سے میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں۔ آپ سے اگر ہو سکے تو اس ثبوت کو رد کیجئے آپ نے اپنی تقریر کے آخری حصہ میں میرے متعلق یہ بھی فرمایا تھا کہ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ میں آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں مولانا محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتا ہوں۔ آپ کو خدا کا خوف کھانا چاہئے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔ ایک دن مجھ کو اور آپ کو دونوں کو اس خدا کے دربار میں بھی جانا ہے خود ان کے حالات کو بھی جانتا ہے وہاں میرا اور آپ کا فیصلہ ہوگا۔

واللہ ایک مولوی محمد قاسم صاحب کیا معنی کر ڈروں محمد قاسم قربان ہوں آنحضرت صلعم کی خاک پا پر۔ یاد رکھئے کہ ہم اگر مولانا محمد قاسم صاحب سے کچھ تھوڑا بہت تعلق رکھتے ہیں تو وہ محض اس وجہ سے کہ وہ ایک غلام ہیں حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلعم کے۔ اور وہ ایک باغبان ہیں گلستان محمدی کے۔ اور ہم کو مولوی احمد رضا خان صاحب سے اگر کچھ بغض و عداوت ہے تو وہ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے آگ لگائی ہے بارغ محمدی میں اور جو توحید و سنت کا باغ دنیا میں جناب رسول اللہ صلعم نے لگایا تھا۔ جس کو صحت نے اپنے خون کی ندیاں بہا کر سیراب کیا تھا آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے شرک و بدعت کو رواج دے کر اس چمنستان توحید کو اجاڑا ہے۔

اسی پر ہم کو کہا جاتا ہے کہ تم کو رسول اللہ صلعم سے محبت نہیں مولوی محمد قاسم صاحب سے محبت ہے۔ بے شک ہم کو مولوی محمد قاسم صاحب سے محبت ہے کیوں کہ انہوں نے ہمارے سینہ کو جناب رسول اللہ صلعم کی محبت سے بھر دیا آج انہیں کی جوتیوں کا طفیل ہے کہ مجھ کو بدعت ملعونہ سے سخت نفرت اور جناب رسول اللہ صلعم کی سنت مبارکہ سے الفت ہے۔ الغرض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وجہ سے محبت ہے کہ آپ محبوب ہیں اور مولوی محمد قاسم صاحب سے یوں محبت ہے کہ انہوں نے محبوب تک پہنچا دیا۔

ہمارا ایمان ہے کہ جب تک رسول اللہ صلعم کی محبت دنیا و ما فیہا سستی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہوگی اس وقت تک ایک مسلمان مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولده

مولوی رحمہ اللہ صاحب : نہیں جناب آپ محض مجیب ہیں آپ کو تو کسی سوال کا حق ہی نہیں۔
 مولانا محمد منظور صاحب : اچھا آپ مجھ کو اس کی نظر پر دے دیکھئے کہ میرا یہ مطالبہ خلاف آداب
 مناظرہ ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا لیجئے میں ثبوت دیتا ہوں مجھ کو حسامِ احرارین دے دیکھئے۔
 ۱۰۔ منٹ تقریباً حسامِ احرارین کا مطالعہ کرنے کے بعد صدر صاحب کے پاس آکر لیجئے حضرت اس
 میں وہ عبارت بھی موجود ہے جس پر میں صبح سے بحث کر رہا ہوں اور جس میں توہین ہے۔ اور وہ یہ ہے۔
 ”سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق
 کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔“

اسی پر اعلیٰ حضرت نے تکفیر کی ہے اور اسی سے علماءِ حریمین نے اتفاق کیا ہے اس سے معلوم ہو گیا
 کہ علماءِ حریمین نے بھی توہین کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب کو کافر کہاہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مجھے اس وقت بے ساختہ کنا پڑتا ہے کہ اس وقت جناب کی تقریر
 بالکل ایسی ہوئی ہے کہ کسی نے کہا تھا کہ الف بے زبر عرف۔ الف تے زیر عرف۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ میرا
 نام محمد یوسف ہے۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ فتویٰ ”حسامِ احرارین“ کی کل وہ عبارت پڑھ کر سنا دوں
 جس کا تعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ کی تکفیر سے ہے تاکہ آپ حضرات کو معلوم ہو جائے کہ مولوی حسام
 اور آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کس قدر سچے ہیں۔ اصل میں حسامِ احرارین عربی میں ہے لیکن
 وہ مع ترجمہ چھپی ہے لہذا میں اس کا ترجمہ ہی پڑھ کر سنا تا ہوں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں۔

”اور قاسم قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے رسالہ
 میں کہا ہے (اس کے بعد تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا فقرہ۔ بعد ازاں صفحہ ۲۸ کا فقرہ۔ بعد ازاں
 صفحہ ۳ کا فقرہ لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ ”حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ و
 النظائر وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو سنا

و الناس اجمعين او كما قال عليه السلام -

الغرض میں مولوی محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتا ہوں تو محض اس وجہ سے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام ہیں اور ان پر ایک دشمن رسول نے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں توہین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا الزام لگایا ہے۔ میری یہ حمایت بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے ہے کسی کے غلام کی حمایت یقیناً اس کے آقا کی خوشنودی اور رضامندی کا باعث ہے لہذا میری یہ حمایت محض مولوی احمد رضا خان صاحب کے مقابلہ میں ہے جنہوں نے اللہ کے پاک بندوں پر ایسا کال الزام رکھ کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا ہے۔

اس کے بعد میں اصل بحث کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں اور اسی پر انشاء اللہ اس بحث کا خاتمہ ہے بشرطیکہ آپ نے کچھ صداقت سے کام لیا۔ حاضرین جلسہ بالخصوص جناب صدر صاحب ! آپ حضرات صبح سے سن رہے ہیں کہ مولوی صاحب کا یہ سوال ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس کی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ میں اس توہین کے جھوٹے الزام کا تو کجھ اللہ کافی شافی جواب دے چکا اور یہ ثابت کر چکا کہ تحذیر الناس کی عبارت میں ہرگز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں ہے۔ ہاں کسی کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی بیان کرنے کا نام توہین ہو تو وہ ضرور یہ کہہ سکتا ہے کہ اس عبارت میں توہین ہے۔ لیکن اب میں ان تمام باتوں سے قطع نظر کہ مولوی صاحب سے کہتا ہوں کہ دکھلائیے کہاں علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے مولانا محمد قاسم صاحب کو کافر لکھا ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ کو اپنا منصب ملحوظ رکھنا چاہئے۔ مولانا آپ مجیب ہیں آپ کو اس سوال کا حق نہیں۔ آپ خلاف آداب مناظرہ چلنے لگے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بہت خوب آپ کل سے یہ دعوئے کر رہے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب کو علماء حرمین شریفین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے اب میں حوالہ طلب کرتا ہوں تو میرا یہ مطالبہ خلاف آداب مناظرہ ہے۔ معلوم ہوا کہ جناب کو فن مناظرہ سے بھی بہت زیادہ تعلق ہے۔ اچی حضرت ناقل کے ذمہ فحش نقل ہے خواہ وہ سائل ہو یا مجیب۔

نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے

زمانے میں کھپلا ہونا ضروریات دین سے ہے۔

اس عبارت سے ہر عقل والا یہی سمجھے گا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب مولوی محمد قاسم صاحب کو محض اس

وجہ سے کافر لکھ رہے ہیں کہ وہ الحیاذ باللہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور اسی فتوے پر علماء حرمین نے تصدیق کی

ہے۔ اب اگر کسی کے دل میں یہ خلجان ہو کہ کافر تو کہا ہی ہے اگرچہ انکار ختم نبوت کی وجہ سے ہی سہی تو اول

تو مولوی صاحب کا اعتراض ہی نہیں صحیح مولوی صاحب اس اعتراض سے دست برداری دے چکے ہیں اور

فرما چکے ہیں کہ میرا سوال محض توہین کے متعلق ہے آپ حضرات کو بھی یہ بات یاد ہوگی۔ دوسرے یہ کہ یہ تکفیر اسی

کی ہوگی جس نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا ہو۔ اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہم

نبوت زمانی کا انکار نہیں فرما رہے۔ بلکہ اس کو متعدد دلیلوں سے ثابت کر کے اس کے منکر کو کافر ٹھہرا رہے

ہیں۔ ہاں اس کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کا اضافہ بھی فرما رہے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے علماء حرمین کو دھوکہ دیا اور ایک فقرہ صفحہ ۴۱ کا۔ دوسرا صفحہ ۲۸ کا

تیسرا صفحہ ۳۰ کا لکھ کر ایک مسلسل مضمون بنایا اور مولانا مرحوم کو ختم نبوت زمانی کا منکر ٹھہرا کر ان کی تکفیر کے

علماء حرمین نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ انہیں کیا خبر تھی کہ اس عبارت میں کیسی کیسی ناجائز قطع برید کی گئی

ہے۔ اور ایک فقرہ صفحہ ۲۸ کا، دوسرا صفحہ ۴۱ کا، اور تیسرا صفحہ ۳۰ کا لے کر بالقصد ایک کفری مضمون

بنایا گیا ہے بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ اگر واقعی مولوی محمد قاسم صاحب

ختم نبوت زمانی کے منکر ہوں اور فی الحقیقت مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ نے توہین کی ہو جب وہ کافر

ہیں ورنہ نہیں۔ چنانچہ فتوے حسام اکرمین کی تقریظ نمبر ۳ میں یہ الفاظ ہیں۔

فہم و الحال ما ذکر کت کفار مارقون۔

”یعنی اگر فی الحقیقت ان لوگوں کا وہی حال ہے جو تم نے (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب

نے لکھا ہے تو وہ کافر ہیں اسلام سے خارج ہیں۔“

حسام اکرمین صفحہ ۳۴ و صفحہ ۱۵۰ کی ایک تقریظ کے یہ الفاظ ہیں۔

فاذا ثبت وتحقق ما نسب الى هؤلاء القوم مما هو مبين في
السؤال فعند ذلك يحكم بكفرهم -

”یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو باتیں ان لوگوں (مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا
اشرف علی صاحب وغیرہ) کی طرف اس میں منسوب کی ہیں اگر وہ پائے ثبوت کو پہنچ جائیں اور
متحقق ہو جائیں تو اس وقت ان کے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ (ورنہ نہیں)“
صفحہ ۱۳ پر ایک تقریظ کے یہ الفاظ ہیں۔

هذا حكم هؤلاء الفرق والاشخاص ان ثبت عنهم هذا المقالات

الشيعة

”یعنی اگر یہ برے اقوال ان لوگوں کے ہوں جب ان کے کافر ہونے کا حکم دیا جائے گا“
مولانا کی یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی رحمہ الہی صاحب نے اثناء تقریر میں فرمایا کہ تو کیا یہ عبارتیں
جو حسام اکھرین میں اعلیٰ حضرت نے ان مولوی محمد قاسم صاحب وغیرہ کی لکھی ہیں ان کی نہیں ہیں۔ اور یہ ان کے
برے اقوال نہیں ہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : جس طرح کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ (نماز کے پاس مت جاؤ)
بلاشبہ الفاظ قرآنی ہیں ایسے ہی حسام اکھرین میں جو عبارت ”حفظ الایمان کی لکھی گئی ہے وہ حفظ الایمان
کی ہی عبارت ہے اور جس درجہ میں کہ۔

ان الذين آمنوا وعملوا الصلحت اولئك اصحاب النار
هم فيها خالدون -

(مومنین صاحبین سب کے سب دوزخی ہیں اسی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے)۔
قرآن شریف کے الفاظ ہیں۔ اسی درجہ میں حسام اکھرین میں لکھی ہوئی عبارت تحذیر الناس کی عبارت

ہے۔ اور جس طرح ان الفاظ قرآنی سے نماز کے حرام اہل منہین صاحبین کے دوزخی ہونے کا حکم نکالنے والا بے ایمان ہے ایسے ہی حفظ الایمان کی اس عبارت سے توہین اور تکذیر الناس کی عبارت سے انکار ختم نبوت کا مطلب نکالنے والا بھی بے ایمان ہے۔

اس کے بعد میں جناب صدر صاحب سے درخواست کروں گا کہ ان کے نزدیک اس عبارت پر بھی کافی روشنی پڑ چکی ہو تو اس کو ختم کر دیا جائے۔ ہاں اگر مولوی صاحب حسام الحرمین میں یہ دکھانا چاہیں کہ علماء حرمین شریفین نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی تکفیر توہین کی وجہ سے کی ہے تو نہایت شوق سے اب بھی دیکھنے کو تیار ہوں۔ لیکن عرض کر چکا ہوں کہ انشاء اللہ تاقیامت مولوی صاحب نہیں دکھائے گئے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ کے پاس "الموت الاحمر" ہے ؟
 مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں موجود ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اس میں اعلیٰ حضرت نے توہین کی وجہ بھی لکھی ہے۔ لائیے میں آپ کو ابھی دکھاتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : بہت خوب ! دعویٰ یہ کہ علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ اور دلیل یہ کہ اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں لکھا ہے۔ مہربان من ! بحث اس کی ہے کہ کہیں علماء حرمین نے بھی توہین کی وجہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو کافر کہا ہے یا نہیں ؟ اگر ہو سکے تو اس کا جواب دیجئے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ مجھ کو الموت الاحمر تو دے دیجئے۔ بالآخر دے دی گئی۔
 مولوی رحمہ اللہ صاحب نے "الموت الاحمر" یا تھ میں لے کر اس طرح تقریر شروع کی۔

”مراد آباد کے کسی طالب علم کی طرف سے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط آیا تھا جس میں کچھ سوالات اور اعلیٰ حضرت پر کچھ اعتراضات تھے۔ اعلیٰ حضرت کا طریقہ یہ تھا کہ دیوبندی فرقہ کی طرف سے جو تحریر اعلیٰ حضرت کے پاس آتی تھی وہ اس کو مولوی اشرف علی صاحب کی سمجھ کر اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب ہی کے پاس تھا نہ بھون بھون کرتے تھے۔ چنانچہ جب مراد آباد کے اس طالب علم کی طرف سے یہ خط آیا تو اعلیٰ حضرت نے حسب

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

عادت شریفی اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے نام یہ لکھا جو الموت الاحمر کے نام سے چھپ چکا ہے اس میں مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں (اس کے مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تقریباً دو صفحہ اس الموت الاحمر کے پڑھ ڈالے۔ اس کے بعد فرمایا) کہ کہتے مولوی صاحب اب تو جناب کو معلوم ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت نے محض انکار ختم نبوت ہی کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب کو کافر نہیں کہا ہے بلکہ توہین کی وجہ سے بھی کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان من ! آپ کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ میرا یہ مطالبہ ہے کہ دکھلائیے کہاں علماء حرمین شریفین نے توہین کی وجہ سے کافر لکھا ہے۔ آپ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جی اعلیٰ حضرت نے الموت الاحمر میں توہین کی وجہ سے کافر لکھا ہے۔ استغفر اللہ۔ اچھی حضرت ! آپ کے اعلیٰ حضرت کو پوچھتا کون ہے؟ ان کے متعلق تو ہمیں پہلے ہی سے معلوم ہے کہ ماشاء اللہ وہ کفریات کا خزانہ ہیں۔ ایک توہین کیا معنی اگر وہ ہزار وجہ سے بھی کسی کو کافر کہیں تو تعجب نہیں۔ سوال تو علماء حرمین کے متعلق ہے۔ یا آپ کے نزدیک بریلی، اور بدایوں ہی حرمین شریفین ہیں؟ اس کے بعد میں پھر جناب صدر صاحب کو توجہ دلاؤں گا کہ وہ وقت ضائع نہ ہونے دیں ہم اس قدر بے کار نہیں ہیں۔

جناب صدر صاحب : میرے نزدیک فریقین اس بحث پر کافی روشنی ڈال چکے اور واقعی جیسا کہ مولانا نے فرمایا۔ بہت دیر سے وقت ہی ضائع ہو رہا ہے لہذا اس بحث کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ اور دوسری بحث کل صبح سے شروع کی جائے۔ مگر مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کی ترتیب کے لحاظ سے کل براہین قاطعہ کی عبارت پر بحث ہونی چاہئے۔ لیکن مجھے کل پانچ بجے میاں سے نینی تال جانا ہے لہذا میری خواہش یہ ہے کہ کل مسئلہ علم غیب پر بحث ہو جائے۔ کیوں کہ عبارتوں کی بحث کے متعلق مجھ کو اتنا معلوم ہو گیا کہ آپ حضرات میں بس اختلاف عبارتوں کے مطلب

لے قربان جائے اس سمجھ کے، چاہے مولوی اشرف علی صاحب کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو لیکن ان اعلیٰ حضرت کے نزدیک تحریر

مولوی اشرف علی صاحب ہی کی ہے واہ رے چودہویں صدی کے مجدد تیر کا عقل۔ ۱۲

میں ہے۔ آپ کے نزدیک جو ایک عبارت کا مطلب ہے آپ اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جو مطلب ہے وہ اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ غالباً برائین قاطعہ کی عبارت میں بھی یہی بحث ہوگی۔ اور یہ کچھ زیادہ مفید نہیں۔ لہذا میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مسئلہ علم غیب پر بحث ہو۔ آئندہ جو ایک حضرات کی رائے ہو۔ عالیجناب صدر صاحب کی یہ تجویز مولانا محمد منظور صاحب نے منظور فرمائی۔ اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کو بھی ناگواری کیساتھ منظور کرنی پڑی۔ اس کے بعد محکم جناب صدر صاحب جلسہ درخواست ہوا۔ اور دوسرے روز لکھنؤ پہنچے بجے صبح کو اس طرح کارروائی شروع ہوئی۔

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۰ جولائی بروز جمعہ بوقت صبح

مناظرہ بر مسئلہ علم غیب

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مسئلہ علم غیب میں چونکہ مدعی آپ حضرات ہیں۔ لہذا اصولاً مجھے کو سوال ہونا چاہئے۔ لیکن اگر آنجناب سائل بننے میں اپنے لئے کچھ سہولت سمجھیں تو میں آپ کو سوال کا حق دیتا ہوں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ خود ہی سوال کریں میں جواب دوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب : معزز حاضرین ! کل اور پرسوں جو بحث ہوئی اس کا حاصل محض یہ تھا کہ

آیا حضرت مولانا اشرف علی صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب وغیرہ کی عبارات میں توہین ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب نے ان ہر دو صاحبان کا کفر ثابت کر لے کے لئے یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ ثابت کر دیں کہ ان عبارات میں نعوذ باللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور میں نے لہجہ نہ تعالیٰ یہ ثابت کیا کہ ان میں ہرگز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں۔

الغرض مولوی صاحب کی ساری کوشش محض اس لئے تھی کہ ان دو مسلمانوں بلکہ ہزار ہا نہیں بلکہ لکھوں کھیا

مسلمانوں کو کافر بنائیں۔ اور میری ساری سعی و سرگردانی اس لئے تھی کہ کسی طرح یہ لاکھوں مسلمان جن میں ہزاروں کی تعداد میں دین کی خدمت کرنے والے اور مخالفین اسلام کے دندان شکن جواب دینے والے بھی ہیں مسلمان ہی رہیں۔ اب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو ہمیشہ اسی کی توفیق دے۔

بہر حال اب تک جو بحث ہوئی وہ کسی اختلافی مسئلہ کے متعلق نہیں تھی بلکہ وہ محض حفظ الایمان اور تحذیر الناس کی عبارتوں کے مطلب پر تھی۔ اب دو روز کے بعد خدا خدا کر کے وہ دن آیا ہے کہ ایک بہت بڑے اختلافی مسئلہ پر میری اور مولوی صاحب کی گفتگو ہوگی۔ آپ حضرات سے درخواست ہے کہ نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ فریقین کی تقریریں سنیں۔ اور یہ فیصلہ کریں کہ قرآن عزیز کس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کس کے ساتھ ہیں۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین بالخصوص حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن کس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد میں جناب مولوی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ پہلے وہ اپنا دعوئے دربارہ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعین کر دیں تاکہ حاضرین کو محل نزاع معلوم ہو جائے اور بحث نتیجہ خیز ہو۔ مولوی رحمہم الہی صاحب : آپ نے جو تبصرہ کل اور پرسوں کی بحث پر کیا وہ سراسر انصاف کے خلاف ہے یوں کہنا چاہئے کہ رحمہم الہی نے اس کی کوشش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر نیوالے کو کافر ثابت کرے۔ اور میں نے یہ کوشش کی کہ اس کو کافر نہ کہنے دوں بلکہ مسلمان ہی رہنے دوں اب لیجئے میں اپنا دعوئے متعین کرتا ہوں۔ ہم اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم دیا۔ مولانا محمد منظور صاحب : مہربانی فرما کر ذرا اردو میں فرمادیجئے۔ یہاں کی پبلک آپ کی اس عربی کو نہیں سمجھی۔

مولوی رحمہم الہی صاحب : میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازل سے ابد تک کا تمام علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس ازل و ابد سے جناب کی کیا مراد ہے ؟ آیا وہ جس کو اصطلاح میں ازل و ابد کہتے ہیں۔ یعنی مالا بدایۃ لہ و مالا نہایۃ لہ یا اس سے ابتداء دنیا و انتہاء دنیا مراد ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے دو تین مرتبہ دریافت کرنے پر بھی اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا اور ہر مرتبہ گول مول لفظ کہہ کر ٹال دیا۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کو اپنا صحیح مذہب معلوم نہیں ہے یا آپ کسی وجہ سے اس کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تو پھر مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں آپ کے اعلیٰ حضرت کی تصانیف سے بتاؤں کہ آپ کا اس میں کیا مذہب ہے

تب بڑی مشکل سے مولوی عبدالعزیز خان صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی کی تلقین پر فرمایا کہ میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے اس وقت تک کی تمام باتیں تفصیلی طور پر بتا دی ہیں جب تک کہ جنتی جنت میں جائیں اور دوزخی دوزخ میں۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کب عطا ہوا ؟
مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہ علم تدریجاً دیا گیا۔ لیکن اس کی تکمیل اس وقت ہوئی جب قرآن عزیز کا نزول ختم ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ عقیدہ جناب کا قطعی ہے یا محض وہم و گمان کے درجہ میں ؟
مولوی رحمہ اللہ صاحب : قطعی کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے خلاف کوئی احتمال کسی قسم کا نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کے خلاف احتمال ناشی عن الدلیل نہ ہو۔ اگرچہ احتمالات غیر ناشیہ عن الدلیل موجود ہوں۔
ہمارا یہ عقیدہ اسی دوسرے معنی کے اعتبار سے قطعی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ اس کے منکر کو کیسا سمجھتے ہیں۔ مسلمان یا کافر ؟
مولوی رحمہ اللہ صاحب : ہم منکرین کی تفصیل کرتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات بھی غیب کی نہیں بتائی تو ہم اس کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور اگر محض ہماری اس تحدید کا انکار کرے تو گمراہ جانتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : حضرت گمراہ کلی مشکک ہے۔ کافر کو بھی گمراہ کہا جاسکتا ہے اور اس کو بھی جو مسلمان ہو لیکن اہلسنت سے خارج ہو۔ حتیٰ کہ اس کو بھی کہا جاتا ہے جو کوئی بات خلاف تحقیق سلف کے۔ اگرچہ اہلسنت سے خارج نہ ہو۔ لہذا برائے مہربانی تعین فرمائیے کہ وہ کس درجہ کا گمراہ ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اس میں بھی ہم تفصیل کرتے ہیں۔ اگر اس کے نزدیک یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے لیکن محض ضد و بہت دھرمی کی وجہ سے انکار کرتا ہے تو اگر درحقیقت اس کی نظر دلیلوں تک نہیں پہنچی اور اس کے نزدیک ثابت ہی نہیں ہوا اس وجہ سے انکار کرتا ہے تو وہ معذور ہے ہم اس کو گمراہ بھی نہیں کہتے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ حضرات ہمارے فاضل مخاطب کی لیاقت علی کی داد دیں۔ ابھی تک تو ہم نے منطق کی کتابوں میں یہ دیکھا تھا کہ تقسیم الشئ الى نفسه و الى غیرہ ناجائز ہے۔ لیکن ہمارے مولوی صاحب نے اس کو بھی آج جائز کر دیا۔ اور کیوں نہیں جب دین میں بھی نئے ایجادیں ہو سکتی ہیں تو پھر منطق میں کیوں نہ ہوں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے آپ کو یاد ہو گا کہ ابھی میں نے مولوی صاحب سے سوال کیا تھا کہ جو شخص آپ کے اس عقیدہ (علم غیب) کو نہ مانے وہ آپ کے نزدیک کیسا ہے اس کا جواب مولوی صاحب نے یہ دیا کہ اگر بالکل سرے سے علم غیب کا انکار کرے تو کافر ہے۔ اور اگر محض ہماری تحدید کا انکار کرے تو گمراہ ہے اس پر میں نے مولوی صاحب سے یہ سوال کیا کہ گمراہ ایک عام لفظ ہے اس سے آپ کی کیا مراد ہے۔ تو اس کا جواب مولوی صاحب دیتے ہیں کہ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اگر محض ضد و بہت دھرمی کی وجہ سے نہ مانے تو گمراہ ہے۔ اور اگر لاعلمی کی وجہ سے انکار کرے تو وہ گمراہ بھی نہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ مولوی صاحب نے جس کو پہلے گمراہ کہا تھا اس کی دو قسمیں ہیں ایک گمراہ اور دوسری وہ کہ گمراہ بھی نہیں ہے۔ مہربان من ! اسی کا نام تو تقسیم الشئ الى نفسه و الى غیرہ ہے۔ لیکن خیر یہ تو ایک علی لطیف تھا اب میں اصل مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میرا سوال تاہنوز باقی ہے۔ اس کا ابھی کوئی جواب نہیں ہوا۔ آپ نے یہ نہیں بتلایا کہ وہ کس درجہ کا گمراہ ہے۔ لیجئے میں آپ کی سہولت کے لئے ایک خاص صورت میں اس سوال کو پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے قرآن عزیز کو بغور تمام از اول تا آخر دیکھا۔ احادیث نبویہ کا مطالعہ کیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز یہ علم محیط نہیں دیا گیا اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ علم محیط ثابت کرے

وہ جھوٹا ہے مفری ہے بتلائیے اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے۔ مہمانی فرما کر صاف صاف جواب دیا جائے۔
گول باتوں کا یہ وقت نہیں ہے۔ دیکھنا ہے کہ آپ کے اندر کس قدر حیا ہے اور آپ آج کتنوں کو کافر اور گمراہ
بناتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تقریباً نصف گھنٹہ تک اس کو صاف نہیں کیا اور ہم تہہ ادھر ادھر کی باتیں
کر کے وقت صرف کر دیا اور حقیقت میں انہوں نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا ورنہ ساری رضا جانیت کی قلعی کھلے
جاتی۔ اور سلف صاحبین بالخصوص صحابہ کرام کو الحیا ذبا نہ گمراہ کننا پڑتا۔ یا بعلم !

بالآخر مجبور ہو کر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ اپنے عقیدہ کو روافض کی طرح پردہ لڑ میں
چاہتے ہیں تو یہ لقیہ آپ کو مبارک ہو۔ آپ نہ بتلائیے۔ لیکن اب اس دعوے پر دلیل ہی پیش کیجئے۔ وقت تو ضائع
نہ ہو۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد از خطبہ) مولوی صاحب ! آپ مجھ کو کہتے ہیں کہ وقت ضائع کرتے
ہو۔ اللہ کچھ تو انصاف سے کام لیجئے۔ یہ بے کار باتیں کس نے شروع کی تھیں اگر آپ مجھ سے پہلے ہی دلیل کا مطالبہ
کرتے تو یہ معلوم میں اب تک کتنی دلیلیں پیش کر چکا ہوتا۔ خیر اب دلیل سنئے۔ قرآن شریف میں ہے۔
وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا
اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک جناب رسول اللہ صلعم سے فرماتا ہے کہ ہم نے سکھا دیا تمام وہ جو تم
نہیں جانتے تھے۔

مولوی صاحب ! اگر آپ تدریس کا کام کرتے ہیں تو آپ کو ضرور معلوم ہو گا کہ اہل اصول کا اس پر اتفاق
ہے کلمہ ماعمود کے لئے آتا ہے یہ اصول کی تمام چھوٹی بڑی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور یہاں آیت کریمہ میں کوئی
استثناء بھی نہیں کیا گیا۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے سکھا دیں تم کو تمام وہ باتیں جو تم نہیں
جانتے تھے پس اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ تمام ماکان و مایکون کا علم رسول اللہ صلعم کو ان کے رب علیل
نے عطا فرما دیا۔ واللہ اعلم۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنو) آپ حضرات نے مولوی صاحب کی دلیل سنی۔ اب اس

کو ذرا دعوے پر منطبق کر کے اور دیکھ لیجئے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مولانا کی پیش کردہ دلیل کو ان کے دعوے سے کتنا تعلق ہے۔ مولوی صاحب کا دعوے یہ تھا کہ۔ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفریش عالم سے جنت اور دوزخ کے داخلہ تک کی تمام باتوں کا تفصیلی علم عطا فرمایا۔ اور اس آیت میں جو آیت مولانا نے پڑھی وہ مولانا کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے اس کو چاہتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیر متناہی حاصل ہوں۔ اس لئے کہ مولانا بڑے زور شور سے فرما چکے ہیں کہ ماعوم کے لئے آتا ہے اور ایک میں کوئی استثنا بھی نہیں۔ پس اگر مولوی صاحب کی تقریر کو صحیح مان لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ تمام علوم خواہ وہ ابتداء آفریش عالم سے پہلے ہی کیوں نہ ہوں اور خواہ وہ داخلہ جنت و دوزخ سے بعد ہی کے کیوں نہ ہوں سب کے سب جنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوں۔ حالانکہ مولوی صاحب خود فرما چکے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ نہیں مانتے بلکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو محمد و دو بین الغایتین جانتے ہیں۔

یہیں سے حاضرین یہ بھی فیصلہ کر لیں کہ ہم میں اور مولوی صاحب کی جماعت میں کیا فرق ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے علوم ظاہری و باطنی عطا فرمائے جن کو شمار بھی ہم نہیں کر سکتے۔ اور ان کی صحیح تعداد بھی بس ان کا دینے والا جانے یا لینے والا۔ ہاں اجمالاً اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ جس قدر علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے اتنے کسی نبی کسی ولی کسی فرشتہ کو بھی عطا نہیں ہوئے۔ اور ہمارے نزدیک شریعت مطہرہ سے ثابت بھی اتنا ہی ہوتا ہے اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جتنا مرتبہ علوم کے اعتبار سے ہمارے نزدیک شریعت سے ثابت ہے ہم اسی قدر مانتے ہیں نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ اور اسی میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے مخاطب صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن عزیز سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علوم غیر متناہیہ ثابت ہوتے ہیں لیکن ہمارے عقیدہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر متناہی نہیں بلکہ متناہی تھا۔ اور وہ بھی ابتداء آفریش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بقول مولوی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس قدر علوم قرآن عزیز ثابت کرتا ہے مولوی صاحب اس کا لاکھواں کر ڈواں حصہ

بھی نہیں مانتے۔

کہیے کس نے شان گھٹائی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کون اقراری دہائی ہے ؟

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

بہر حال اب آپ یا تو اس کا اقرار کریں کہ آپ نے جو مطلب اس آیت کریمہ کا بیان کیا ہے وہ غلط ہے،

اس کے بعد میں انشاء اللہ اس کا صحیح مطلب بیان کروں گا۔ یا یہ اقرار کریں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علوم غیر متناہیہ مانتا ہوں میں نے پہلے تفسیر سے کام لیا تھا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ حضرات نے مولوی صاحب کا اعتراض سنا۔ مولوی صاحب یہ فرماتے

ہیں کہ آیت کریمہ و علمک ما لم تکن تعلم تمام علوم کو ثابت کرتی ہے اور تمہارا دعوئے تمام علوم کا نہیں بلکہ محض ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرا دعوئے اسی قدر ہے۔ لیکن آپ کے اس اعتراض کا میرے استدلال پر کیا اثر

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم دے دیئے گئے تو اس ضمن میں ابتداء آفرینش عالم سے دخول جنت و دوزخ تک کے علوم بھی آگئے۔ بلکہ اس سے تو میرا دعوئے مع شئی زائد ثابت ہو گیا۔ کیا آپ نے منطق نہیں پڑھی۔

مولوی صاحب ! عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم ہوتا ہے۔ جب تمام علوم کلیہ و جزئیہ آیت کریمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو گئے تو ابتداء آفرینش عالم سے دخول جنت و دوزخ تک کے علوم خود بخود ثابت ہو گئے واللہ اعلم۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگر اس وقت میرے مخاطب آپ کے بھائے کوئی سماجی

دوست ہوتے تو واللہ میں اس عجیب و غریب تحقیق پر (کہ ثبوت عام ثبوت خاص کو مستلزم ہے) ایک فرمائشی فقہہ لگوں گا۔ لیکن مجھ کو آپ کی اس بزرگانہ صورت کا احترام کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے فاضل مخاطب فرماتے ہیں کہ تو نے منطق نہیں پڑھی۔ بے شک میں نے وہ منطق نہیں پڑھی جس

میں یہ ہو کہ عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم ہے۔ میں نے جو منطق پڑھی ہے اس میں تو یہ ہے کہ خاص کا ثبوت عام کے ثبوت کو مستلزم ہے اور عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم نہیں۔ یہ نئی منطق جس میں ایسی

ایسی باتیں ہوں آپ ہی حضرات کو مبارک رہے ہم تو کما حقہ اس کی داد بھی نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر آج شیخ رئیس ابن سینا دنیا میں موجود ہوتا تو شاید آپ کی فہم و فراست کی کما حقہ داد ملتی۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ یہ ثبوت دعویٰ مع شنی زائد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جناب کو فن مناظرہ سے بھی بہت زیادہ واقفیت ہے جس قدر کہ جامعہ رضویہ کے ایک صدر المدرسین کو ہونی چاہئے۔

مہربان من ! میرا اعتراض یہ ہے کہ آیت کریمہ جس قدر علوم بقول آپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتی ہے آپ خود اتنے کے قائل نہیں۔ پس اب آپ کے لئے دواستہ ہیں۔ ایک یہ کہ آپ خود کریں کہ میں نے آیت کریمہ کا مطلب غلط بیان کیا۔ اس سے تمام چیزیں مراد نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ میں نے اپنا عقیدہ ناقص بیان کیا۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ مانتا ہوں۔ اس کے بعد میں انشاء اللہ آپ کی دلیل کا جواب دوں گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (نہایت غضب ناک لہجہ میں) مولوی صاحب یہ مجلس مناظرہ ہے۔ آپ مذاق کرتے ہیں یا مناظرہ ؟ آپ نے اس مرتبہ میری ذات پر میرے علم پر کتنی حملے کئے ہیں۔ اگر علم ہی دیکھنا ہے تو اپنے استادوں کو بلا لیجئے۔ مولوی اشرف علی صاحب بھی زندہ ہیں ابھی میرے نہیں ہیں۔ ان کو تھکانہ بھون سے نکال لائیے اور پھر علی جوہر دیکھ لیجئے۔ آپ ہیں کیا چیز۔ ابھی آپ ہیں کئے دن کے بچے۔ چلتے ہیں آپ کے ساتھ تھکانہ بھون چلتا ہوں۔ وہاں مولوی اشرف علی صاحب سے مناظرہ کرا دیجئے گا۔ آپ نے یہ کہا ہے کہ ثبوت دعویٰ مع شنی زائد اس کو نہیں کہتے۔ اگر اس کو نہیں کہتے تو بتلایئے کس کو کہتے ہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : شرعہ

عجب مزاح ہے کہ مضمون تو دستیاب نہیں

معتاہد پہ چڑھاتے ہو آستینوں کو

حضرات آج رات میں نے اپنے بعض احباب سے کہا تھا کہ غالباً صبح کو مولوی رحمہ اللہ صاحب مناظرہ کے درہم برہم کرنے کی انتہائی کوشش کریں گے اور انتہائی سخت کلامی سے کام لیں گے۔ کیونکہ صبح کی بحث میں انشاء اللہ آفتاب نیروز کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ کون اہلسنت و جماعت ہے اور سلف صاحبین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کا سچا قمع ہے۔ اور کون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہے۔

اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نے میری اس پیشینگوئی کو سچ دکھایا۔ اب میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ آپ ہی کی خصوصیت نہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ آج تک آپ کی جماعت کے جس شخص کے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا ہے اس نے عاجز آکر میری راستہ اختیار کیا ہے۔ مثل مشہور ہے اذ اعجز الالبان اطل اللسان۔ لیکن میری گزارش یہ ہے کہ اگر اس مناظرہ کو ختم ہی کرنا ہے تو اس ناگوار طرز کے اختیار کرنے کی حاجت نہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں کسی مصلحت سے مناظرہ کرنا نہیں چاہتا میں جناب کو بھی نہیں کروں گا اور نہ مجھ کو مجبور کرنے کا حق ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ ہم غصہ نہیں کرتے۔ ہم اس مسئلہ پر ایک مہینہ تک مناظرہ کرنے کو تیار ہیں۔

اس کے جواب میں جناب مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ جناب کی فراخ حوصلگی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ ہم بھی غرض سے اس کے متمنی ہیں لیکن چونکہ یہ مسئلہ ایک علمی مسئلہ ہے۔ لہذا ہماری خواہش یہ ہے کہ مناظرہ مراد آباد یا اور کسی بڑے شہر کی طرف منتقل کر لیا جائے تاکہ حاضرین جلسہ فریقین کی تقریریں سن کر کسی خاص نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ میں اس کے لئے بریلی کو زیادہ مناسب سمجھتا ہوں وہ یہاں سے بہت زیادہ قریب ہے اور مولوی صاحب کی قیام گاہ ہونے کے علاوہ ان کی جماعت کا مرکز بھی ہے وہاں آپ کو زیادہ سہولت رہے گی۔ میں اسی وقت جناب کے ہمراہ چلنے کو تیار ہوں۔ بس جلسہ کا انتظام جناب کرادیں باقی اپنے ذاتی اخراجات کا میں خود کفیل ہوں گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ اور اسی پر اصرار کیا کہ مناظرہ یہیں ہو (تاکہ کوئی حقیقت حال سے خبردار نہ ہو جائے)۔

بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کسی وجہ سے بریلی کو مناسب نہیں سمجھتے تو پھر مراد آباد کو منظور فرمائیے اس میں کل انتظامات بذمہ فریقین ہوں گے۔ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو چلئے سنبھل کر دیکھئے ہم کل انتظامات کریں گے حتیٰ کہ اگر آپ چاہیں گے تو کرایہ بھی آپ کو دیا جائے گا۔ لیکن کسی طرح تیار تو ہو جائیے۔

مولوی رحمہ الہی صاحب نے جب دیکھا کہ اب کوئی مفر نہیں تو مجھ ہی اپنے ہم راہیان سے مشورہ کر کے سنبھل کو منظور کیا اور اس کے متعلق مندرجہ ذیل تحریر فریقین کی جانب سے تیار ہوئی۔

۱۔ آج بتاریخ ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء دوران مناظرہ جناب مولوی رحمہ الہی صاحب مدرس اقل مدرسہ منظر اسلام بریلی و مناظرہ جماعت رضویہ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ مناظرہ ایک ماہ تک بھی جاری رہے تو بھی ہم اس مسئلہ (علم غیب) پر گفتگو کرنے کو تیار ہیں۔ جو اب جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب سنبھلی نے فرمایا کہ لطیف خاطر منظور ہے۔ لیکن یہ مناظرہ مراد آباد ہونا چاہئے تاکہ حاضرینے فریقین کی گفتگو سے کسی خاص نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ اس کے جواب میں مولوی رحمہ الہی صاحب نے فرمایا کہ تبدیلی مقام کی حاجت نہیں۔ یہ وہ مقام ہے کہ جس کو نہ ہمارا ہی کہا جاسکتا ہے نہ آپ ہی کا۔ جو اب مولوی محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں تین مقام پیش کرتا ہوں جو جناب مناسب خیال فرمائیں منتخب فرمائیں۔ بریلی، مراد آباد، سنبھلی۔ اگر بریلی منظور ہو تو جناب کل اخراجات کے کفیل ہوں گے۔ اور اگر مراد آباد ہو تو انتظامات کے ذمہ دار فریقین ہوں گے۔ اور اگر جناب سنبھلی کو مناسب خیال فرمائیں تو ہم انتظامات کے کفیل ہوں گے۔ جناب مولوی رحمہ الہی صاحب نے سنبھلی کو منظور فرمایا۔

اس مناظرہ کے متعلق امور ذیل قرار پائے۔

۱۔ ہر فریق کو اختیار ہوگا کہ وہ جس کو چاہے اپنی جانب سے مناظرہ مقرر کرے۔

۲۔ شرائط مناظرہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوں گے۔

۳۔ اس مناظرہ کے متعلق جملہ خط و کتابت مولوی رحمہ الہی صاحب مدرس اقل مدرسہ منظر اسلام

جامعہ رضویہ بریلی سے کی جائے گی۔ یا جناب مولانا حامد رضا خان صاحب سے۔

اس کے بعد اس تحریر کو مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ الہی صاحب کے سامنے پیش کیا کہ اگر اب آپ

کسی مزید ترمیم کی حاجت سمجھیں تو اس وقت کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں اور شقیں نکلیں۔ مولوی رحمہ الہی صاحب نے اس کو لے لیا اور تین گھنٹہ کے بعد بعد تقاضائے بسیار یہ لکھ کر واپس کیا۔

۱۰ بشرط اجازت سرپرست مدرسه مولانا حامد رضا خان صاحب مظلہ

یہ تحریر مع اس ترمیم کے، مولانا محمد منظور صاحب کو ایک بکے موصول ہوئی۔ چونکہ گاڑی کا وقت قریب تھا اس لئے ہم لوگ فزادیاں سے چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر حسب قرار داد شرائط مناظرہ کے متعلق خط و کتابت شروع ہوئی جو کامل تین مہینے جاری رہی اور مناسب شرائط طے ہونے کے بعد اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲، ۲۳، ۲۴۔ جمادی الاولیٰ مقرر ہوئیں۔ لیکن تاریخ پر بھی باوجود سفر خرچ رواد کر دینے کے مولوی رحمہ اللہ صاحب تشریف نہ لائے۔ تب یہاں سے بذریعہ تار ایک نوٹس دیا گیا جس نے ان کو آنے پر مجبور کر دیا اور وہ ۲۴ جمادی الاولیٰ کو مع اور چند علماء جماعت رضویہ کے وارد ہنجل ہوئے۔ لیکن چونکہ شیرینستان مناظرہ جناب مولانا محمد منظور صاحب کے مناظرہ کرنے کا تلخ مزہ درو میں چکھ چکے تھے اس لئے بذات خود مناظرہ نہیں فرمایا۔ بلکہ مولوی حشمت علی صاحب کو بحیثیت وکیل جماعت رضویہ مناظرہ میں پیش کیا۔ اور یہ مناظرہ حسب قرار داد مسئلہ علم غیب پر تین روز متواتر نہایت زور شور سے جاری رہا۔ جس کی مفصل کیفیت مناظرہ درو کی روئداد کے ساتھ اسی وقت شائع کر دی گئی تھی اور اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی علیحدہ کتاب کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ناظرین اس کو دیکھ کر خود فرح و شگفتہ کا فیصلہ فرمائیں گے ہم رائے زنی بے سود سمجھتے ہیں۔

ہاں اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ بحمد اللہ اس عظیم الشان مناظرہ نے رضا خانیوں پر اللہ کی حجت تمام کر دی اور دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ مسئلہ علم غیب میں ان کے پاس مکڑی کے جال کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن عزیز نے اس غیبیہ عقیدہ کا ایسا ہی تبلیغ رد کیا ہے جیسا کہ مشرکین کے بہت سے اوہام باطلہ کا۔

فالحمد لله على ايضاح الحق وازهاق الباطل .

خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ذریعے سے رضا خانیوں کے کان میں کلمہ حق ڈالوا کر ہمیشہ کے لئے اپنی حجت تمام کر دی اور بہت سے حق پسند اپنی سادگی کی وجہ سے رضا خانیوں کے دام تزدیر میں پھنس چکے تھے۔ اور ، رضا خانیت کے زبردست حامی تھے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے اور جن کے قلوب بدعات کی تاریکیوں سے مسخ ہو چکے تھے انہوں نے عار کو نار پر ترجیح دی۔

فَاللَّهُ حَسِيبُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مناظرہ سنجعل کی دہماد کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔
ہذا آخر الکلام والسلام علی من اتبع الهدی والتزم
متابعة المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الہ من الصلوات اکملہا ومن
التحیات اکملہا۔

خاکسار

ناظم دارالاشاعت سنجعل

تھیں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں سرکشی کی اور اس کو نہ مانا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ دیکھنے کے دیکھے ہوئے تھے۔

حضرت بنجل و مراد آباد کے رضا خانیوں نے اپنا گھر بگڑا دیکر کرناظرہ سنبھل کر صاعقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی حصہ دوم کے جواب میں کسی مادی و مادی سوزی عرقریزی کے بعد ایک نام نہاد روئے داد تصنیف کر کے شائع کی تھی۔ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس رسالہ نقاشی نمونہ بصیرت ایمانی میں سوم

بازرقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی

ضمیمہ صاعقہ آسمانی نمبر

نے رضا خانیوں کے اس طلسمی قلعہ کو بھی مسمار کر دیا۔ اس مبارک رسالہ کے پانچ حصے ہیں پہلا حصہ میں مولوی اہل میاں جیہا رضا خانی روئے داد نویسی سے دہل سوال کیے گئے ہیں جن سے اس روئے داد کے جعلی اور سبائی ہونیکہ فیصلہ ہوتا ہے۔ دوسرے حصہ میں رضا خانی تہذیب کی نگی تصویر کا نظارہ دکھایا گیا ہے تیسرے حصہ میں ان رضا خانی مکمل جواب دیا گیا ہے جن کا اضافہ اس روئے داد میں مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسالوں سے کیا گیا تھا۔ چوتھے حصہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے ان ایکسپوزیشن مطالبات کی فہرست صاعقہ آسمانی سے انتخاب کر کے پیش کی ہے جن کے جواب سے مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب عاجز رہے۔ پانچویں حصہ میں خاص علم قیامت کے متعلق میں ان مناظرہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی ایک محققانہ اور عجیب غریب تحریر جس کی بلند پایگی کے لئے حضرت مولانا کا نام ہی کافی ضمانت ہے۔ اس تحریر کا جواب کہ نبی رضا خانی میں کیا ہو سکتا

بار اول... اہمیت فی تصور ہر دہل انھوں نے خیر بادستہ فی الخیر (جس کی بقہ دارالاشاعت سنبھل) صاعقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی جس کی اشاعت نے رشتہ یونیورسٹی میں نصف و تم بھی دیکھ کر ہر دوست کا دل چاہتا

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَاللَّهُ عَلَى الْكَاذِبِينَ

اگر سچے ہو تو ثبوت پیش کرو، ورنہ سمجھ لو کہ جھوٹوں کی لعنت ہے۔

الہی تیرا قہر اُن پر گرے برقی بلا ہو کہ

جو دیں دھوکہ مسلمانوں کو ان کے رہنما ہو کہ

بارقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی

ضمیمہ

صاعقہ آسمانی نمبر

مولوی اجمل میاں صاحب کے خود اپنے قلم سے رضا خانی رونداد کا قتل قمع

اور بالکل جعلی اور جھوٹی ہونے کا اقرار

اہلسنت کی رونداد کے بالکل صحیح اور مطابق واقعہ ہونے کا غیثی فیصلہ

اس گھر کو آگ لگ گئی اپنے چراغ سے

ناظرین کرام ! جمادی الاول ۱۳۴۷ھ میں جو عظیم الشان مناظرہ مابین اہلسنت و جماعت، وفقرہ

رضا خانی۔ سنہ ۱۳۴۷ھ میں ہوا تھا اس کی سچی رونداد رمضان المبارک میں ہم شائع کر چکے ہیں جس کے صحیح اور

مطابق واقعہ ہونے کا اعتراف منصف مزاج مخالفین کو بھی کرنا پڑا ہے۔ اس رونداد نے چونکہ مناظرہ کے اس فیض کو

جو سنہ ۱۳۴۷ھ میں دیا گیا تھا عام کر دیا۔ اور جہاں جہاں وہ رونداد پہنچی وہاں اس نے اس مناظرہ کا صحیح فوٹو کھینچ دیا۔

اور رضا خانیوں کے دعوؤں کی حقیقت، ان کی علمی قابلیت اور ان کی حیا سوز تہذیب کی تنگی تصویر جس کا قطارہ

دوران مناظرہ میں صرف باشندگان سنہ ۱۳۴۷ھ نے کیا تھا، ہر ناظر کے پیش نظر کر دی۔ اس لئے رضا خانیوں نے بھی اس

کے جواب میں ایک نام نہاد روئداد تصنیف کی وہ ہماری بھی نظر سے گزری۔ اس میں جس قدر بے ایمانی اور دروغ بیانی سے کام لیا گیا ہے اس کا صحیح اندازہ وہ حضرات خود فرما سکتے ہیں جو اس مناظرہ میں شریک رہے ہوں۔ ہم خود اس کے متعلق کچھ لکھنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ہاں بس یہ عرض کریں گے کہ اے شرم و حیا کے دشمنو! مناظرہ کے پلیٹ فارم پر اپنے دعوے کے ثبوت سے عاجز رہ کر آج چھ ماہ کے بعد یہ لکھ کر چھاپنا کہ تم نے یہ دلیل پیش کی اور وہ دلیل پیش کی۔ مقابل کی دلیلوں کے یہ جواب دینے اور وہ جواب دینے۔ بس تمہاری ہی شرم و حیا کا تقاضا ہے کیا نہیں سنا۔ ” مشے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد “

اب ہم مولوی اجمل میاں صاحب سے اس جعلی روئداد کے متعلق چند سوالات کرتے ہیں اور اسی میں انشاء اللہ اس روئداد کے جعلی اور مصنوعی ہونے کا اقراری فیصلہ ہے۔ بشرطیکہ کچھ عقل مندی اور صداقت سے کام لیا گیا۔ لیکن وہ کہاں وہ تو نصیب دشمنان۔

میاں صاحب! خدا نے تمہارے کو حاضر ناظر جان کر بطور مزید احتیاط بدیں الفاظ ہمارے سوالات کا جواب شائع کریں کہ۔ ” اگر ہمارے اس بیان میں جھوٹ ہو یا ہم نے جھوٹ لکھا ہو تو ہم پر خدا کی لعنت اور قیامت کے دن حضور رسول رب العالمین، شفیع الذین کی شفاعت نصیب نہ ہو “

اگر میاں صاحب نے اپنی طرف سے ہمارے ان سوالات کا کوئی جواب نہ دیا تو ناظرین سمجھ لیں کہ یہ روئداد ان کے اقرار سے جعلی اور بناوٹی ہے واقعات مناظرہ سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔

سوال نمبر ۱ : حال میں پادہ ضلع بڑودہ کے ایک صاحب کا ہمارے پاس ایک خط آیا ہے۔ ہم اس کو بحسنہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ملہ اس رضائانی روئداد پر بحیثیت مرتب مولوی محمد یونس صاحب کا نام ڈالا گیا ہے لیکن سچ کی ملک کو بالعموم اور ہم کو بالخصوص معلوم ہے کہ روئداد کے مرتب درحقیقت مولوی اجمل میاں صاحب ہیں بے چارے مولوی محمد یونس یا ان کے استاد مولوی نعیم الدین صاحب ملاوٹ مادی کو صرف شورہ دینے کا فرما حاصل ہے۔ لہذا ہم اس روئداد کے متعلق جو کچھ استفسارات کریں گے وہ اس کے حقیقی مرتب مولوی اجمل میاں صاحب سے کریں گے اگر ان کو انست سے انکار ہو تو اپنا انکاری بیان بحلف شائع کر دیں پھر صرف بتغیر اسم ہمارا بھی خطاب مولوی محمد یونس صاحب سے ہے وہ اس کا جواب دیں۔ ۱۷

ملہ یہ پادہ مولوی حشمت علی صاحب کی کیا نگاہ سے ۱۸

۱۰ جناب ناظم صاحب دارالاشاعت سنجل - السلام علیکم ورحمۃ اللہ -

آداب و نیاز کے بعد التماس ہے کہ کئی مہینے ہوئے مولوی شمس الدین صاحب نے یہاں آکر یہ بیان کیا کہ میں سنجل میں مناظرہ کر کے آیا ہوں اور میں نے دہائیوں دیوبندیوں کو بہت براہ کیا۔ اور بہت سی باتیں بیان کیں۔ ہم لوگوں کو ان کی باتوں کا یقین تو نہ ہوا لیکن فکر ضرور ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد مسجد میں مولوی شمس الدین صاحب کا ایک خط ملا جو ان کے نام سنجل سے آیا تھا۔ میں بغرض تفتیش حق اس کو پڑھ لیا۔ اس کے مضمون سے میں نے یہ تو بخوبی سمجھ لیا کہ مناظرہ میں اہل حق کی فتح ہوئی۔ لیکن نئی فکر اس سے یہ ہو گئی کہ سنجل میں اہل حق کو مسجدوں کے کمال دیا گیا ہے۔ اس کی تفتیش کی تمنا رہی لیکن مجبوری یہ تھی کہ سنجل کا کوئی خاص پتہ جس سے صحیح حالات کا انکشاف ہو سکا معلوم نہ تھا۔ اب حسن اتفاق سے آپ کا ایک اشتہار ”بریاؤ میں“ میری نظر سے گزرا، اس سے پتہ معلوم ہوا۔ لہذا آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ آپ براہ کرم اصلی حالات سے مطلع فرمائیں۔ کیا واقعی سنجل میں بدعتیوں نے اہلسنت کو اسی طرح مساجد سے نکال دیا ہے جس طرح کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ شریف سے نکال دیا تھا۔ یا یہ بھی محض جھوٹ ہے؟ (اللہ کرے ایسا ہی ہو) میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا۔ اب میں بعینہ اس خط کو نقل کرتا ہوں (اس کے بعد کسی محمد اسماعیل کی چند سطریں لکھی ہیں لیکن چونکہ اس سے ہماری غرض متعلق نہیں اس لئے ہم اس کو چھوڑتے ہیں اور مولوی اجمل میاں صاحب کا خط بجنسہ نقل کرتے ہیں۔)

”مکرمی جناب مولانا رحمت علی صاحب (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)۔

جناب کے دو گرامی نامے آئے ایک اس وقت آیا تھا جب میں مراد آباد تھا۔ کئی روز قیام رہا۔ اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ اتنے میں دوسرا خط سر پر سوار ہو گیا۔ رونداد کی طباعت شروع ہو گئی ہے۔ کئی کاپیاں چھپ چکی ہیں نہایت جلد ہفتہ عشرہ میں مطبوع ہو جائے گی۔ اُس میں (یعنی رونداد میں) مولوی شمس الدین صاحب نے پادارہ سے لکھ کر بھیجی تھی۔ مشہور اتنا تغیر اور کر دیا گیا ہے کہ جہاں سے سوال و جواب نہیں ہے ان کو انہیں کی (یعنی

مولوی اجمل میاں صاحب کے بعض خاص آدمیوں سے ہم کو معلوم ہوا تھا کہ اصل رونداد مولوی شمس الدین صاحب نے مرتب کر کے بھیجی تھی

لیکن وہ ناکافی سمجھی گئی اور بہت سے رسالوں سے اس میں عبارتیں وغیرہ چڑھائی گئیں۔ الحمد للہ کہ اس خط نے اس کی پوری پوری تصدیق کر دی ۱۲

اہلسنت کی، رونداد سے نکال کر نہایت زبردست پہلو اپنا کر دکھایا گیا ہے۔ اے شک آبِ ثلحہ
کی آنکھوں میں خاک جھونکنے میں کوئی کمی نہیں کی۔

ایں کار از تو آید و مردانِ حینِ کسند

اور اس میں ان کی (یعنی اہلسنت کی) تمام خرافات کا جواب بالابالا ہر ایک تقریر کے دے دیا گیا ہے
(واقعی آپ نے اپنی کرنی میں کوئی کسر چھوڑی اور مولوی حشمت علی صاحب پر بالخصوص اور ساری رضا خانی جماعت
پر بالعموم بڑا احسان کیا۔ مشہور اور ہر سلسلہ پر کافی بحث کر دی گئی ہے اور آخر میں ایک تہہ تنقیدی اس کے متعلق
کر دیا جائے گا۔ آپ کی (یعنی مولوی حشمت علی صاحب کی) ہر ایک تقریر میں ان کے (یعنی حضرت مولانا محمد منظور
صاحب مظلّم کے) مواخذات کا بطریقہ دفع و خیل مقدر کے خوب دیتے گئے ہیں (اجی حضرت! یہ فرماتے کہ جوابات
دینے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ جوابات کی تو ہوا بھی نہیں۔ جب ان بے پناہ گرفتوں کا جواب مناظرہ میں
مولوی حشمت علی صاحب و مولوی رحمہ اللہ صاحب وغیرہ بھی نہ دے سکے تو آپ بے چارے کیا جواب دیں گے۔

سبحان اللہ! ۷

بُست کریں ارز و خدائی کی شان تری کیمیائی کی

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فریقین کی روندادیں سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ حضرت مولانا محمد منظور
صاحب نے جو گرفتیں رضا خانی دیلوں پر کی ہیں، کیا ان کا جواب رضا خانی رونداد میں ہو چکا؟ آپ (یعنی مولوی
حشمت علی صاحب) دیکھیں گے تو عجیب شان کی ہو گئی ہے۔ اب گزارش یہ ہے۔ دو سو جلدیں جناب خریدیں اور
تیس روپیہ آپ روانہ فرمادیں اور ان کو تمام احباب میں تقسیم فرمادیں۔ اتنی گزارش کی بھی فقط اس وجہ سے ضرورت
لاحتی ہوئی کہ میں نے قرض لے کر اس کو طبع کرایا ہے (اجی میاں صاحب اتنا بیچ! حضرت یہ تو فرمائیے وہ غریبوں
کا چندہ کیا ہوا جو ایک خاص معتمد میں رونداد کے بہانے کیا گیا ہے، دہائیوں کی رونداد بھی بقیہ فروخت
ہوتی ہے یعنی (۱۰) اور غالباً اس کی قیمت اُس کی نصف ہوگی (اس کے بعد چند سطریں مقامی حالت کے متعلق

لکھی ہیں۔ لیکن چونکہ ان سے ہماری غرض متعلق نہیں لہذا ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد میاں صاحب لکھتے ہیں، دعا فرمائیے محمد عمر سلمہ کے متعلق جیسا جناب کا حکم ہو وہ بسر فرمائیے قبول ہے۔ والد صاحب، اور حافظ صاحب، مٹر کلن صاحب و شبیر حسین صاحب و شیخ شرافت حسین صاحب و تمام محبان گرامی آپ کو سلام فرماتے ہیں اور جناب کا شب دروز انتظار کرتے ہیں۔

محمد اجل قادری ختم ہوا خط کا مضامین
میاں صاحب پر کتنا کیا خط آپ ہی نے مولوی حشمت علی صاحب کے نام لکھا ہے اگر لکھا ہے تو آپ کا یہ خط آپ کی رونماد کے مصنوعی، فرضی، بناوٹی ہونے کا کافی ثبوت فراہم کر رہا ہے یہ ہے قدرت کا غیبی فیصلہ اور وہ بھی آپ کے قلم سے ہے

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنف کا

اور اگر آپ کو اس خط سے انکار ہے تو پھر صاف صاف لکھتے کہ یہ خط ہمارا نہیں۔ اگر ہم نے اس مضمون کا کوئی خط مولوی حشمت علی صاحب کو لکھا ہو تو ہم پر خدا کی لعنت اور بروز حشر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ پھر انشاء اللہ العزیز حقیقت کے پردہ سے نقاب اٹھا کر حق و باطل کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور آپ کی راست بازی و صداقت شعاری کا سچا فوٹو منظر عام میں پیش کر دیا جائے گا۔

اچھا ہے دست شوق سے گستاخیاں معاف
اب خیر آپ کے نہیں بند نعت اب کی

سوال نمبر ۲ : منظرہ سے دو چار روز بعد آپ نے اپنی فرضی فتح کا جواشتہار بعنوان رابلسنت کی عظیم الشان فتح، شائع کر دیا تھا اس میں مولوی حشمت علی صاحب نے پچاس سوالات وارد کئے اور اس جعلی رونماد میں ڈیڑھ سو سوالات لکھے گئے ہیں۔ ہم آپ کے ان بیانوں میں سے کون سے بیان کو سچا سمجھیں اور کون سے کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ”دروغ گور حافظہ نہ باشد“ دوسروں کی بدشگنی کے لئے اپنی ناک کٹانا اسی کا نام ہے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کا منہ میاں صاحب کے کتے خشک ہوتا ہے وہ آئیں اور اپنے ان میاں صاحب کی

صدافت شعاری کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایک تحریر میں سوالات کی تعداد پچاس بتلا رہے ہیں اور دوسری میں ایک سو پچاس۔ کیا بدعتیوں کے سارے میاں جی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اے سکینوں! اپنی حالت پر رحم کرو۔

کارِ شیطان می کند نامش ولی

گر ولی این است لعنت بر ولی

سوال نمبر ۳ : اس جعلی روئداد میں جن کتابوں کے حوالے درج کئے گئے ہیں اور جن کی عبارتیں لکھی

گئی ہیں کیا وہ تمام مناظرہ میں مولوی حسنت علی صاحب کے پاس موجود تھیں۔ اگر نہیں تو کہاں سے آئیں؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیا جائے۔ کتابوں کے متعلق ہمارے پاس مولوی رحمہ اللہ صاحب کی ایک تحریر بھی محفوظ ہے۔ اور آپ بھی اپنی اس روئداد کے صفحہ ۲۸ پر مولوی حسنت علی صاحب کی ایک تقریر کے ذیل میں اقرار کر چکے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی تفسیر نہ تھی ہم نے مولوی محمد منظور صاحب سے لے کر پیش کیں۔ حالانکہ اس روئداد میں ایسی کتابوں کے بھی حوالے ہیں جو سرے سے سبھل میں بھی موجود نہیں چر جائیکہ مناظرہ میں ہوں۔

ناظرین ! اسی سے سمجھ لیں کہ یہ روئداد محض مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسائل سے تصنیف کی

گئی ہے مناظرہ کے واقعات سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

سوال نمبر ۴ : آپ نے اس جعلی روئداد میں انعقاد مناظرہ کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علماء

اہلسنت نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے ایک چال یہ چلی کہ مناظرہ کی علانیہ پریشانی سے مکاتبت شروع کر دی اور آپ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ آپ نے اپنی طرف سے لکھا ہے یا سچوں کے بادشاہ مولوی رحمہ اللہ صاحب سے دریافت کر کے؟

جن لوگوں نے اہلسنت کی روئداد صاعقہ آسمانی کو ملاحظہ فرمایا ہو گا ان کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ سبھل کا منظرہ

درّ ضلع منی تال کے مناظرہ کے بعد وہیں زبانی طور پر بغیر کسی خط و کتابت سے ہو چکا تھا۔ اور خط کتابت صرف شرائط کے متعلق ہوئی تھی۔ اس کا اقرار مولوی رحمہ اللہ صاحب کی متعدد تحریروں میں بھی موجود ہے۔ نیز ۲۱ جمادی الاولیٰ کو

جو دلال اشتہار سبھل میں مولوی رحمہ اللہ صاحب کا شائع ہوا تھا۔ اس کی پہلی سطر میں ہے۔

» درّ ضلع منی تال میں جو قرار داد ہو چکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرہ کے لئے تیار تھا «

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ سنبھل کا مناظرہ درود میں بغیر کسی خطا و کوتاہی کے طے ہو چکا تھا اور یہ حیرانہ کہتی ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے مذہب کے پھیلانے کے لئے مناظرہ کی مکاتبت شروع کر دی۔ تفسیر ہے تمہارے اس سفید جھوٹ پر۔

سوال نمبر ۵ : اس جعلی روئداد کے صفحہ ۵ پر لکھا گیا ہے کہ ”جب مولوی حسنت علی صاحب مناظرہ سے پہلے سنبھل آئے تو اہلسنت ان سے مناظرہ کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ انتہی ملخصاً“

کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ اُس وقت کی فریقین کی تحریریں کسی منصف مزاج آزاد مسلمان یا کسی غیر مسلم کے سامنے رکھ کر اس کا فیصلہ لے لیا جائے کہ کون جماعت ہر وقت مناظرہ کے لئے تیار رہی اور کس نے

مناظرہ سے جان بچائی۔ ہم اس کے لئے بالکل تیار ہیں۔ اور ہمارے پاس فریقین کی تحریریں بھی محفوظ ہیں (دیکھ بامد)

میاں صاحب ! کیا وہ منظر آپ بھول گئے جب کہ مناظر اسلام حضرت مولانا مولوی محمد اسعد اللہ صاحب

سہانپوری دام فیوضہ خود آپ کے مکان پر مناظرہ کے لئے تیار ہو کر آئے اور ہر چند چاہا کہ مولوی حسنت علی صاحب

مناظرہ کے متعلق موبو گفتگو کریں۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب کو مولانا کے نام سے کچھ ایسا بخار چڑھا کہ اندر آئے کی

بھی اجازت نہ دی گئی اور صاف فرما دیا کہ میں دیا ہیوں کو اپنی صورت دکھانا نہیں چاہتا۔ اور نہ ان کی صورت دیکھنا

چاہتا ہوں۔ (یعنی ان سے پردہ کرتا ہوں)۔

میاں صاحب ! آپ ایمان نکل جائیں لیکن آپ کے درود دیوار ۱۱ انا اذا نزلنا بساحة قوم

فساء صباح المندرين کے اس منظر کو نہ بھولیں گے جب کہ تشریت انظر حضرت مولانا محمد منظور صاحب

ورنیس المقرین حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب دامت فیوضہما آٹھ بجے صبح سے دس بجے تک کامل دو گھنٹے آپ

کی ڈیوڑھی پر تشریف فرما رہے۔ اور بار بار کہا کہ ہم مولوی حسنت علی صاحب سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں وہ باہر تشریف

لائیں اور ہم سے شرائط وغیرہ طے کریں۔ لیکن وہ آپ کے شیریشہ بھیگی ملی کی طرح دم سامنے بیٹھے رہے۔ باوجود مبارک بظنی

کے پنے دہلے نعرہوں کے، سامنے آنے کی جرأت نہ ہوتی۔ اتنا بھی نہ ہو سکا کہ پردہ ہی میں سے کچھ جواب دے دیتے۔

کیا وہ رات یاد نہیں جب مولوی حشمت علی صاحب مع چند حوالی سوال کے آپ کے کمرہ میں بند تھے اور رئیس
المقرین حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب دامت فیوضہم کی باطل سوز اور رضا خانیت شکن تقریر آپ کے مکان کے
سامنے شیخ آل حسن صاحب کے مکان پر ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا نے بار بار لکاکر کر فرمایا کہ جس کو اہلسنت و جماعت
کے مذہب کی حقانیت میں کچھ شک ہو وہ آئے اور اپنے شک کو پیش کرے میں جواب دہی کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن
الحمد للہ صدائے برنخواست۔ کسی فرزند بدعت کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

کیا یہی تھی مولوی حشمت علی صاحب کی آمد کی مناظرہ اہلسنت کی عدم آمادگی؟ شرم، شرم۔ لیکن کو کہہ جائے
جھوٹے مذہب میں جھوٹے مذہب کی حمایت کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے۔ کیا یہی ہیں وہ مولوی
حشمت علی صاحب جو رئیس المناظرین، سلطان الواعظین، حجتہ اہل السنۃ فی الاذنین حضرت مولانا مولوی محمد عبدالشکور
صاحب دامت فیوضہم و برکاتہم سے مناظرہ کے خواست گار تھے۔ کیا انہیں باتندیب کو حضرت مولانا لگائیں گے بالخصوص
جب کہ امر و ہر کے مناظرہ میں رضا خانیوں کے سلم مناظر اور مفتی اعظم مولوی نثار احمد صاحب کانپوری کو شکست فاش
دے کر مبلغ پچاس روپیہ بھی وصول فرما چکے ہیں۔ ان واقعات کو سامنے رکھ کر ہر ہوش مند سمجھ سکتا ہے کہ حضرت
موصوف الصدور سے مولوی حشمت علی صاحب کی درخواست مناظرہ کیا معنی رکھتی ہے۔ اس کے معنی یہ اور صرف یہ تھے کہ
کسی طرح رضا خانیوں کے محدث، مولوی حشمت علی صاحب کے استاد مولوی رحمہ اللہ صاحب کی گردن شیرنستان منظرہ
حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے زبردست پنجے سے چھوٹ جائے۔

سوال نمبر ۶ : آپ نے اپنی اس روداد کے صفحہ ۶ پر یہ دکھایا ہے کہ حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب
نے مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مناظرہ کے متعلق خود ہی خط کتابت شروع کی۔ اور پھر خود ہی پہلو تہی بھی کرنی چاہی بلخصہ،
میاں صاحب ! آپ ایمان نکل جائیں، جھوٹ بولنے پر کمر باندھ لیں۔ لیکن مخلوق اندھی نہیں۔ آپ کے پاس مولوی
رحمہ اللہ صاحب کی ان تحریروں کا کیا جواب ہے جو منہ سے بول رہی ہیں کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے حضرت مولانا محمد منظور
صاحب کا مقابلہ موت کے سامنے سے کم نہ تھا۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اپنی گلو خلاصی کے لئے جس قدر کاوا کیا اس
کیں اور چالیں چلیں ان کی تفصیل ہمارے ناظرین کو صاف آسمانی حصہ دوم کے مطالعہ سے معلوم ہو چکی ہوگی۔
مولوی رحمہ اللہ صاحب والا لال اشتہار، (جواب تک سنجل کے بعض در و دیوار پر چسپاں ہے)

کیا اپنے ناظرین سے بزبان حال نہیں کہہ رہا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا مقابلہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے منہ کا نوالہ نہیں رہے گا پیالہ تھا۔ اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہو تو۔

”ہم اعلان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کو سارے ہندوستان کے رضا خانی اثری چھاپکے کا زور لگا کر حضرت مولانا کے مقابلہ کے لئے مولوی رحمہ اللہ صاحب کو تیار کر دیں اور پھر قدرت کا حکم دیکھ لیں۔“

لیکن ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کا تیار ہو جانا آسان نہیں ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ نے رونداؤ کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کو لکھا

تھا کہ ۱۵ جمادی الاول کے سفر خرچ آپ کے پاس پہنچ جانے کا اور ۲۲ کو پہنچا ہوا

بتلائیے ! کہ حضرت مولانا نے اپنے کس مکتوب گرامی میں یہ تحریر فرمایا ہے اور اس کا ثبوت دیجئے اور اگر آپ

ثابت نہ کر سکیں (اور انشاء اللہ العزیز ماقیامت ثابت نہ کر سکیں گے) تو صاف اقرار کریں کہ ہم نے جھوٹ بولا۔ ہم پر خدا اور اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت، آسمان کے فرشتوں اور زمین کی کائنات کی لعنت۔

آپ نے اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ اشتہار ”رضا خانیوں کا شرمناک فرار“ (جو مولوی رحمہ اللہ صاحب

کے تاریخ مقررہ پر نہ آنے اور اشتہار ”کھلا خط“ بھیج کر اپنے شرمناک فرار کا اعلان کرنے پر ۲۲ جمادی الاولیٰ

کو اہلسنت کی جانب سے شائع ہوا) تاریخ مناظرہ سے پہلے ہی چھپو کر رکھ لیا گیا تھا۔ انتہی ظفنا۔ کیا آپ کا یہ بیان

سفید جھوٹ اور کذب خالص نہیں، کیا آپ اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہیں ؟

ناظرین ! اشتہار ”شرمناک فرار“ ۲۲ جمادی الاول کے گیارہ بجے لکھا گیا اور چار بجے کے

بعد چھپ کر شائع ہوا۔ جب کہ مناظرہ کی ایک تاریخ گزر چکی تھی۔ پریس موجود ہے پریس والے کا تب بھی موجود ہیں۔

ان سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔ میاں صاحب ! رات کو دن اُٹوؤں ہی کے مجمع میں کہا جاسکتا ہے اور وہی اس کو

باور بھی کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۷ : اس روزِ نداد میں جناب کو مناظر لکھا گیا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ جناب نے اپنی عمر میں کس قدر مناظرے کئے اور کہاں کہاں اور کس کس سے؟

سوال نمبر ۸ : اس روزِ نداد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی آپ سے مناظرہ کرنا چاہا اور پھر خود ہی پہلو تہی بھی کی۔ (یہ مجنونانہ بڑ تو محتاج تردید نہیں) لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی قابلیت اب پہلے سے کم نہ ہوگی تو کیا اب آپ حضرت مولانا کے کسی ادنیٰ شاگرد سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں؟

سوال نمبر ۹ : آپ نے اس روزِ نداد کے آخر میں اعلان کیا ہے کہ علمائے اہلسنت ہمارے ان سے ایک سو پچاس سوالات کا جواب دیں۔

کیا آپ مولوی رحمہ اللہ صاحب یا مولوی نعیم الدین صاحب یا مولوی حامد رضا خان صاحب، یا فرقہ رضا خانی کے کسی اور ذمہ دار کو (جس کی دولت مولوی حشمت علی صاحب کی طرح بد زبانی نہ ہو) اس کے لئے تیار کر سکتے ہیں کہ وہ کسی ایک صدرِ مسلمہ فریقین کی زیرِ صدارت بالمواजे آپ کے ان ایک سو پچاس سوالات کا جواب سنیں (جو ساری رضا خانی جماعت کی چھ ماہ کی متفقہ کوششوں اور دماغ سوزیوں کا نتیجہ ہیں) اور ہمارے بھی اتنے ہی سوالات کا جواب دیں۔ سوالات کی ترتیب وہی رہے گی جس کو ہر نصف مزاج پسند کرے۔ یعنی ایک سوال ہماری جانب سے اور ایک سوال آپ کی جانب سے۔ ہر سوال کے لئے باتفاق فریقین یا بغیر صدر اس کے مناسب وقت مقرر کر دیا جائے گا۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب اس کے لئے بالکل تیار ہیں اور جواب کے منتظر ہیں دیکھئے کب تک جواب خط سے آنکھیں شاد ہوں۔

سوال نمبر ۱۰ : آپ نے اپنی روزِ نداد کے صفحہ ۴ پر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید مرحوم و مظلوم اہل بدعت کے متعلق لکھا ہے کہ معاذ اللہ ان کے نزدیک نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائیل اور

۱۱۔ میاں صاحب! جھوٹ بولنے کو بھی سلیقہ چاہئے۔ کجا آپ اور کجا حضرت مولانا محمد منظور صاحب دامت برکاتہم۔

ظہورِ حشر نہ ہو کیوں کہ لکچری گئی حضورِ جیل بستان کرے نوا نخی ۱۲

۱۲۔ چونکہ سوالات بحیثیت مجموعی آپ کے اقرار سے مناظرہ کے سوالات نہیں بعد کے تصنیف کردہ ہیں جیسا کہ سوال نمبر ۱ میں معلوم ہو چکا لہذا ہم کو اس درخواست کا جواب

گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ انتہی۔ ملخصاً

قطع نظر اس سے کہ حضرت شہید مرحوم نے کیا لکھا ہے اور کیا نہیں لکھا ہے، دریافت کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک شہید مرحوم کے اس فرضی کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو بہتر ہو کہ آپ اپنے اور اپنے استاد مولوی نعیم الدین صاحب کے دستخطوں سے شائع کرا دیں کہ اس کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین نہیں۔ پھر انشاء اللہ ہمیں کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اذنا ب خود بھی منہ کی مکھیاں اڑا دیں گے۔ اور اگر اس فرضی کلام میں صریح توہین ہے، جیسا کہ آپ کے کلام سے ظاہر ہے، تو پھر گزارش ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت اور سارے رضا خانیوں کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی ان کو نہ خود کافر کہتے ہیں اور نہ دوسروں کو کافر کہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے۔ حالانکہ یہ مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ توہین کرے وہ کافر ہے۔ حتیٰ کہ جو اس کے کفر میں شک کرے یا احتیاطاً کافر نہ کہے وہ بھی قطعی کافر مرتد ہے۔ فرمایا جائے کہ خالصتاً بالقابہم کے متعلق کیا فتوے ہیں اور شہید مرحوم کو کافر نہ کہنے کے باوجود ان کے مسلمان ہونے کی کیا صورت ہے؟

۱۔ خان صاحب بالقابہم اپنی مشہور کتاب ”تہذیب ایمان“ کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں: ”اور امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرنا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف یا ضعیف عمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ انتہی۔“

غور فرمایا جائے یہاں یہی نہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی ذاتی رائے سے شہید مرحوم کی تکفیر سے زبان روکتے ہیں بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ حکم نبوی شہید مرحوم کو کافر کہنا منع ہے۔ گویا جو کافر کے وہ بقول خان صاحب آنحضرت کا نافرمان ہے۔ پھر محض کتب لسان ہی نہیں بلکہ خط کشیدہ الفاظ صاف بتلا ہے ہیں کہ فاضل بریلوی ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اور یہی ان کے نزدیک حکم نبوی کی تعمیل ہے۔ پھر اسی ”تہذیب“ صفحہ ۲۲ پر ہے: ”علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب یا صواب ہے اور اسی پر فتوے ہو۔ اور اسی پر فتوے ہے۔ اور یہی ہمارا مذاہب ہے۔ اور اسی میں سلامتی ہے۔ اور یہی سید ہمارا مذہب ہے۔“ انتہی ملخصاً و ترجیفاً۔

۲۔ بجلتے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے اس کا کوئی ثبوت پیش کریں مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر فاضل بریلوی ہی کی دو ایک عبارتیں (تقدیر حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

انجھاپے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صید آگیا

میاں صاحب ! کافروں کا کفریں ثابت ہوتا ہے۔ چوریوں پر پٹے جاتے ہیں۔ اصلی وہابیوں کا یوں

پتہ لگتا ہے۔

افسوس ! ساری دنیائے اسلام کو چھوڑ کے جن کا دامن کپڑا تھا، سب کو وہابی کافر بنانے کے جن کو

عالم اہلسنت، مجدد ملت سمجھا تھا وہ بھی صاف آنکھیں دکھا گئے اور شہید مرحوم کو مسلمان کہہ کر وہابیوں کی شہرست

اپنا نام درج کرا گئے۔

جو طبیب اپنا تھا دل اس کا کسی پر زار ہے

مژدہ باد لے مرگ عینی آپ ہی بیمار ہے

لے شہید تجھ پر خدا کی بے شمار رحمتیں۔ تو نے دنیا میں زندہ رہ کر جہاد کیا اور کفار کو ان کے کیفر و کردار کو

پہنچایا۔ اور آج بھی تو مجاہد ہے۔ خدا کے دشمنوں کو آج بھی تیری شمشیر بے نیام سے پناہ نہیں۔ زندہ باد لے

شہید زندہ باد۔

ختم ہونے ہمارے سوالات۔ ان کا جواب حتی الوسع جلد دیا جائے۔ جواب آجانے پر انشاء اللہ پھر دش ہی

سوالوں کی ایک دوسری قسط پیش کر دی جائے گی۔ منتظر رہیں۔ یاد رکھئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) نقل کریں۔ ۱۰ مئی لاکھ پڑ بھاری ہے گواہی تیری (تہذیب ۳۳) انجھڑ کو نفس مسلک کا وہ گانا بسانا ہے جس میں ان بگوئیوں کے کفر

میں اجماع تمام امت کی تصریح ہے اور یہ بھی کہ جو انہیں کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ انتہی۔ نیز اسی کے ۲۵ پر لکھتے ہیں۔ نہ کہ ایک ملعون کلام مکتوب خدا یا

تحقیق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہوا۔ اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو۔ اب تو اسے کفر نہ کہتے کفر کو اسلام ماننا ہوگا

جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔ خان صاحب بالکل صحیح فرمایا۔ لیکن یہ تو فرمائیے کہ ہنجناب کے سوا وہ کون کجبت ہوگا جو صاف صریح توہین

سے پھر بھی حکم کو لگاتے اور سلامتی مسلمان کہنے ہی میں جلائے۔ یہ عالی جہتی تو ازل سے آپ ہی کے حصہ میں آئی ہے۔

ابن کار از تو آید و مردان چنین کنند ۱۳

دست از طلب نہ دارم تا کام میں نہ آید

یا تنہا سدا بجاناں یا حب ن ز تنہا



اس کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بطور نمونہ اس سبلی روئداد کے مضامین سے بھی اپنے ناظرین کو آشنا کرادیں جو چھ ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد بڑے بڑوں کے مشوروں سے تصنیف کی گئی ہے۔ سب سے پہلے ہم رضا خانی تہذیب کا ایک فوٹو بدیع ناظرین کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین اس کو دیدہٴ عبرت سے دیکھیں گے اور اس سے کوئی خاص سبق حاصل کریں گے۔



سلیقہ گالیاں دینے کا بھٹکا ہے اگر ان کو
تو ہم کو شیوہ تسلیم ابراہیم اور دے

قال النبی صلعم خصال المنافق ثلاث اذا عاهد عمن واذا خاص فخره
فرمایا سید ابراہیم، دو جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی خصلتوں میں سے دو کو جب نزاع
ہو تو گالیاں کہنے لگے۔

رضا خانی تہذیب کی سنگی تصویر

مولوی اجمل میاں صاحب روڈ ادنولیس کی فحش کلامی و خرافات نگاری
مولوی حسرت علی صاحب کے

سوقیہ سب و شتم اور بازاری گالی گلوچ کے تیرہ و تار مظاہرے



ناظرین کرام! رضا خانی صاحبان نے سوقیانہ سب و شتم اور بازاری گالی گلوچ میں جو خاص مہارت حاصل کی
ہے وہ اپنی غیر معمولی شہرت کی وجہ سے محتاج بیان نہیں۔ رضا خانیت کے موجد و مجدد خان صاحب بریلوی اور ان کی ذریت
باقیہ کی مطبوعہ تحریریں آج اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ جن کے طرز تحریر نے صحیح یہ ہے کہ بھٹیاریوں کو بھی شرم دیا ہے۔ تہذیب
ان کی ذہنیت پر ماتم کر رہی ہے، انسانیت ان کی گندہ دہنی پر نوحہ خواں ہے۔ آہ! ان سٹنڈ اسی تحریروں سے حیا و
شرم کی ناک کٹ جاتی ہے۔ شرافت کی پیشانی عرقِ الفعال سے تر تر ہو جاتی ہے۔ اندر میں حالات اگر کوئی شخص اسے
دشنام دہی میں ان کی ہمسری کا دعوت کرے تو غلطی ہے۔ یہ ان کے گھر کی میراث اور ان کے مورث اعلیٰ کا خاص ترکہ
ہے۔ بقول کسے کہ

چند تصویرِ بستان چہرہ سینوں کے خطوط بعد مرنے کے میرٹ گھر سے یہ سامان نکلا

الغرض ہم اقرار کرتے ہیں کہ ان بازاری گالیوں کے جواب سے ہم عاجز اور بالکل عاجز ہیں۔ اس کا جواب ہی دے سکتا ہے جس نے شرافت و انسانیت کو بالائے طاق رکھ کے حیا و عرق کو تین طلاقیں دی ہوں۔ ہاں صرف یہ کہتے ہیں۔ اے ناخدا ترسو! قیامت تو نہ آئے گی؟ حساب تو نہ ہوگا؟ ان بازاری گالیوں پر بارگاہِ قہار سے مطالبہ جواب تو نہ ہوگا؟ ہاں ہاں جواب تیار رکھو اس سخت وقت کے لئے جب کہ ہماری طرف سے جھگڑانا آئے گا ہمارا ایسا ہی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اب ہم بسو اللہ نہیں بلکہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھ کر اس روئداد سے رضا خانی تہذیب کی صرف ایک دہائی بولتی چلتی تصویریں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مولوی اجمل میاں صاحب اہلسنت و جماعت کے متعلق لکھتے ہیں۔ ”مسلمانوں (یعنی رضا خانیوں) کی مسلمانی اور اہلسنت (یعنی بدعتیوں) کی سنت اپنے حلقہٴ تزویر میں پھیلتے تھے“ (ص ۳۔ سطر ۱۸)۔
۲۔ علمائے اہلسنت و جماعت کے متعلق لکھتے ہیں۔ ”تم اپنی مجموعی حیثیت کے ساتھ مجھ سے کراہیں ایک بار کرنے کو تیار ہوں“ (ص ۴۔ سطر ۱۳)۔

چونکہ اس جگہ مولوی اجمل میاں صاحب کی تہذیب پر روشنی ڈالنی مقصود بالذات نہیں۔ لہذا ہم انہیں دو شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ نے بھی اکثر معاملات میں دوہی شاہدوں پر کفایت کی ہے۔ ان کے علاوہ اور جو ان سے بڑھ چڑھ کر بازاری گالیاں بالخصوص سلطان المناظرین حجۃ اللہ فی الارضین حضرت مولانا مولوی محمد عبدالشکور صاحب مدیر الخیمہ دامت فیوضہم و رئیس المناظرین حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم العالی کے متعلق لکھی گئی ہیں ہم ان کا نقل کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اگر کسی صاحب کو دیکھنے ہی کا شوق ہو تو صفحہ ۴ کی سطر ۹ و ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱

از خدایا جویم تو فتح ادب

بے ادب محروم ماند از فضل

اس کے بعد ہم مولوی حشمت علی صاحب کی تہذیب کے بھی نمونے پیش کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آخری زمانہ میں جو حد مات، روحانیت اور رضا خانوں کی عظمت مولانا کے
شعبہ فاروقی سے پہنچے ہیں وہ کچھ ایسے ہیں کہ باقی کے دنیا فراموش نہیں کئے جاسکتے۔ آخر ۱۳۴۵ھ میں جو مناظرہ حضرت مولانا سے ہوا
اس میں غریبوں کو ایسی شکست ہوئی جس کا تاں اگر صدیوں کیا جائے تو کم ہے۔ پھر مولوی شاد احمد صاحب نے مبلغ پچاس روپے بطور جرمانہ پیش
کے اس شکست پر بریٹری بھی کر دی اور کسی رضا خانی کے لئے لب کشائی کا موقعہ دھوڑا۔ پھر ۱۳۴۶ھ میں مہلک پور کے مناظرہ میں یہی صورت پیش
آئی اور رضا خانوں کو حضرت موصوف الصمد کے مقابلہ میں وہ شکست ہوئی جس کو ہر مخالف و موافق نے برائی العین دیکھا یہاں تک کہ مناظرہ
کے آخری اجلاس میں رضا خانوں کے مناظر و نامندہ مولوی محمد فاخر صاحب الزابادی غشی نے وہی کام کیا جو امرہ کے مناظرہ میں مولوی شاد احمد صاحب کے پچاس
معائنہ کر کے اہستہ نے باضابطہ ساٹھ ٹیکٹ بھی لے لیا اور اس غشی نے وہی کام کیا جو امرہ کے مناظرہ میں مولوی شاد احمد صاحب کے پچاس
دو پیرے کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۴۷ھ میں یہ سنبھل کا واقعہ پیش آیا جس میں رضا خانوں کو ایک نہیں چند شکستیں ہوئیں۔ سب سے پہلی لاجواب
شکست یہ ہوئی کہ مولوی رحم النبی صاحب باوجود مٹی آرڈر کے ایک ہفتہ قبل دعا لگی اور تارکی وصول پائی کے جس میں ۲۱ ایک پنچ داسٹل فٹ
تاکید تھی تاہم یہ معینہ پر سنبھل نہ آئے۔ اور ایک لال اشتہار بھیج کر اپنی شرم ناک فراڈ کا خود ہی اعلان کر دیا۔ یہ ایسی اقرار ہے اور لاجواب شکست بھی
جس کا جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکتا۔ اور اس کا بیشتر تعلق حضرت مولانا صاحب مدیر انجمن مظلومیہ کی ذات سے تھا۔ صورت یہ پیش آئی کہ
جب مناظرہ کے متعلق ساری باتیں طے ہو گئیں۔ تاہم یہ بھی معین ہو گئی تو مولوی رحم النبی صاحب کی طرف سے ایک گورڈ المینان ہو گیا۔ لیکن جو
مولانا محمد مظلوم صاحب کو پھر یہ اندیشہ ہوا کہ اگر سنبھل پنچ کر مولوی رحم النبی صاحب کو دود کا منظرہ یاد آگیا تو بہت ممکن ہے کہ مولوی احمد رضا
خان صاحب والی آخری چال چلی جائے اور کہہ دیا جائے کہ مدتم میرے قریب نہیں ہو لہذا میں تم سے مناظرہ نہیں کرتا اپنے کسی بڑے کو لاؤ۔
اس لئے احتیاطاً حضرت مولانا صاحب مدیر انجمن کو تشریف آوری کی تکلیف دی۔ اور انھوں نے کہ باوجود چند و چند موانع کے حضرت موصوف نے
سنبھل تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔ جب یہ سنبھل میں گرم ہوئی تو ہمارے دوست مولوی اجمل میاں صاحب مولانا پر ایسی سنجے۔ اور ذہن نشین کہ
اس کی اطلاع عطاء بریلی کو دی۔ اب کیا تھا مستقبل اور بھی زیادہ تاریک نظر آنے لگا۔ بہت سے مشوروں کے بعد فراہ کی ہر محبت کو طبیعت جان کر
(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

۱ : کہئے آپ کی فہم تنگ میں اب بھی داخل ہوا یا نہیں۔ ص ۱۱۔ سطر ۲۲۔

۲ : آپ کی سمجھ کے اندر نہیں آیا۔ ص ۱۱۔ سطر ۹۔

۳ : میں آپ کی خواہش پورا کرنے کے لئے اتنا اور زائد کئے دیتا ہوں۔ ص ۹۔ سطر ۹۔

۴ : بالکل صاف اور سیدھا ہے لیکن افسوس آپ کی سمجھ میں نہیں اترتا۔ ص ۹۔ سطر ۱۱۔

۵ : میرا کلام تو بہت صاف اور سیدھا تھا کچھ پیچیدہ نہ تھا مگر افسوس کہ آپ کی سمجھ میں داخل نہ ہوا۔ ص ۹۔ سطر ۱۱۔

۶ : جو کام مجھ سے کرنا چاہا میں نے اسے انتہائی حد تک کر دیا۔ ص ۱۲۔ سطر ۵۔

۷ : میں ڈھائی منٹ میں کر دوں گا اپنا پورا کام۔ ص ۳۴۔ سطر ۳۴۔

۸ : اگر کوئی شخص مولوی اشرف علی صاحب کو لکھے کہ تمہاری صورت گدھے کی سی ہے۔ تمہاری ناک سُر کی سی

ہے۔ تمہاری آنکھ اُٹو کی سی ہے۔ تمہارے دانت کتے کے سے ہیں۔ ص ۲۰ و ۲۱۔

ناظرین ! یہ ہے ان مسکینوں کی تہذیب جس پر شیطان بھی لاسول ہی پڑھتا ہو گا۔ یہ ایک دہائی گالیاں صرف

نوسنے کے طور پر اور وہ بھی محض ابتدائی صفحات سے پیش کی جاتی ہیں جو ہمارے ناظرین کی عبرت آموزی کے لئے کافی

(حقیقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایک اشتہار کا مضمون تیار کیا گیا جس میں اپنے شرمناک خراج کا کھلے لفظوں میں اقرار ہی نہیں اعلان تھا۔ یہ

لال اشتہار جنسی پریس بریلی میں چھپوا کر مولوی رحیم میاں کے سپرد کیا گیا اور میاں صاحب نے سنبھل بیچ کر ۱۱ جمادی الاول کے کو اس کو شائع کیا۔

اور مولوی رحمہ اللہ صاحب نے سمجھ لیا کہ حج پس رسیدہ بد بلائے دے بیکر گزشتہ ۱۰ دھرم ۲۲ کو سات بجے حضرت مولانا صاحب مدیر انجمن نے حسب وعدہ سنبھل

میں نزول اجلال فرمایا۔ لال اشتہار کا سال معلوم ہوا ان لوگوں کی حیا و شرم پر سخت عبرت ہوئی۔ بالآخر چار بجے حضرت مولانا کے مشورہ سے مولانا محمد منظور صاحب

نے بذریعہ تار برقی مولوی رحمہ اللہ صاحب کو ایک جوابی نوٹس دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ نہ سب خیلوں کو چھوڑ کر فوراً آئیے ورنہ جملہ مصارف کا دین کا تحمید

موسیہ کے قریب تھا آپ پر دعویٰ آجائے گا۔ لیکن اللہ نے استقامت باوجودیکہ جوابی تار تھا، بریلی سے جواب دیا۔ چونکہ حضرت مولانا مدیر انجمن

تھے اور آپ ایک بیوی بھی سخت مریض تھیں جن کا انتقال دو چار روز بعد ہی ہو گیا اس لئے آپ کوئی گھنٹے کا دل کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد گھنٹہ بھر

لے گئے لیکن بریلی سے تار کے جواب میں کوئی آواز نہ آئی۔ پھر دوسرے روز شاہد وکیلوں نے مشورہ دیا کہ دعویٰ یقیناً دگری ہو جائے گا منصور بڑھیں

میں آیا اور ۲۳ کی شام کو یہ جواب آیا کہ حضرت سفر کو گئے ہیں اجازت کا منتظر ہیں۔ پھر کی صبح کو کشاں کشاں جناب تشریف بھی لے گئے۔ اور اس کے بعد جو

ہیں ان گالیوں سے ان مکینوں کی ذہنیت اور علمی قابلیت کا ہر ہوشمند سمجھ سکتا ہے۔ ورنہ ان گالیوں کے پسند اور مغلطات کی پوٹ میں ہر ہر دق پر بلکہ ہر صفحہ و سطر میں بازاری گالیوں کے ایسے ہی تیرہ و تار منظر موجود ہیں۔

قیاس کن از گلستان من بہر از گلستان
ہم ان بازاری گالیوں کا نہ کچھ جواب دینا چاہتے ہیں اور نہ دے سکتے ہیں۔ ہاں یہی کہی اگر کوئی بازاری جواب دے تو شاید دے سکے۔ ہمارے نزدیک تو بخدا ہر شریف انسان اس گالی نامہ کا دیکھنا بھی پسند نہ کرے گا۔ ہر جانب سے جواب لکھے۔

ہاں ہم اپنے مجروح دل کو قرآن مجید و فرقان حمید کے اس فرمان عالی شان سے تسکین دیتے ہیں جو ایسے ہی دشمن کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔

وَلْتَسْمَعْنَ مِنَ الَّذِينَ آوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ (آل عمران ۳۰-۱۸۶)

یعنی اے مسلمانو! شیعہ محمدی کے پر دانو! تم اہل کتاب اور عام مشرکوں سے بڑی گندی اور تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر تم نے صبر اور تقویٰ سے کام لیا تو یہ بڑا کام ہے۔
ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اگر اس نے آپ کو گالیاں ہی دینے کے لئے پیدا کیا ہے تو ہم کو اپنی مرضی کے مطابق اس پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرماتے۔

سلیقہ گالیاں دینے کا بخشتا ہے اگر ان کو
تو ہم کو شیوہ تسلیم ابراہیم آذر دے
واللہ ان گالیوں سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ ہماری نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ خدا البفیل حبیب پاک صاب

(بقیہ حاشیہ منور گذشتہ) جو کچھ ہر اساعت آسمانی میں مذکور ہو چکا ہے۔ الفرقان حضرت میرالنجم پر جو کچھ ترا بیت وہ ان فاروقی سربوں کا خمار ہے۔ ہم دست بدعا میں کراۓ تبارک و تعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ ہمارے سروں پر رحمت دراز تک قائم رکھے۔ دے لاکھوں برس راقی ترا آباؤ پناہ۔

لولاک ہم ہمارے نیت کو درست رکھے ۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود بیک نصیب

سیر دوستان سلامت کہ تو خنجر اکو ملانی

اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اس جعلی روئے لاہور مسلم علم غیب کے متعلق جن مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ ان کے جوابات کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے۔ انصاف کو کسی دوسرے ضمیمہ کے لئے ملتوی کرتے ہیں۔
اس روئے لاہور میں بالخصوص دو قسم کے اھلے کئے گئے ہیں۔ (۱) مسئلہ علم غیب کے متعلق جو کچھ ثبوت مناظرہ میں رضا خانیوں کی طرف سے پیش کیا گیا تھا جس کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی بے نظیر اور قیامت تک لاجواب گرفتوں نے بے کار کر دیا تھا۔ (۲) مولانا محمد صاحب اور ان کے مشیروں نے اس ثبوت کو نا کافی سمجھ کر مزید ثبوت کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن کچھ نہ کہ وہ ثبوت بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کہا تھا۔ عین قاندر عاف، عین قاندر عاف لہذا ثابت ہو گیا کہ ہمارا نام محمد یوسف۔

بہر حال مولانا محمد علی صاحب نے جو کچھ ٹوٹا پھوٹا ثبوت اپنے دعوے کا، مناظرہ میں پیش کیا تھا اس کے دندان شکن اور دہان دوز جوابات دے کر اس کے پر خچے تو وہیں مناظرہ میں اڑا دیئے گئے تھے جس کے جواب اب جواب کی اب تک نوبت نہیں آئی۔ چھ ماہ کی مسلسل کوششوں اور بڑے بڑوں کے مشورہ دل کے باوجود رضا خانی روئے لاہور بھی ان کے جوابات سے سکتے ہیں۔ پیچ ہے۔ الفضل ما شهدت به الاعداء کمال وہی ہے جس کا اقرار دشمن بھی کریں۔

۱۔ ہاں ایسا ضرور ہوا ہے کہ بعض جگہ روئے لاہور صاحب جواب دہی کے شوق میں رضا خانی مذہب ہی کو چھوڑ گئے ہیں۔ لیکن یہ جواب نہیں یہ قرار عن للبحث ہے اور مقابل کی بات کو تسلیم کر لیا ہے۔ مثلاً آپ صفحہ ۴۴ پر ایک فقرہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”یہی ہے بات کہ ہم حجت سے قبل حضور کے علم غیب کے قائل ہوں یہ بالکل غلط ہے“ دہلیہ حاشیہ بر صفحہ ۴۵ سندہ

۲۔ یہ عبارت جس تقریر میں ہے اس کے شروع میں یہ الفاظ ہیں ”پہلی حدیث کا حاشیہ لکھا ہوں“ لکھنا کا لفظ خود بخود بتا رہا ہے

کہ یہ مولوی مشتعل صاحب کی تقریر ہے یا بعد کی تصنیف۔ جا دو ہے وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

زبان سے نہ سہی عمل سے۔ اور جس ثبوت کا اب اضافہ کیا گیا ہے اس کا جواب اب حاضر خدمت ہے۔ بقدر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

ہم جواب دینے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ مولوی حسنت علی صاحب کی وہ آخری تقریر جس میں ادلہ کا اضافہ کیا گیا ہے رضا خانی روئداد سے کچھ نقل کر دیں تاکہ جوابات کے سمجھنے میں آسانی ہو اور ایک طرف اس کا بھی ذکر ہے۔ اور ناظرین کو فریقین کی تحریروں سے صحیح نتیجہ نکالنے کا بہترین موقع ملے۔ رضا خانی روئداد کے صفحہ ۷۶ پر ہے۔

”اب نویں آیت سناتا ہوں و نزلنا علیک الكتاب تبیاناً لکل شیء“ یعنی ”یہ محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے“

”دسویں آیت ملاحظہ ہو ما فرطنا فی الكتاب من شیء“ یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھانہ رکھی۔ یعنی اس میں ہر چیز کا بیان ہے“

”گیارہویں آیت و کل شیء احصیناہ فی امام مبین ہر چیز کو ہم نے قرآن پاک میں بیان کر دیا ہے“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مگر آپ قائل ہوں یا نہ ہوں آپ کو پوچھنا کون ہے۔ فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب تو صاف اقرار فرماتے ہیں کہ ختم نزل قرآن سے پہلے ہجرت کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کونیات کا علم نہ تھا۔ اور اگر آپ کی مراد مطلق بعض منہیات کا علم تو یہ فوار عن المباحث ہے اس کی میاں بحث کب ہے۔ الغرض روئداد نویس صاحب نے جہاں جواب دینے کی کوشش کی ہے وہاں یا تو مجبور ہو کر اپنے مذہب قدیم کو چھوڑ کر کوئی نیا مذہب اختیار کیا ہے یا ایسا ہی اور کوئی مغالطہ دیا ہے۔ اور اکثر تو یہ جو انفرادی کی ہے کہ جن باتوں کا جواب دہ تھا ان کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا ہے ۵۔ اس کا رد تو آید و مردان چنین کنند۔

ناظرین! ہر دو روئدادوں کا مطالعہ فرما کر ہمارے اس بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ۱۲

۱۔ یہ خطاب مولوی اجمل میاں صاحب سے ہے کیوں کہ یہ جہت انہیں کی ہے۔ اگر مناظرہ میں مولوی حسنت علی صاحب کبھی یہ کہہ دیتے تو

پھر ان کے لئے رضا خانیت و بال جہاں ہی ہو جاتی۔ ۱۳

در بارہویں آیت وکل شیء فصلناہ تفصیلاً اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری تفصیل کر دی

تیز چوٹی آیت وَلَا حَبَّةَ فِي ظِلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

یعنی کوئی ایسا دانہ نہیں جو زمین کی تاریکیوں میں ہوا اور نہ تو خشک مگر کتاب میں ہے

ان پانچوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن پاک ہر شے کا بیان ہے اور حضور اس کے عالم تھے لہذا حضور کو ہر

شے کا تفصیلی علم ہو گیا اور تمام ماکان و مایکون پر اطلاع حاصل ہو گئی۔

چودھویں آیت ذالک من انباء الغیب نوحيها اليك یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے

تیری طرف وحی کی ہیں۔“

پند رہویں آیت فاعی الی عبدہ ما اوحیٰ پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی “

اب دوحہ شیں بھی تبر کا ادریش کرتا ہوں۔ طبرانی میں حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے۔ لفظ ترکنا

رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يحرك طائر جناحيه الا ذكر لنا منه علما

یعنی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہم سے اس حال میں مفارقت کی کہ کوئی پر خدا ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو ہلاتے مگر حضرت

۱۔ درجہ اول اضافہ یہاں سے شروع ہوتا ہے اسی سے پہلے آیات اور ان کے جوابات تکمیل و تقاضا دہ لکھ دیئے گئے ہیں۔

سچے دھنڈا خانی دودھا میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہوا ہے اور غلط نام میں اس کی تصحیح اس طرح کی گئی ہے "پرندہ" معلوم ہوا انوں کے بجائے

ف لکھ دینا تو بے چارے کاتب کی غلطی تھی لیکن وہ کہے کہائے پرندہ کو الف سے لکھنا یہ جناب فضیلت تاب مولوی اجل میاں صاحب کا کمال ہے

اور کیوں نہ ہو آخر تفسیر کو تفسیر کہنا۔ بھی تو آپ ہی کی خصوصیت ہے۔ ہمارے پاس میاں صاحب کی وہ تحریر کچھ اللہ محفوظ ہے جس میں آپ نے تفسیر

کے چائے طفیر لکھا اور ایوب کو الف سے یا سوب لکھنا یہ روحانی ہی کی کرامت ہے جس کا جی چاہے خود میاں صاحب کا نکاح خوانی کا بستر دیکھ

سکتا ہے اور اس میں یہ دونوں نمونے موجود ہیں۔ میان صاحب کے کسی عنایت فرما سٹر عماد الدین صاحب بی اے علیگ نے اپنی نامہ صحران نظم میں کیا خوب

لکھا تھا کہ لکھا تفسیر کو تفسیر ہی علی لیاقت تھی۔ مگر جیسے تھے علامہ ٹپس کے خوب ہی ڈنڈے۔ اس کے علاوہ اور بھی اس رضا خانی روڈ ادویہ

الحاکم کی ایسی غلطیاں ہیں جن کے متعلق دشمن سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ صرف مولوی اہل میان صاحب ہی کی کرامت ہیں انشاء اللہ کسی آئندہ مصنف

میں ان کی بھی ایک فہرست شائع کر دی جائے۔ ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا بھی حال بیان فرمادیا۔

تفسیر روح البیان میں ایک حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ قال فیصلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرة فلعلمت ماکان وما سلیکون یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکا یا گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان وما سلیکون کا علم حاصل ہو گیا۔ ص ۷۶۔

اس کے علاوہ صفحہ ۶۶ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کا اضافہ کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق

حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم

یعنی حضور ہم میں ایک بار کھڑے ہوئے تو جب سے مخلوقات کی پیدائش کی ابتدا ہوئی اس وقت

سے جب تک جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں۔ اس وقت تک تمام چیزوں کا بیان

فرمادیا

نیز اسی صفحہ پر ایک عبارت شرح زرقانی سے نقل کی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ اصحابہ صلی اللہ علیہ

وسلم جازموند باطلاع علی الغیب صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے

ان کے علاوہ اپنے دعوے کی تائید میں جن اقوال کو پیش کیا ہے ہم ان کے جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے

کیوں کہ بیشتر تو ان میں وہ ہیں جن کا جواب صاعقہ آسمانی ہی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور کچھ کا جواب ہماری اس مختصر

تحریر سے معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز الکریم۔ علاوہ ازیں یہ کہ وہ حجت شرعیہ بھی نہیں۔ اب ہم نمبر وار جواب دیتے ہیں۔

بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

اس تقریر میں جو پہلی آیت کریمہ ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ اور نازل کیا ہوا ہے تم پر کتاب کو کہ (وہ) پورا

بیان ہے ہر شے کا آپ کے اس استدلال پر پٹے تو چند مناظرانہ سوالات کے جلتے ہیں۔ ذرا سوچتے سمجھ کر جواب

دیا جائے۔

۱۔ اگر آپ نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ قرآن عزیز میں ہر چیز کا بیان ہے خواہ وہ الہی ہو یا اعلیٰ۔ دین کی یا دنیا کی۔ شان نبوت کے مناسب ہر چیز مناسب۔ آج کی ہو یا کل کی، حال کی ہو یا مستقبل کی۔ تو آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ محض ان چیزوں کا علم محیط مانتے ہیں جو ابتدائے آخر میں عالم سے لے کر ہم آخر تک وجود میں آئیں نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ آپ نے اپنی اس روئداد کے صفحہ ۱۲ پہلے اسی صاف لکھا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات وصفات کا پورا علم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے نہ آئندہ ہو گا اور نہ ہو سکتا ہے، ملخصاً۔ حالانکہ ذات وصفات الہیہ بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریح کے مطابق اشیاء میں داخل ہیں۔

”انبار المصطفیٰ، صفحہ ۲ پر فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔

”اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات وصفات بھی موجودات میں سے ہیں۔ بلکہ ساری مخلوق کا وجود ظلی اور ذات وصفات الہیہ کا وجود اصلی ہے۔ نیز یہ خالص الاعتقاد“ میں آپ کے انہیں اعلیٰ حضرت نے علم قیامت کے متعلق تردید ظاہر کیا ہے کہ آیا وہ داخل ہے یا خارج۔ لہذا اگر اس آیت کریمہ کے یہ عام معنی لئے جائیں گے تو یہ آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے اور جو الزام آپ ہم پر رکھنا چاہتے تھے وہی بعینہ آپ پر بھی وارد ہو گا۔

ہم الزام ان پر رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

۲۔ جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کو تنبیہ لکھل شے ۱ فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۃ النعام میں ارشاد ہے۔ ولقد اتینا موسیٰ الكتاب تماماً علی الذی احسن و تفصیلاً لکل شے ۲ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وکتبنا فی الالواح من کل شے ۳ موعظۃ و تفصیلاً لکل شے ۴ پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ توریت میں بھی ہر چیز کا بیان ہو اور علوم قرآن اور علوم توریت برابر ہوں۔ اور قرآن پاک میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۳۔ پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف ابن حضرت موسیٰ و عیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے برابر ہو ان سے زیادہ نہ ہو۔ کیونکہ حضور اقدس کی طرح بواسطہ توریت ہر ہر چیز کا پورا پورا علم ان کو عین ہو گا اور یہ بھی صریح کفر ہے۔

۱۔ (حاشیہ صفحہ آئندہ)

سردست صرف یہی تین مناظرہ وار کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب آجانے پر اس آیت کے متعلق کچھ اور بھی عرض کیا جائے گا۔ کیوں کہ یہ یوحی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک مسئلہ علم غیب کی نہایت زبردست دلیل ہے۔ اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین امت کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

۱۔ تبیاناً لكل شیء من امور الدین۔ یعنی قرآن عزیز میں دین کی محاسن باتوں کا بیان ہے۔

۲۔ تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ یحتاج الیہ من امر الشریعة (ص ۲۲۲) یعنی قرآن شریف میں ان سب باتوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کی باتوں میں پڑتی ہے۔

۳۔ تفسیر جامع البیان میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ ہیں۔ (ملاحظہ ہوں ص ۲۲۲)

۴۔ تفسیر تبصیر الرحمن میں ہے۔ لكل شیء من المعارف والاحکام واخبار الماضین۔ یعنی قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان ہے معرفت کی باتوں میں سے اور احکام میں سے اور اگلے لوگوں کے واقعات میں سے۔

۵۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔ لكل شیء متعلق بامور الدین۔ یعنی قرآن شریف سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۶۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ تبیاناً لكل شیء یحتاج الیہ من الامر والنہی والحلال والحرام والحدود والاحکام۔ (ص ۱۷۷)۔ یعنی قرآن شریف میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی حاجت پڑتی ہے۔ یعنی اوامر و نواہی کا حلال و حرام کا۔ حدود، اور احکام کا۔

۷۔ تفسیر خازن میں ہے۔ قال اهل المعانی (تبیاناً لكل شیء) یعنی من امور الدین ص ۱۲۹

دعا شریف صفحہ گزشتہ) ملے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اس لئے کہ توریت خود ان پر نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عالم توریت ہونا قرآن عزیز میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وعلّمہ الكتاب والحکمة والتوراة والانجیل الآیہ ۱۲

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۸ : تفسیر رضیٰ وی شریف میں ہے۔ (تبیانا لکل شیء) من امور الدین (ص ۳۲۲ ج ۱)۔

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا روشن بیان ہے۔

۹ : تفسیر البسعود میں ہے۔ (تبیانا لکل شیء) يتعلق با مورالدین (ص ۳۶۴ ج ۱)۔

یعنی قرآن پاک میں تمام ان چیزوں کا روشن بیان ہے جو دین سے متعلق ہیں۔

۱۰ : تفسیر کبیر میں تقریباً یہی مضمون ہے۔ لیکن چونکہ اس میں اس کو مدلل بیان کیا ہے اس وجہ سے عبارتیں طویل

ہو گئی ہے ہم بقصد اختصار اس کو چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ص ۳۴۴ ج ۵۔

ہم بقصد اختصار صرف انہی دس تفسیروں کے حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ اہلسنت کی صد ہا تفسیر سے اس قسم کی عبارتیں نقل کی جاسکتی ہیں۔

ان عبارات سے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ مفسرین اہلسنت کے نزدیک اس آیت کریمہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ قرآن پاک میں دینی باتوں کا پورا بیان ہے۔ اور الحمد للہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ بے شک قرآن عزیز میں دین الہی کی باتوں کا نہایت واضح اور روشن بیان ہے۔ اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عالم ہیں علم ہی نہیں بلکہ معلم ہیں۔ اور جس کو جو کچھ دین الہی کا علم ہے وہ حضور ہی کا صدقہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک و اعظم و شرف و کرم۔

ہاں یہ رضا خانیوں ہی کی ذہنیت ہے کہ ان کے نزدیک قرآن شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ فلاں روز اتنی کھیاں مریں گی، اتنی پیدا ہوں گی، اس قدر مجھ مریں گے اور اس قدر پیدا ہوں گے۔

ناظرین ! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا قرآن عزیز کبھی، کبھی، کبھی، پتو اور کپڑے، کھوڑوں کے موت و حیات اور دیگر حالات بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے؟ کیا وہ عجلی، مبذک اور برساتی کپڑوں کی ہٹری اور حالات زندگی بتلانے کا؟ میرے نزدیک تو کوئی باایمان بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ نعوذ باللہ من سوء الفحص۔

اس کے بعد ہم دوسری آیت کریمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ نہ چھوڑی ہم نے کتاب

۱۲۱
 میں کوئی چیز : اس آیت کریمہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے اول تو اس پر وہی تین مناظرہ سوال کئے جاتے ہیں جو
 اس سے پہلے استدلال پر کئے گئے۔ تا وقتیکہ ان کے شافی جوابات دے کر دلیل کو دعوے کے مطابق نہ کر دیا جائے اس سے
 استدلال کرنا بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف بہالت بلکہ دیوانگی ہے (سوالات کے اعداد کی حاجت نہیں
 ناظرین خود جاری فرما سکتے ہیں)۔

اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا بھی صحیح مطلب مشاہیر مفسرین اہلسنت کی تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ بطور ہے
 کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے لفظ ”کتاب“ سے لوح محفوظ مراد لی ہے اور بعض نے
 قرآن پاک۔ ظاہر ہے کہ جب لوح محفوظ مراد لی جائے گی (جیسا کہ جلالین شریف ص ۱۱۳۔ و تفسیر جامع البیان ص ۱۱۳۔
 و تفسیر مدارک التنزیل ص ۱۸۲۔ و تفسیر تبصیر الرحمن ص ۲۱۴ وغیرہ میں ہے) تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے
 لوح محفوظ میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس اس صورت میں اس آیت کریمہ کو مسئلہ علم غیب سے کوئی تعلق ہی نہ ہوگا۔ اور نہ
 ہمارے مخالفین اس معنی کے اعتبار سے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کا استدلال صرف اس صورت میں ہے
 جب کہ کتاب سے قرآن پاک مراد ہو۔ لہذا ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جن مفسرین نے کتاب سے قرآن پاک مراد لیا ہے انہوں
 نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے۔ آیا وہ جو ہمارے دوست رضا خانیوں نے سمجھا (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں ساری
 باقیں مذکور ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی، مفید ہوں یا غیر مفید حتی کہ (معاذ اللہ) کیڑے مکوڑوں کا پاخانہ اور
 پیشاب بھی مذکور ہے) یا وہ معنی سمجھتے ہیں جو باتباع مفسرین ہم سمجھتے ہیں۔ (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں دین الہی کی تعلیم ہے
 ہدایت کے اصول ہیں۔ معارف کا بیان ہے۔ حقائق کا تبیان ہے)۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

او الکتاب القرآن وقول من شیء ای من شیء یحتاجون الیہ الخ مدارک ص ۱۸۶۔

یعنی اس آیت میں یا کتاب سے قرآن عزیز مراد ہے تو اس صورت میں شے سے مراد وہی چیز ہے جس کے لوگ
 دینی معاملات میں محتاج ہوں۔ یعنی قرآن شریف میں دینی ضروریات کو نہیں چھوڑا گیا۔

تفسیر الباسود میں ہے ای ما ترکنا فی القرآن شیئاً من الاشیاء المهمة (ص ۶۲ ج ۲)

یعنی ہم نے قرآن شریف میں (سب ضروری باتیں بیان کر دیں) کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

تفسیر کبیر میں ہے قوله ”ما فرطنا فی الكتاب من شیء“ ”یجب ان یکون مخصوصاً

ببیان الاشياء التي يجب معرفتها والاحاطة بها۔ یعنی اس آیت کریمہ میں جو شے کا لفظ ہے
 (اس کو عام نہیں رکھا جاسکتا) بلکہ اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کر دینا واجب ہے جن کی معرفت ضروری ہو اور جن کا
 علم لازمی ہو۔ یعنی آیت کریمہ کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہم نے قرآن شریف میں تمام وہ چیزیں بیان کر دیں جن کا جاننا لازمی
 ہے ان میں سے کوئی چیز نہ چھوڑی۔

یہاں ہم خوف طوالت صرف انہیں حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں اور اباب انصاف کے لئے اس قدر کافی سمجھتے ہیں
 اس کے بعد ہم چوتھی آیت کریمہ وکل شیء فصلناہ تفصیلاً کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا ترجمہ
 یہ ہے کہ ہم نے ہر چیز کی پوری تفصیل کر دی۔

اس استدلال پر بھی ہمارے وہی اہل تین سوال میں جو پہلی دلیل پر وارد کئے جا چکے اور جن کا جواب نہ ہوا اور نہ
 الشرائع ہو سکے گا (ناظرین ان سوالات کو خود جاری فرمائیں) رہا اس کا صحیح مطلب اس کو ہم چند معتبر و مستند تفسیر
 سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

۱ : تفسیر جلالین شریف میں ہے (وکل شیء) یحتاج الیہ (فصلناہ تفصیلاً) ص ۲۹
 یعنی ہم نے ہر ضروری چیز کی پوری تفصیل کر دی۔

۲ : تفسیر جامع البیان میں ہے (وکل شیء) مما تحتاجون الیہ (فصلناہ تفصیلاً)
 یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی ضرورت تم کو پڑتی ہے۔

۳ : تفسیر مدارک شریف میں بھی یہی ہے۔ ملاحظہ ہو، مدارک ص ۳۵۸

۴ : تفسیر البوسعدی میں ہے (وکل شیء) تفتقرون الیہ فی المعاش والمعاد۔
 (ص ۲۰۶-۶ ج) یعنی ہم نے ہر اس چیز کی پوری تفصیل کر دی جس کی تمہیں امر معاش و معاد میں
 ضرورت ہے۔

۵ : تفسیر کبیر میں ہے (وکل شیء فصلناہ تفصیلاً) ای کل شیء بکمال الیہ

حاجۃ الخ ص ۳۷، ج ۵۔

یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی تم کو ضرورت ہے۔

یہاں بھی بقصد اختصار صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الہادی الی سبیل

الترشاد۔

مفسرین عظام کی ان تصریحات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس آیت کریمہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن عزیز انسانی ضروریات کا کفیل ہے اس میں ضروری ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔ نہ یہ کہ اس میں حشرات الارض و زمین کے کیڑے مکوڑوں کی سوانح عمری ہو۔ جیسا کہ ہمارے رضا خانی دوستوں کا خیال ہے۔ و العیاذ باللہ رب العالمین۔

آیت نمبر ۳ وکل شیء احصیناہ فی امام مبین۔ و نمبر ۵ یعنی ولا حیلۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کے متعلق ہم صرف اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مفسرین اہلسنت نے تو اس کی تفسیر کی ہے لیکن یہاں تو غضب یہ ہے کہ آپ کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی لوح محفوظ ہی مراد لے رہے ہیں۔ دیکھو ۱۰ انبار المصطفیٰ ص ۳ سطر ۲۱ و ۲۲، اگرچہ تقریباً تمام تفاسیر میں بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن ہم خان والا شان کے فرمان عالی شان کے بعد کسی مفسر کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ج

مدعی لاکھ پہ بھبھادی ہتے گواہی تیری

آیت کریمہ نمبر ۶ و ۷ کے متعلق ہم کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں سمجھتے۔ ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ ان کو کمال تک رضا خانیوں کے دعوے سے تعلق ہے۔ پہلی آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے (اے حبیب دردمندان محبت کے طبیب) یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم تمہاری طرف اس کو وحی کرتے ہیں۔ دوسری آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔ پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی۔

غور فرمایا جائے کہ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ بیابانوں کے ذرہ ذرہ کا، سمندروں کے قطرہ قطرہ کا، درختوں کے پتہ پتہ کا، دریاؤں کی مچھلی، مینڈک اور زمین کے ہر کیڑے مکوڑے کی حرکت و سکون کا، حتیٰ کہ پاخانہ و پیشاب وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے اکیسویں روز قبل عطا فرمایا گیا اور دلیل یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیب کی خبروں میں سے کوئی خبر وحی فرمائی یا یہ کہ وحی فرمائی ہو کچھ کہ وحی فرمائی۔ سبحان اللہ! واہ کسے استدلال۔

قرآنی آیات کی بحث سے فارغ ہو کر اب ہم ان احادیث کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جن کا اضافہ رضا خانیوں کی اس جعلی رد و داد میں کیا گیا ہے۔ فاقول و باللہ التوفیق۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت لفظ ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث کے متعلق سر دست صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ یہ دعویٰ سے غافل ہے۔ اور دعویٰ عام دلیل خاص سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ کما بین فی کتب الاصول۔

دوسری روایت جو جناب نے شب معراج کی پیش کی ہے اس کا ترجمہ آپ کے اصول پر یہ ہے کہ میں نے جان لیا (اس شب معراج میں) جو کچھ کہہ چکا اور جو کچھ کہہ گا : ”لہذا یہاں وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض۔ اگر کل مراد ہے تو یہ آپ کے دعویٰ سے عام ہے (جیسا کہ رضا خانیوں کے استاد العلماء مولوی نعیم الدین صاحب نے ”الکلمۃ العلیا“ میں اس کا اعتراف کیا ہے) لہذا یہ دلیل خود آپ کے بھی مذہب کے مخالف اور آپ کے دعویٰ سے متخلف ہوگی۔ اور اگر اس سے بعض مراد ہے یعنی وہ جو اس وقت عند اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھا تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس روایت سے یہ علم محیط ثابت ہو گا تو شب معراج میں ہجرت سے بھی بہت پہلے مانا پڑے گا اور آپ خود اس کے قائل نہیں آپ صرف وفات ثلثیہ سے اکیاسی روز قبل اس علم محیط کی تکمیل مانتے ہیں۔ لہذا یہ روایت آپ ہی کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے آپ کے بھی مخالف ہے۔

تیسرے یہ کہ اس روایت کو تا قیامت صحیح نہیں ثابت کیا جاسکتا۔ صحیح ہونا تو درکنار اس کی پوری اسناد بھی نہیں بتلائی جاسکتی۔ راویوں کی جرح و تعدیل تو بعد کی چیز ہے۔ لیکن میاں صاحب! انوس کہ آپ کے سامنے ان چیزوں کا ذکر کرنا ہمارے نزدیک بھینس کے آگے بن بجانے سے کم نہیں۔ کاش کہ کسی ذی علم کا مقابلہ ہوتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ والی روایت : ”قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث“ جس کا اضافہ اس رضا خانی رد و داد کے صفحہ ۶۶ پر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں رضا خانیوں کا تمام ماکان و مایکون بتلادیا۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ حضور ص نے یہ تو بیان کیا ہی نہ ہو گا کہ ”شراب اس طرح بنائی جاتی ہے، جو ایوں کھیلا جاتا ہے۔ فلاں وقت ملے (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

زید غل خانہ میں جانے گا۔ فلاں وقت پاخانہ میں۔ فلاں وقت کلکتہ کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا۔ جو کا یہ نرخ ہوگا۔ ہندوستان میں ایک شہر بریلی ہوگا اس میں ایک پاگل خانہ ہوگا اور اس میں فلاں فلاں پاگل ہوں گے۔ الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارا نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پر مہیا بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو۔ بلکہ یہ کہنا تو ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لئے تشریف نہیں لائے تھے۔ بلکہ بعثت کی غرض دین الہی کی تعلیم تھی۔ لہذا اس حدیث شریف کا وہی مطلب ہوگا جو ہمارے اور آپ کے دونوں کے مسلم شیخ الشیوخ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔ اسی مما یتعلق بالدين اى کلیاتہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ میں بدر اخلق سے لے کر دخول جنت و دخول تک کی تمام وہ باتیں بیان فرما دیں جو دین سے متعلق تھیں۔ اور اس کے بھی کلیات نہ ہر ہر جزئی۔

اچھ لہ اس دلیل کا فیصلہ ایسے کے قلم سے ہوا جس کے سامنے رضا خانی دم نہیں مار سکتے۔ فذلہ الحجۃ السامیہ۔ یہی شرح زرقانی کی عبارت » اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جازمون باطلا عہ علی الغیب « اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے کہ یہاں غیب سے کل غیب تو نہ تمہارے نزدیک مراد ہو سکتے ہیں نہ ہمارے نزدیک۔ لہذا بعض غیب مراد ہوں گے اور اس صورت میں مثبت مدعا نہیں۔ پھر اس سے استدلال بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے۔

اچھ لہ کہ روند ادولیس صاحب نے جس قدر ثبوت کا اضافہ کیا تھا وہ تمام بھی پہلے ثبوت کی طرح ہباء منتورا ہو گیا۔ وخسر هنالك المبتلون۔

دوسری قسم کا اضافہ جو اس جعلی روند میں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ تریس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب

(حقیقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لے یہ اس لئے عرض کیا گیا کہ رضا خانیوں کا مکان دما یون بھی دنیا سے زائل ہے آئندہ انشاء اللہ کسی تحریر میں اس کی

تفصیل کی جائے گی ۱۱ (حاشیہ صفحہ ۱۲) لے اور یہی مطلب بعینہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ہے جس کا اضافہ

رضا خانی روند کے صفحہ ۲ پر کیا گیا ہے۔ ۱۲

ظلم العالی نے اہلسنت کی طرف سے اپنے دعوے کے ثبوت میں جو آئمہ قاہرہ پیش کئے تھے اور جن کا جواب مولوی حشمت علی صاحب نمائندہ فرقہ صافخانی نے قسم کھانے کو بھی نہ دیا تھا ان کے جوابات دینے کی نہایت زبردست کوشش کی گئی ہے، لیکن الحمد للہ نتیجہ وہی ہوا ہے جو آفتاب پر دخول ڈالنے کا ہوا کرتا ہے۔

تاہم ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ انسانی اختصار کے ساتھ ان مضامین پر بھی کچھ تبصرہ فرمادیں۔
حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں سب سے پہلی آیت کریمہ وما علمناہ الشعر وما ينبغي له پیش فرمائی تھی۔ اور بقول بعض مقامی حکام کے، اس پہلی ہی آیت نے ہر ذی فہم کے لئے منظر کا دو ٹوک فیصلہ کر دیا تھا۔ اس ذیل پر جو کچھ مولوی حشمت علی صاحب نے مناظرہ میں کلام کیا تھا وہ اور اس کا جواب تو صاحب نے آسمانی میں مذکور ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمایا جائے۔

اب چھ ماہ کے بعد اس جعلی روئداد میں حضرت مولانا کی اس دلیل کے متعلق بہت کچھ خامد فرسائی کی گئی ہے۔ لیکن خلاصہ اس ساری تطویل لا طائل کا بھی صرف وہی دو باتیں ہیں جو مولوی حشمت علی صاحب نے غلطوں میں کہہ دی تھیں۔ ایک یہ کہ آیت کریمہ میں شعر سے وہ شعر مراد نہیں ہو سکتا جس کو عرب میں عام طور پر شعر کہا جاتا تھا، بلکہ صرف تنجیلات کا ذہب مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ علم سے اس آیت کریمہ میں صرف نکتہ مراد ہے۔

لیکن روئداد نویس صاحب اس کے اُس دندان شکن جواب سے بالکل ہی آنکھ میچ گئے جو مناظرہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے دیا تھا اور جو صاعقہ آسمانی کے صفحہ ۱۴۶ پر مذکور ہے۔ جس کے بعد مولوی حشمت علی صاحب اس آیت شعر کے متعلق ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکال سکے۔ ناظرین حوالہ مذکورہ بالا پھر ملاحظہ فرمائیں۔

اہلسنت کی طرف سے دوسری دلیل آیت کریمہ اِنَّ السَّاعَةَ اَتَتْ اَكَاد اُخْضِیْمَا الْاَیَّ

۱۔ ترجمہ: نہیں سکھایا ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور دان کی شان رفیع کے مناسب تھا۔ ۱۲

۲۔ صاعقہ آسمانی کے صفحہ ۱۴۶ پر بحوالہ تفسیر ابن کثیر ایک روایت نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت صدیق اکبر و فاطمہ رضی اللہ عنہما نے بھی آیت کریمہ کا وہی مطلب سمجھا ہے جو ہم مراد لیتے ہیں، نہ وہ جو صافخانی کہتے ہیں ۱۳

۳۔ تحقیق قیامت آنے والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں یہ کہ اس کو چھپاؤں۔ ۱۴

پیش کی گئی تھی۔ روزنامہ نویس صاحب نے اس پر بھی بہت کچھ گہرا نشانہ فرمائی ہے۔ اور سوالات و سوالات پیدا کئے ہیں۔ لیکن کاش کہ میاں صاحب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان تفسیروں کو بھی نقل فرمادیتے جو اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے پیش فرمائی تھیں اور جو صاعقہ آسمانی صفحہ ۱۰۵ پر ہیں۔ لیکن نقل کیے کرتے رضا خانیہ کا جو گھر گر جاتا تھا۔ خیر ہم اب ان کو پھر نقل کرتے ہیں۔

جبرامت عالم قرآن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یقول لا اظهر علیہا احد غیري یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اپنے سوا اس قیامت (کے وقت) پر کسی کو اطلاع نہ دوں گا۔ روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ولعمری لقد اخفاها الله من الملئکة المقربین و من الانبیاء و المرسلین۔ یعنی بخدا قیامت کے وقت کو چھپایا ہے اللہ تعالیٰ نے

مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے۔ در روایت کیا اس کو ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے۔ ملحوظ رہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس وقت فرما رہے ہیں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کو ایک عرصہ ہو چکا ہے۔ فرماتے میاں

صاحب! کیا اب بھی کسی سوال میں کچھ غصہ باقی ہے یا سب کا خاتمہ ہو گیا؟ اگر کچھ بھی رقی باقی ہو تو صاف کہہ دینا۔

تیسری دلیل سورہ لقمان کی آخری آیت ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب عندا وما تدری نفس باقی ارض تموت ان الله علیہم خبیر پیش کی گئی تھی جو آج تک سنبھل کے

عوام کی بھی زبان پر ہے۔

اس آیت کریمہ کے متعلق بھی روزنامہ نویس صاحب نے کئی ورق سیاہ کئے ہیں۔ اور یہ کہ بے چاروں نے اپنے قلم کا سلاہی روز ختم کر دیا ہے۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی الکلیۃ العلیا کے ورق کے ورق

ملے بے تحقیق اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔ اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو۔ یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہوگی، اور وہی جانتا ہے جو کچھ عورتوں کے دم میں ہوتا ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہاں مرے گا بے تحقیق اللہ ہی جاننے والا ہے۔

نقل کر ڈالے ہیں لیکن حاصل اس ساری تطویل کا بھی صرف یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں جن پانچ چیزوں کا ذکر ہے غیر اللہ سے صرف ان کے علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے ورنہ ان کا علم بعلطائف الہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے اولیاء کرام کو حاصل ہے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اگر میاں صاحب اس موقع پر حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تفسیر کو بھی نقل کر دیتے جو مناظرہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب مظالم العالی نے اس آیت کریمہ کے مطالب پر روشنی ڈالتے ہوئے بحوالہ ”تفسیر ابن کثیر“ پیش فرمائی تھی تو آج ہمیں کچھ عرض کرنے کی حاجت نہ ہوتی۔ اس سے خود معلوم ہو جاتا کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے یا علم عطائی کی بھی۔ لیکن وہاں تو ٹھہری ہوئی ہے کہ مقابل کی بات کو کبھی پورا نقل کیا ہی نہیں جائے گا۔ خیر اب ہم اس کو نقل کرتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۲۸ جلد ۸ پر ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔
 خمس من الغیب استأثر بہن اللہ فلم یطلع علیہن ملکا
 مقربا ولا نبیا مرسلًا۔

یعنی یہ غیب کی پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی اور رسول کو (علیہما الصلوٰۃ والسلام)۔

فرمائیے؟ یہ علم عطائی کی نفی ہوئی یا علم ذاتی کی؟ اس سے بھی بڑھ کر اگر ثبوت درکار ہو تو ملاحظہ فرمائیے اس روایت کو انہیں علوم خمسہ کے متعلق مناظرہ میں پیش کی جا چکی ہے۔ اور ”صاعقۃ آسمانی“ کے صفحہ ۱۳۹ پر درج ہے اور نہ معلوم کمن سے دل سے آپ نے بھی اپنی روئداد کے صفحہ ۵۳ پر اس کو نقل کر دیا ہے۔ اصل روایت صاعقۃ آسمانی میں ملاحظہ فرمائی جائے۔ یہاں صرف اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

روایت کیا ہے سعید بن منصور اور امام احمد اور امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ربیع بن

۱۴ یہ کل عبارت چند سطر کی ہے اور اس سلسلہ میں نہایت مفید ہے یہاں صرف اس کا پہلا ٹکڑا نقل کر دیا گیا ہے۔ پوری عبارت

حواش رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ ”مجھ سے حدیث بیان کی ایک شخص نے بنی عامر میں سے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا علم میں سے کوئی ایسی بات باقی رہ گئی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت خیر سکھایا اور برحقیت ابھی علم میں سے وہ بھی ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہی پانچ چیزیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور امتداد یہی آیت پڑھ دی، ان اللہ عنہ علم الساعة الآتية ۛ

کہئے! کیا اب بھی کہا جاسکتا ہے کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے نہ عطائی کی۔ آپ کی عقل رسالت کچھ زیادہ بعید نہ تھا لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ آپ اپنی روئداد کے صفحہ ۵۵ پر اسی حدیث کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں کہ ”اس حدیث سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک حضور کو ان علوم خمسہ پر اطلاع نہ دی گئی ہو۔ انتہی“ لیجئے یہاں تو آپ نے کھلے لفظوں میں اقرار کر لیا کہ ان پانچوں چیزوں کے علم عطائی کی نفی ہے۔ ۛ

ہو ابے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں

زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

احمد اللہ کہ علوم خمسہ کی بحث میں جو کچھ اوراق آپ نے سیاہ کئے تھے ان کو خود ہی قلم نہ بھی کر دیا اور ہم کو کچھ زیادہ عرض کرنے کی حاجت نہ رہی۔ وکفی اللہ المؤمنین القتال۔

رہا آپ کا اور آپ کے بڑوں کا یہ فرمانا کہ ممکن ہے ان پانچوں چیزوں کا علم اس حدیث کے بعد عطا فرمایا گیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باب عقائد میں کوئی بات بے دلیل نہیں سنی جاتی تا وقتیکہ کسی دلیل سے یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ اس حدیث کے بعد ان پانچوں چیزوں کا علم کلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا گیا۔ اس وقت تک یہ بات

ۛ اگر کہا جائے کہ یہ اقرار صرف حدیث کے متعلق ہے، نہ آیت قرآنی کے متعلق۔ تو مہربانم یہ ناممکن ہے کہ اس حدیث میں تو علم

عطائی کی نفی ہو اور آیت میں صرف ذاتی کی۔ ورنہ لازم آنے لگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر اس آیت کریمہ کو بطور استشہاد

تلاوت فرمانا، رضا خانیوں کا سبے محل اور بے جوڑ استدلال ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ۛ

ہرگز قابل سماعت نہ ہوگی۔ اور یہ انشاء اللہ العزیز تا قیامت ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

جو روایات آپ نے روزنامہ کے صفحہ ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ پر علوم خمسہ کے ثابت کرنے کے لئے اپنے بڑوں کے رسالوں سے نقل کی ہیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دینا، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے یہاں صاحبزادہ کے تولد کی اطلاع دینا، یا غزوہ خیبر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق لا عطین هذه الراية عندا- الحدیث ارشاد فرمانا، یا مقتولین جہاد کی قتل گاہیں دکھانا یا قبل از قیامت ایک عالمگیر بارش ہونے کی خبر دینا وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس سے علم کا علم چیزوں کا علم کلی ثابت ہو سکے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک میں صرف جزئی واقعات کا ذکر ہے جس کا کسی کو انکار نہیں۔ بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب پاکؐ کو علوم خمسہ کے بہت سے جزئیات کی اطلاع دی۔ لیکن ان کا علم کلی کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ اگر علم کلی اور جزئی کا یہ فرق یاد رکھا جائے تو پھر انشاء اللہ کوئی مضامین دھوکہ نہیں دے سکتا۔

یہی جواب بعینہ میاں صاحب کی اس محل تقریر کا ہے جو آیت کریمہ نمبر ۱۰۰ عندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو کے متعلق کر کے میاں صاحب نے کاغذ کو بھی اپنے دل کی طرح سیاہ کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ طے شدہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مفاتح الغیب سے یہی پانچ چیزیں مراد ہیں جیسا کہ مناظرہ میں متعدد روایات سے ثابت کیا جا چکا ہے، دیکھو صاعقہ، بلکہ سورۃ لقمان کی مذکورہ بالا آیت ان اللہ عندہ علم الساعة والحدیث۔ بلکہ حدیث نبوی اسی آیت "مفاتح الغیب" کی تفسیر ہے لہذا جو مطلب اس کا ہوگا وہی اس کا بھی ہوگا۔ اور الحمد للہ کہ ہم روز روشن کی طرح ثابت کر چکے کہ سورۃ لقمان کی اس آیت میں عطانی کی بھی نفی ہے نہ صرف ذاتی کی۔ بس انہیں دلائل سے ثابت ہو گیا کہ آیت مفاتح الغیب میں بھی عطانی کی نفی ہے۔

پھر یہ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تو صریح ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاتح الغیب کا علم عطا نہیں فرمایا گیا بلا غلط فہمی الباری شریف شرح بخاری شریف۔ لیکن ہمارے میاں صاحب یہی فرماتے جاتے ہیں کہ ان آیات سے علم عطانی کی نفی نکالنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو گھٹانا ہے۔ ایسی تو ہینول

سے توبہ کرنی چاہئے۔

او ظالمو! تم اور تمہارے بڑے تعظیم کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ شان مصطفویٰ کو گھٹاتے اور توہین کرتے ہیں۔ ارے وہ تو وہ پاک ذات ہے جس نے عمر بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفش برداری کی اور دو صاحب النعل و الوساده، کا لقب پایا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اول اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک زمانہ تک یہ سمجھتا رہا کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اہل بیت نبوت سے ہیں۔ کیوں کہ میں دیکھتا تھا کہ کچھ والوں کی طرح بلا روک ٹوک کاشانہ نبوت میں آجایا کرتے تھے۔ یہ وہی ابن مسعود ہیں ملائکہ جن کا ادب کرتے تھے۔ یہ وہی ہیں صحابہ رضی جن کو جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راز دار کہا کرتے تھے۔ لیکن آج وہ رضا خانی جن کا امام نافرجام خان بریلوی اپنے پیر بھائی کی نسبت کرتا ہے کہ۔

”جب اُن کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اتر اچھے بلا مبالغہ

وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۃ النور کے قریب پائی تھی“

(ملفوظات خان بریلوی ص ۲۵)

اور پیر کی قبر میں تو شاید اور کچھ بڑھ چڑھ کر ہوگی، آہ! اس کے مقتدی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹائی۔ ایسی توہین کرنے والے کو توبہ کرنی چاہئے۔ اگرچہ کہا کچھ ایک بیچ سے ہے۔

اے بد زبانو! یاد رکھو ان بے گنہوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ قیامت کا میدان ہوگا اور تمہاری زبانوں کے گھما مل خدائی دربار میں طالب انصاف ہو کر آئیں گے جن کے آگے آگے سردار دو جہاں ص کے غلام ہمارے آقا و مولیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی ہوں گے جن کی جوتی کا تسمہ بادشاہوں کے تاج سے زیادہ قیمتی ہے۔ اونچے پیچھے اس آخری دور کے مظلوم مدنی تاجدار ص کے غلامان غلام ہم اور ہمارے اکابر ہوں گے۔ منتظر ہو اور حساب کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خیر بات کہیں کی کہیں جا پہنچی اور اپنے اس آقا کی حمایت میں ہمارا لہجہ کچھ زیادہ تلخ بھی ہو گیا۔ لیکن ہم واللہ مغرور ہیں۔

کیوں کر دل جہلوں کے لبوں پر غصہاں نہ ہو
ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

اب ہم اس مضمون کو یہیں ختم کرتے ہیں اور اپنے اصلی مقصود کی طرف رجوع کیلئے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے
ان تین مذکورہ بالا آیات کریمہ کے علاوہ چھ آیتیں اور بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے قیامت کے وقت خالص
علم کے متعلق پیش فرمائی تھیں ان سب کے متعلق بھی ہمارے عنایت فرما مولوی اجمل میاں صاحب نے ان تمام
تفاسیر سے آنکھ بند کر کے جو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ان آیات کا مطلب بیان کرتے ہوئے مناظرہ میں پیش
فرمائی تھیں اور جو ہر آیت کے ذیل میں صاعقہ آسمانی میں درج ہیں۔ نہایت جرات کے ساتھ یہی لکھ مارا ہے کہ ان سب
میں بھی صرف علم ذاتی کی نفی ہے علم عطائی کی نہیں۔ ہم مفسرین کی تمام عبارات کو نقل کر کے اپنی اس تحریر کو زیادہ طول
دینا نہیں چاہتے۔ صرف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فرمان صاعقہ آسمانی ہی سے نقل
کرتے ہیں جو انہوں نے آیت کریمہ یَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مَرْسَلُهَا قُلْ إِنَّمَا
عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي ۖ (اعراف، رکوع ۲۳) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

”وإنما علمها عنده استأثر بعلمها فلم يطلع عليها ملكا ولا رسولا“

یعنی اس (قیامت کے وقت) کا علم بس اللہ ہی کو ہے، اس نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ پس نہ
کسی فرشتہ کو اس کی اطلاع دی اور نہ کسی رسول کو“

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان تفسیر کی بہت سی کتابوں مثلاً ابن کثیر، خازن، درمنثور وغیرہ میں
موجود ہے۔ ناظرین اس سے فیصلہ فرمائیں کہ آیا یہاں صرف علم ذاتی کی نفی ہے یا عطائی کی بھی۔ اس کے علاوہ تفاسیر
کی اور عبارات صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔

لے پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے: ”اے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ
کب آئے گی۔ فرمادیجئے بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔ نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت خاص پر مگر اللہ تعالیٰ۔ بھاری ہے وہ
آسمانوں اور زمینوں میں وہ اچانک بے خبری ہی میں آئے گی وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کو جانتے ہیں کہ دیکھئے اس کا علم صرف
(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا الجبتم قالوا لاعلم
لنا انک انت علام الغیوب۔

کا جواب روندا نولیس صاحب نے یہ دیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ فرمانا کہ ہم کو علم نہیں۔ صرف
ادب کے طور پر ہوگا۔ اور اس کے ثبوت میں رضا خانیوں کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب کے حوالہ۔
”الکلمۃ العلیا“ سے بحوالہ تفسیر خازن ایک عبارت بھی نقل کی ہے۔ اس کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ
تفسیر خازن سے صرف اس طرح نقل کر دینا اور اول و آخر کو ہضم کر جانا تمہاری اور تمہارے استاذ العلماء ہی کی حیا و لاف
ہے۔ پوری کریں اور وہ بھی ہاتھ میں چراغ لے کر چلے۔ چہ دلاور ست دزدے کہ بجھ چراغ وارد

ناظرین کرام! علامہ علی بن محمد خازنؒ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں چند اقوال نقل فرمائے ہیں
پہلا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ انبیاء علیہم السلام سوال خداوندی کے جواب
میں فرمائیں گے کہ ہم کو آپ کا سا علم نہیں۔ کیوں کہ آپ ان لوگوں کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو صرف
ان کے ظاہر کا علم ہے۔

دوسرا قول آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سوال خداوندی کے جواب میں فرمائیں
گے کہ جب تک ہم دنیا میں رہے ان کے اقوال و افعال کا ہم کو علم رہا اور جب دنیا سے ہمیں اٹھا لیا گیا پھر ہمیں معلوم
نہیں کہ کیا ہوا اور انہوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔

تیسرا قول یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے اے بار الہ ہم کو معلوم نہیں کہ آپ
کی اس میں کیا حکمت ہے کہ ہم سے اُس بات کا سوال کیا جا رہا ہے جس کا علم آپ کو ہم سے زیادہ ہے۔
(ان تینوں اقوال سے اہلسنت و جماعت کی پوری پوری تائید ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے)۔

چوتھا قول ایک اور نقل کیا ہے لیکن چونکہ خود ہی اس کو ضعیف اور قابل اعتراض قرار دیا ہے لہذا ہم اس کا نقل
کرنا بھی غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ اس ضعیف قول کے بھی بعد اخیر میں وہ قول نقل کیا ہے جس کو مولوی نعیم الدین صاحب نے
”الکلمۃ العلیا“ میں لیا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ مفسر نے اس کو اختیار کیا ہو بلکہ اس کے بعد ہی متصلاً دوسری

بقیہ ماثیہ صفر گزشتہ: اللہ کو ہے، لیکن بہت سے لوگ اس سے ناواقف ہیں

سطر میں انٹ انت علام الغیوب کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یعنی انٹ تعلم ما غاب عناہ
یعنی انبیاء علیہم السلام کا مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار آپ اندرونی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم صرف ظاہری باتوں کو
اندرونی حالات کی ہم کو خبر نہیں ۵

افسوس ہے مولوی نعیم الدین صاحب کی دیانت پر کہ اول و آخر سب حذف کر کے وہ مقام سے ایک حکمران کا مطلب
نقل کر دیا اور کہہ دیا کہ تفسیر خازن میں یوں لکھا ہے۔ مولوی صاحب اگر چہاری نہیں تو خدا و رسول کی تکبر م کی ہوتی۔ ۶
شرم بادست از خدا و از رسول

الحمد للہ کہ رونداد نویس صاحب نے جن گیارہ آیات کریمہ پر کچھ کلام فرمایا تھا اس سب کا کافی شافی جواب
پہنڈ سطوروں میں ہو چکا۔ رہی آیت کریمہ نمبر ۱۲ وما یعلم جنود ربک الا هو اس کا جواب ہونا
عملاً خود میاں صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کو (شاہد بھول کر) اپنی رونداد کے صفحہ ۱۱ پر نقل تو کر دیا ہے لیکن
جواب سے بالکل ہی جواب ہے۔ اور آیت کریمہ نمبر ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ کو تو نقل بھی نہ کیا بالکل ہی منہم کر گئے۔ شاہدش لے
فاضل نوجوان شاہدش مردوں کو ایسا ہی چاہئے۔

علی ہذا رسول پاک صاحب لولا کہ کی جس قدر احادیث شریفہ و حضرات صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
و علی اکرام و صوفیاء عظام کے جتنے بھی اقوال کریمہ حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے مناظرہ کے آخری اجلاس میں پیش فرمائے
تھے جنہوں نے رضا خانیوں کے اس غیبیہ عقیدہ کی بالکل ہی قلعی کھول دی تھی ان سب کو تو ایسا ہضم کیاتے کہ شاید ڈکار تک
بھی نہ لی۔ ناظرین ان سب کو صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہم اس سلسلہ کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ اور ناظرین کے مزید فائدہ کے
لئے حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب کے ان مطالبات و مواخذات کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں جن کے جوابات مولوی
حشمت علی ندوی سکے۔ اور چھ ماہ کی متفقہ کوششوں کے باوجود رضا خانی رونداد بھی جن کے جواب سے خالی ہے۔ ملحوظ رہے
کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی دوران مناظرہ میں اپنے مطالبات کی کوئی فہرست نہیں سنائی اور نہ ان کو قرآن و
حدیث پیش کرنے سے ان غیر ضروری باتوں کی فرصت ملی اور نہ درحقیقت یہ مناظرہ کا کام ہے۔ ہاں جس کے پاس

مولوی حسرت علی صاحب کی طرح اوقات پُری کا کوئی سامان نہ موجود تھا جس میں اگر یہ بے کار باتیں نہ کرے تو بیچارہ اور کیا کرے۔ الغرض حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی اس بے کار کام میں اپنا کوئی منٹ صرف کرنا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہم نے رونداد مناظرہ صاعقہ آسمانی میں کوئی فرست اس قسم کی شائع کی اور نہ اس کی ضرورت سمجھی۔ اب جب کہ بعض احباب نے اس پر اصرار کیا ہے تو ہم بھی اس ضمیمہ میں ان مطالبات و مواخذات کی ایک فرست شائع کرتے ہیں۔

ناظرین ! حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب کے مطالبات و قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ فقیں جو مولوی حسرت علی صاحب کی تقریروں پر کی گئیں اور وہ ان کے جوابات سے عاجز رہے۔ دوسرے وہ ادلہ و تائیدات جو مذہب اہلسنت و جماعت کے ثبوت میں حضرت مولانا نے پیش کیں اور مولوی حسرت علی صاحب باوجود پے درپے مطالبہ کے ان کے کچھ جوابات نہ دے سکے۔ پہلی قسم کے مطالبات کی تعداد شستر اور دوسری قسم کے مطالبات کی ساٹھ ہے۔ فرست ہدیہ ناظرین ہے۔

فرست مطالبات قسم اول

انشاء اللہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جو کچھ عرض کیا جائے گا بحوالہ صفحہ صاعقہ آسمانی سے نقل کیا جائے گا۔

(۱) : صفحہ ۸۸ و ۸۹۔ قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا ؟ اس سوال کے جواب میں بہت دیر تک تو مولوی

حسرت علی صاحب نے اڑان گھائیاں ہی کاٹیں (جس کا اقرار رضا خانی رونداد میں بھی ہے) بڑی عرق ریزی کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ایک روایت کی رسالہ سے پڑھوائی۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک وحی نازل ہوئی۔ اس پر مولانا محمد منظور صاحب یہ نقص کیا۔

(۲) : صفحہ ۹۰۔ اس سے مطلق وحی کے اختتام کا وقت معلوم ہوا، نہ قرآن عزیز کا۔ حالانکہ دونوں میں بہت بڑا فرق

ہے۔ پھر بے چاروں نے ایک دوسری روایت کیا اسی روز والی نکال کر مولوی حسرت علی صاحب سے پیش کرانی۔ حضرت مولانا نے اس پر یہ نقص فرمایا۔

(۳) : صفحہ ۹۱۔ کہ جن لوگوں کا یہ قول ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت کے بعد احکام کی کوئی آیت نازل نہیں

ہوئی اور دوسری قسم کی آیات اس کے بعد بھی نازل ہوئی ہیں لہذا یہ جواب بھی صحیح نہیں۔

۴ : صفحہ ۱۰۔ آپ کا یہ کہنا کہ تمام علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہیں قرآن عزیز کا مقابلہ کرنا ہے اس میں علم شعر کے متعلق صاف ارشاد ہے کہ وہ آپ کی شان کے مناسب نہیں۔

۵ : صفحہ ۱۰۔ آپ کے اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جوئے، شراب سازی وغیرہ کا علم بھی حضور کی شان کے مناسب ہو۔

۶ : صفحہ ۱۰۔ اگر آیت کریمہ وما علمناہ الشعر میں شعر منطقی بھی مراد ہو تو ہمارا اعتراض بھی ثابت ہے کیوں کہ وہ بھی ماکان و مایکون میں داخل ہے۔

۷ : اگر آپ کے نزدیک اَحَادُ اُخْفِیًا میں انفرادی کسی خاص زمانہ تک محدود تھا تو اس تحدید کے دلیل پیش کیجئے۔

۸ : صفحہ ۱۰۔ میں نے جس آیت کا مطلب بیان کیا ہے وہ یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان فرمودہ ہے۔ یا حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یا علامہ نسفیؒ کا۔ لہذا آپ کا میرے بیان کردہ مطالب کو غلط کہنا ان حضرات کی تغلیط کرنی ہے۔

۹ : صفحہ ۱۰۔ سورۃ لقمان والی آیت کا مطلب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے بیان کیا گیا ہے کیا آپ کے نزدیک معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن عزیز کا مطلب نہیں سمجھا۔

۱۰ : کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی ان تصریحات کے علم کے بعد بھی یہ عقیدہ رکھنے کی گنجائش ہے کہ قیامت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔

۱۱ : صفحہ ۱۰۔ کیا انہیں شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں متنازعین کے موافق ہیں جنہوں نے اشعۃ اللمعات کے صفحہ ۳۴، جلد ۴ و صفحہ ۴۵، جلد ۱ پر تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم حاصل نہیں تھا۔

۱۲ : صفحہ ۱۲۔ مابج النبوت کی عبارت کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہو سکتا جو آپ بیان کر رہے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ مساوات اور برابری لازم آجائے گی۔ اور اس کو مولوی احمد رضا خان صاحب بھی کفر کہتے ہیں۔

۱۳ : صفحہ ۱۳۔ پھر یہ مطلب خود حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے مسلک کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ علم قیامت کے متعلق ان کا عقیدہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔

۱۳ صفحہ - کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ مسئلہ علم غیب کا فیصلہ کسی کو ثناء و ثواب سے مقرر کر کے حضرت شیخؒ کی

کی تصانیف سے کر لیا جائے۔

۱۵ صفحہ - حدیث (رأیت ربی عز وجل) کس زمانہ کی ہے۔

۱۶ صفحہ - چونکہ یہ واقعہ شب معراج میں پیش آیا ہے (جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت شاہد

ہے) لہذا اگر اس سے صحیح ماکان و مایکون کا علم ثابت ہوگا تو ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں ماننا چرکے کا اور آپ اس کے خود قائل نہیں۔

۱۷ صفحہ - حضرت ثوبانؓ کی روایت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت حضورؐ کو یہ

مشاہدہ کرایا گیا ہو اس وقت دنیا میں جو کچھ تھا اس کو آنحضرتؐ نے دیکھ لیا ہو۔ اور یہ جمیع ماکان و مایکون کا کروڑوں حصہ بھی نہیں۔

۱۸ صفحہ - پھر اس حدیث میں صرف زمین کا ذکر ہے اور ماکان و مایکون میں عرش کرسی، لوح و قلم

سب ہی داخل ہے۔

۱۹ صفحہ - پھر جس قدر علم لازم آتا ہے اس کا بھی تفصیلی نہیں۔ کیونکہ روایت کے لئے علم تفصیلی

ضروری نہیں۔

۲۰ صفحہ - علیٰ ہذا حدیث (فعلمت ما فی السموت والارض) سے بھی صرف

اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ زمین و آسمان میں تھا اس کا علم اجمالی ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت اس زمانہ کی بہت سی چیزیں موجود نہ تھیں۔ میں بھی موجود نہ تھا، آپ بھی موجود نہ تھے، یہ پڑا ل بھی موجود نہ تھا۔

۲۱ صفحہ - حضرت شیخؒ کی عبارت میں لفظ "بود" خود اسی مطلب کی تائید کر رہا ہے جو بیان کیا گیا۔

۲۲ صفحہ - کیا حضرت حذیفہؓ کی روایت کا یہ مطلب ہے کہ حضور علیہ السلامؐ نے اس وعظ میں یہ بیان

فرمایا کہ جو ایوں کھیل جاتا ہے، دیکھو شراب یوں بنائی جاتی ہے، پوری یوں کی جاتی ہے۔ میرے نزدیک تو کوئی عقلمند اس کو گولاند کرے گا۔

۲۳ صفحہ - پھر یہ کہ حضرت حذیفہؓ کی حدیث میں نہ کیا اسی روز کا ذکر ہے نہ بیاسی روز کا۔

۲۲ : صفحہ — نیز حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں۔

۲۵ : صفحہ — آیت کریمہ و علمک مالک تنکھلہ کب نازل ہوئی۔

۲۶ : صفحہ — یہ آیت کریمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً

سات برس دنیا میں رونق افروز رہے۔ لہذا اس کو آپ کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس نقص کے علاوہ دو نقص

۲۷ و ۲۸ : اور بھی اس دلیل پر پیش کئے گئے تھے جو صاعقہ آسمانی میں نمبر وار مذکور ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ

۲۹ : صفحہ — کیا آپ لوگ اس تفسیر کو بھی سینے سے لگائیں گے (اور بسر و چشم قبول کریں گے) جو حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکڑائے (اور اس کے مخالف ہو) یا للعجب۔ زبانی محبت کا دعوے تو اتنا لانا چوڑا اور دل کی یہ حالت۔

۳۰ : صفحہ — کیا آپ کے نزدیک ان کا غد اور پٹھوں کا نام تفسیر ہے ؟ مہربان من ! تفسیر کے

معنی ہیں قرآن شریف کے معانی کو کھولنا اور بیان کرنا۔ دیکھو حواشی تفسیر جلالین وغیرہ۔

۳۱ : صفحہ — حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مقولہ ہے کہ اگر میرا کوئی قول حدیث نبوی کے مخالف پاؤ تو دیوار

پر مار دو۔ تو کیا آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہوگا کہ قول امام کوئی ڈھیلا یا پتھر ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب کی دلیل نمبر ۲ کے متعلق تین سوال۔

۳۲ : ۳۳ : ۳۴ - نمبر وار درج ہیں۔ ملاحظہ ہو صاعقہ آسمانی صفحہ

۳۵ : صفحہ — امام بخاری اور امام احمد وغیرہ کی روایت نے صاف طور پر بتلادیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے بھی علم عطائی کی نفی سمجھی ہے۔

۳۶ : صفحہ — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات نے بھی بتلادیا کہ علم

عطائی کی نفی کی گئی ہے۔

۳۷ : صفحہ — کیا اس کے بعد بھی کسی کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے۔

۳۸ : صفحہ — جب یہ ثابت ہو چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عبداللہ بن عباسؓ و حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی علم عطائی کی نفی سمجھی ہے تو پھر آپ کے استاذ مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ ”اس

آیت سے نفی علم عطائی کی نکالنا ظلم ہے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابن عباس رضی و ابن مسعود رضی کو ظالم کہنا ہے جو خالص کفر ہے۔

۳۹ صفحہ — جب کہ یہ معلوم ہو چکا کہ آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا احببتہ قالوا لا علم لنا الآیۃ میں انکار انبیاء علیہم السلام کی جانب سے جو کہ تو پھر آپ کے استاد مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ "ایسے انکار سوائے ادب پر محمول ہوتے ہیں" کیا صاف طریقہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو بے ادب اور مستباح کہنا نہیں ہے، اور یقیناً ہے اور وہ بھی خالص کفر ہے۔
مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۳ پر جو تین سوال۔

۴۰، ۴۱، ۴۲۔ کئے گئے تھے وہ صاعقہ آسمانی صفحہ — پر نمبر وار درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائے

جائیں۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۴ پر جو تین سوال۔

۴۳، ۴۴، ۴۵۔ کئے گئے ہیں وہ صفحہ — پر نمبر وار درج ہیں۔

نیز دلیل نمبر ۵ پر جو تین سوال

۴۶، ۴۷، ۴۸۔ کئے گئے ہیں وہ بھی حوالہ بالا پر ملاحظہ ہوں۔

۴۹ صفحہ — آیت کریمہ عالم الغیب فلا یراہ علی غیبہ احدا الآیۃ میں

سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص۔

۵۰ صفحہ — اور بہر تقدیر مستثنیٰ متصل ہے یا منقطع۔

۵۱ صفحہ — علیٰ ہذا آیت کریمہ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الآیۃ میں

سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص۔

۵۲ صفحہ — اور بہر تقدیر مستثنیٰ متصل ہے یا منقطع۔

۵۳ صفحہ — آپ کی دلیل نمبر ۶ سے بقول آپ کے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو کسی ذریعہ سے اعمال امت کی اطلاع ہوتی ہے اور یہ آپ کے دعوے کا کروڑوں حصہ بھی نہیں۔

۱۵۰
۵۴ صفحہ — پھر یہ جداگانہ سوال ہے کہ یہ اصلاح کب ہوتی ہے۔ اس میں کیا نئی، بیانیسی اور کونئی ذکر نہیں۔

۵۵ صفحہ — یہ بھی جداگانہ سوال ہے کہ اجمالی ہوتی ہے یا تفصیلی۔

مولوی حسرت علی صاحب کی دلیل نمبر ۱ پر جو تین سوال

۵۶: ۵۷: ۵۸. وارد کئے گئے تھے وہ نمبر وار صاعقہ آسمانی صفحہ

۱۰۰ ملاحظہ ہوں۔

۵۹ صفحہ — حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ آپؐ شعر عربی

سے مراد وہی شعر ہے جس کو عام اہل عرب شعر کہتے تھے۔

۶۰ صفحہ — یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض ملک کی نفی نہیں کیوں کہ ملک کو شعر گوئی میں دخل ہوتا ہے، نہ کسی

کا شعر نقل کرنے میں۔

۶۱ صفحہ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر آپ کا یہ بہتان عظیم ہے کہ حضور اقدس م کو

شعر کا علم تھا اور حضورؐ نے غزوہ حنین کے موقع پر شعر کہا۔ ذرا غور کیجئے آپ کے اس بہتان سے مذہب مقدس کی مضبوط بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ اب آپ سے سبق حاصل کر کے دنیا بھر کے کافر کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تھے۔ اگر انہوں نے یہ فصیح بلیغ قرآن خود بنالیا ہو تو کیا عجب ہے۔

۶۲ صفحہ — بخاری شریف سے جو ایک موزوں کلام آپؐ نے پڑھا ہے اس کو شعر کہنا ہی حماقت ہے

اصطلاح اہل عربیت میں اس قسم کے موزوں کلاموں کو رجز کہا جاتا ہے۔ دیکھو فتح الباری وغیرہ۔

۶۳ صفحہ — علاوہ ازیں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی وزن توڑ کر پڑھا تھا تاکہ

شعر کی بو بھی نہ رہے اور آپؐ جیسے مخالفین اسلام کو لب کشائی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ تفسیر مدارک شریف میں اس کی تصریح موجود ہے۔

۶۴ صفحہ — حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ پر آپ کا یہ محض افتراء ہے کہ وہ قیامت کے

وقت خاص کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل مانتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے کہیں ایسا نہیں لکھا۔

مولوی حسنت علی صاحب کی دلیل نمبر ۸ پر جو تین اعتراضات حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے وارد کئے تھے وہ حوالہ بالا پر نمبر وار درج ہیں ملاحظہ فرمائے جائیں۔

۴۸: صفحہ — آپ کا یہ فرمانا کہ ”جو علوم اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان کے مناسب ہوں وہ انھیں صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیے غیر مناسب ہو سکتے ہیں“ مخلوق کو خالق عز و جل پر قیاس کرنا ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے۔ قرآن عزیز میں صاف ارشاد ہے۔ لیس کمثلہ شیء۔

۴۹: صفحہ — دیکھو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا انسان کا فرض ہے اور کسی مخلوق کی عبادت کرنا شرک اور کفر ہے۔

۵۰: صفحہ — خود آپ کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ ”خداوند تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے۔ اور اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ذرہ کے کروڑوں حصہ کا بھی ادااتی طور پر مانے تو بلاشبہ مشرک ہے“ کہئے ان کے متعلق کیا ارشاد ہے۔

فہرست مطالبات قسم دوم

یعنی وہ اہلہ و تائیدات جن کے جواب کا مطالبہ مولوی حسنت علی صاحب سے کیا گیا اور وہ ان کے جوابات سے عاجز رہے۔

- ۱: صفحہ — وما علمناہ الشعر ہم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا۔
- ۲: صفحہ — وما ینبغی لہ اور نہ علم شعر ان کی شان کے مناسب ہے۔
- ۳: صفحہ — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الساعة آتیۃ اکاد اخفیہا بہ تحقیق قیامت آنے والی ہے۔ میں ارادہ کرتا ہوں کہ اس کو چھپاؤں۔
- ۴: صفحہ — اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے سوا کسی کو قیامت کے وقت کی اطلاع نہ دوں گا۔

۵، ۶ : صفحہ - حضرت قتادہ رضی فرماتے ہیں کہ قیامت کے وقت کو اللہ تعالیٰ نے چھپا لیا ہے۔

اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔

۷، ۸ : صفحہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا قیامت کے بارہ میں میرا علم

تم سے زیادہ نہیں۔ یعنی نہ میں جانوں نہ تم جانو۔

۹، ۱۰ : صفحہ - اور فرمایا اے گروہ صحابہؓ یہ سائل جبریل امین تھے۔ تمہیں تمہارا دین کھانے آئے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ قیامت کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں جزو دین ہے۔ یعنی وسیلہ فی وجہ

الباری شریح بخاری۔

۱۱، ۱۲ : صفحہ - اور فرمایا یہ علم قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۳، ۱۴ : صفحہ - فتح الباری شریف میں ہے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔

۱۵، ۱۶ : صفحہ - سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ عنده علم الساعة

بہ تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم۔

۱۷، ۱۸ : صفحہ - اور فرماتا ہے ویُنْزِلُ الْغَيْثَ یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ بارش کب ہوگی۔

۱۹، ۲۰ : صفحہ - اور فرماتا ہے ویَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ یعنی اور وہی جانتا ہے جو

کچھ رحموں میں ہوتا ہے۔

۲۱، ۲۲ : صفحہ - اور فرماتا ہے وماتدری نفس ماذا تکسب غدا اور کوئی نہیں

جانتا کہ کل کیا کرے گا۔

۲۳، ۲۴ : صفحہ - اور فرماتا ہے وماتدری نفس بائی ارض تموت اور کوئی نہیں

جانتا کہ کہاں مرے گا۔

۲۵، ۲۶ : صفحہ - حضرت قتادہ رضی فرماتے ہیں کہ یہ پانچ چیزیں غیب میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو

اپنی ہی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی نہ کسی نبی و رسول کو۔

۲۷، ۲۸ : صفحہ - سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ

ایمان میں رہنا قل انما علمہا عند ربی۔ اے ہمارے رسول! لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کب آئے گی۔ فرمادیجئے کہ بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔

۸۷ صفحہ — اور فرماتا ہے ثقلت فی السموت والارض اس آیت کریمہ کی تفسیر

رسالہ ہذا کے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

۸۸ صفحہ — اور فرماتا ہے یسئلونک کانک حق عنہا قل انما علمہا عند اللہ یعنی لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ فرمادیجئے بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔

۸۹ صفحہ — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ قیامت کا علم بس

اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس کے علم کو اس نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ پس اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی رسول کو۔

۹۰ صفحہ — تفسیر مدارک شریف میں ہے۔ اس نے علم قیامت کو اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے۔ اس کی خبر نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے اور نہ کسی رسول کو، علیہا الصلوٰۃ والسلام۔

۹۱ صفحہ — حضرت شیخ عبدالحی صاحب محدث دہلوی «اشعۃ اللمعات» صفحہ ۲۵ پر ارقام فرماتے ہیں قیامت کے وقت کو بجز خداوند تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی۔

۹۲ صفحہ — مسلم شریف میں ہے کہ حضور اقدس ص نے اپنی وفات سے صرف ایک ماہ قبل ارشاد فرمایا تم لوگ مجھ سے قیامت کا سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔

۹۳ صفحہ — حضرت شیخ عبدالحی صاحب «اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ آن خود معلوم من نیست و آراجز خدا نے تعالیٰ نہ اند۔ یعنی وہ خود مجھے معلوم نہیں اور اس کو سوائے خداوند تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

۹۴ صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ میں ارشاد فرماتا ہے یوم یجمع اللہ الرسل،

فیقول ماذا اٰ جبتم قالوا لا علم لنا۔

۹۵ صفحہ — اور فرماتا ہے انک انت علام الغیوب۔ جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالیٰ

رسولوں کو پس فرمائے گا ان سے تم کو کیا جواب دیا گیا۔ عرض کریں گے وہ کم ہیں علم نہیں۔ آپ ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں۔

۹۶: صفحہ — حضرت خواجہ علی ہمامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے کہ اگرچہ ہم کو ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لیکن ہم ان کے دلوں کی حالت کو نہیں جانتے۔ کیوں کہ وہ غیب ہے اور غیب کا احاطہ تیری ہی ذات پاک کا خاصہ ہے۔

۹۷: صفحہ — مسند احمد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے وقت کا سوال کیا گیا حضور نے فرمایا کہ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ الحدیث۔

۹۸: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ ملک میں ارشاد فرماتا ہے ویقولون متی هذا الوعد ان كنتم صادقین۔ قل انما العلم عند الله وانما انا نذیر مبین۔

یہ کفار کہتے ہیں کہ بتلاؤ یہ وعدہ یعنی قیامت کب ہوگا۔ فرمادیجئے اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو صرف ڈرانے والا ظاہر کر دینے والا ہوں۔

۹۹: صفحہ — تفسیر جامع البیان میں ہے۔ اس وعدہ کے وقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۰۰: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ الفام میں ارشاد فرماتا ہے وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہ الا هو اللہ ہی کے علم میں ہیں مفاتیح الغیب۔ ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۰۱: صفحہ — بخاری شریف میں ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفاتیح الغیب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہی جو سورۃ لقمان کی آیت میں مذکور ہو چکیں۔

۱۰۲: صفحہ — حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مفاتیح الغیب وہی پانچ چیزیں ہیں انہ۔

۱۰۳: صفحہ — اسی کے قریب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی ہے۔

۱۰۴: صفحہ — حضرت ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو بحوالہ مسند احمد وغیرہ رسالہ ہذا کے صفحہ

پر مذکور ہوئی۔

۱۰۵: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے یسئلك الناس عن الساعة

قل انما علمها عند الله - اے محبوب تم سے لوگ قیامت کا سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

صفحہ ۱۰۶ - تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ تم اس کو نہیں جانتے۔

صفحہ ۱۰۷ - اللہ تعالیٰ سورۃ زخرف میں ارشاد فرماتا ہے۔ وعندہ علم الساعة الآیہ

اسی (اللہ تعالیٰ) کو ہے قیامت کا علم۔

صفحہ ۱۰۸ - تفسیر جامع البیان میں ہے۔ بس اسی کو ہے قیامت کا علم نہ اس کے غیر کو۔

صفحہ ۱۰۹ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الب یرد علم الساعة اللہ ہی کی طرف پھیرا جائے گا

قیامت کے وقت کا علم۔

صفحہ ۱۱۰ - جلالین شریف میں ہے لا یعلمہ غیرہ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

صفحہ ۱۱۱ - حضرت حسن بصریؒ کی وہ روایت جو رسالہ ہذا کے صفحہ پر مذکور ہو چکی۔

صفحہ ۱۱۲ - تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازیؒ آیت کریمہ یجمع اللہ الرسل کی

تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ نقل فرماتے ہیں۔ انما قالوا لا علم لنا اللہ یعنی انبیاء علیہم السلام نے جو اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں یہ کہا کہ ”ہم کو علم نہیں“ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو بس ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے۔

صفحہ ۱۱۳ - اللہ تعالیٰ سورۃ مدثر میں فرماتا ہے وما یعلم جنود ربك الا هو۔ اللہ کے

لشکروں کی تعداد کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

صفحہ ۱۱۴ - اللہ تعالیٰ سورۃ والنزعت میں ارشاد فرماتا ہے۔ یسئلونک عن الساعة

ایات مرسلہا۔ الآیہ۔

صفحہ ۱۱۵ - تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔ وقت قیامت کے علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ اس

کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

صفحہ ۱۱۶ - اسی کی مثل جلالین شریف میں ہے۔

۱۱۷: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورہ نسا میں ارشاد فرماتا ہے: **وَرَسُولًا لِّمَنْ فَضَّلَ الْفِتْرَةَ** اور فقہاء صحابہ علیہم السلام

یعنی اے محبوب ہم نے بہت سے ایسے رسول بھیجے ہیں جن کو ہم نے تم سے بیان نہیں کیا۔

۱۱۸: صفحہ — حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حبشیوں میں سے ایک نبی بھیجے تھے

اور وہ ان میں سے تھے جن کی اطلاع جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔

۱۱۹: صفحہ — اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**

الغیب الا اللہ وما يشعرون ایان یبعثون۔ فرما دیجئے اے محبوب کہ نہیں جانتا کوئی آسمان

میں اور نہ زمین میں اس غیب کو اللہ کے سوا۔ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

۱۲۰: صفحہ — جلالین شریف میں ہے: کہ نہ کسی فرشتہ کو خبر ہے اور نہ کسی انسان کو۔

۱۲۱: صفحہ — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فَاَنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اَنْتُمْ عَلٰی سَوَآءٍ وَّانِ**

اَدْرِیْ اَقْرَبُ اَمْ بَعِیْدُ مَا تَوْعَدُوْنَ۔ یعنی پس اگر یہ لوگ (توحید سے) روگردانی کریں تو فرما دیجئے

کہ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں مساوات پر۔ اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

۱۲۲: صفحہ — تفسیر ابن کثیر میں ہے: یعنی یہ وعدہ وقوع میں تو ضرور آئے گا لیکن مجھے اس کے قرب و

بعد کی خبر نہیں۔

۱۲۳: صفحہ — بخاری شریف میں حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے: الخ رپوری روایت روئداد کے

صفحہ نمبر — پر ملاحظہ ہو۔ بقصد اختصار ہم صرف حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۲۴: صفحہ — بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے

وفات شریف سے صرف تقریباً تین ماہ قبل فرمایا کہ: اگر پہلے مجھے اس معاملہ کی خبر ہوتی جو اب بعد میں ہوئی تو میں اپنے ساتھ

قربانی نہ لاتا۔

۱۲۵: صفحہ — اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ اشقۃ اللغات میں

لکھتے ہیں: ”اگر من پیش ازین می دانستم برآمدن اذ احرام بر شام شاق خواہد آمد من نیز سوق ہدی نمی کردم و منے

نمی دانستم کہ حکم الہی چنین خواهد بود“ یعنی اگر اس سے پہلے مجھے معلوم ہوتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گزرے گا تو میں

بھی قربانی ساتھ نہ لانا۔ اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حکم الہی ایسا ہو جائے گا۔
صفحہ ۱۲۶: مرض الموت والی حدیث جس نے بتلادیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط یوم وفات

تک بھی عطا نہیں ہوا۔
صفحہ ۱۲۷: اہلسنت کی مسلم کتاب شرح عقائد نسفی کی فیصلہ کن اور نہایت مفید عبارت صاعقہ آسمانی

صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۱۲۸: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روح کی حقیقت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کو نہیں عطا فرمایا گیا۔

صفحہ ۱۲۹: حضرت شیخ محی الدین اکبر بن عربیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کا علم سوا اللہ کے

اور کسی کو بھی نہیں۔

صفحہ ۱۳۰: حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے وقت کی اطلاع جناب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔ عبارت رسالہ ہدایہ کے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

ناظرین کرام! یہ ہیں ہمارے وہ ایک سو تیس مطالبات قاہرہ جن کے جواب سے رضا خانی جماعت کے منظر
مولوی حسرت علی صاحب عاجز رہے۔ اور الحمد للہ چھ ماہ کی متفقہ عرق ریزی اور دماغ سوزی کا نتیجہ رضا خانی رونداد بھی آج
ان کے جواب سے ساکت ہے۔ رونداد نویس صاحب نے ہمارے بعض مطالبات کے جو ٹوٹے پھوٹے جوابات لکھ کر اپنے ظاہر
و باطن کی طرح کاغذ کو بھی سیاہ کیا تھا۔ الحمد للہ کہ اس مختصر ضمیمہ نے ان سب پر بھی پانی پھیر دیا۔

وخر هنالك المبطون۔ واعلموا ان الله لا يهدي الكافرين۔



رضا خانی رونداد کے متعلق ایک استفساری خط

اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے قلم سے اس کا جواب

حال میں کسی محب سنت کا ایک خط آیا تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ : " رضا خانی رونداد میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، شیخ ملا علی قاری، و علامہ قسطلانی شامی، و امام غزالی، و علامہ ابوالسعود، و علامہ خازن، و صاحب تفسیر روح البیان، یہ کل حضرات اس کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیامت کے وقت خاص کا علم بے طائے الہی حاصل تھا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ نسبت کہاں تک صحیح ہے ؟ "

اس خط کا جو جواب حضرت مولانا نے دیا تھا جو نکو اس میں بہت سی مفید باتیں آگئی ہیں اس لئے ہم اُس کو بوجہ شائع کرتے ہیں۔

(خاکسار ابوالانصار محمد سرلجی کئی نعمانی عفی عنہ)

نقل جواب باصواب حضرت مولانا محمد منظور صاحب رحمہ فیضہم

مکرمی زاد کو اللہ حرصاً علی اتباع السنۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گرامی نامہ موصول ہوا۔ بوجہ عدم الفرصۃ انتہائی اختصار کے ساتھ جواب لکھتا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مختصر تحریر کو شفی بخش بنائے۔ و ما ہو علی اللہ بعزیز۔

جن حضرات کے اسماء گرامی آپ نے لکھے ہیں ان کی طرف اس بے اصل عقیدہ کی نسبت کہلے والا نہ صرف مغتری و کذاب بلکہ بے حیا بھی ہے۔ آج وہ حضرات دنیا میں زندہ نہیں لیکن ان کی کتابیں جو ان کی زندہ یاد گاریں ہیں اس بے اصل عقیدہ کی تردید سے پُر ہیں۔ ان کی طرف اس عقیدہ کی نسبت کرنا ان کی ارواح مقدسہ کو ایذا پہنچانا اور اپنے آپ کو قیامت میں ان کا مواخذہ داربنا ہے۔ یہ حضرات اور ایسے مصنوعی عقیدہ کی تائید ؟ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

اب میں ان حضرات کی چند عبارتیں ان کی مشہور و معروف تصانیف سے نقل کرتا ہوں ان سے معلوم ہو جائے گا کہ علم قیامت کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔ واللہ بہ الموفق۔

حضرت شاہ عبدالحی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ المعات شرح مشکوٰۃ شریف میں حدیث جبرئیل کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

”وے تعالیٰ پہنچ کس را از ملائکہ و رسل برآں اطلاع ندادہ“ (اشعۃ المعات جلد اول، ص ۲۵)۔

نیز یہی شیخہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث تَسْأَلُونِي عَنْ السَّاعَةِ الْحَدِيثُ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید آں خود معلوم من نیست و آنرا جز خداوند تعالیٰ نداند“ (اشعۃ المعات جلد چہارم، ص ۳۷)۔

یعنی اے گروہ صحابہ! تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت پوچھتے ہو وہ خود مجھ کو معلوم نہیں۔ اور اس کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا“

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر فتح العزیز پارہ تبارک کے ترجمہ معروف بہ تفسیر عزیزی کے صفحہ ۳۶ پر ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ - اور کہتے ہیں (یعنی یہ کفار) کب ہو گا یہ وعدہ اگر تم لوگ سچے ہو۔ سوال کی اس بات کے جواب میں (قل) کہہ کہ ہم اُس وعدہ کو معین نہیں کر سکتے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا علم نہیں دیا۔ بلکہ اس وعدہ کو مبہم اور پوشیدہ رکھا ہے۔ اور اس کو مبہم اور پوشیدہ رکھنے میں ایک بڑی حکمت ہے۔ سو اسی واسطے اس کا علم کسی مخلوقات کو عنایت نہیں ہوا بلکہ (انما العلم عند اللہ) نہیں ہے اس واقعہ کا علم مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ بلکہ ہر شخص کی موت کا علم بھی اسی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا“

سورۃ " والنزعت " کی تفسیر میں علم قیامت کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب " نے اس سے بھی زیادہ لکھا ہے۔ لیکن ہم اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد کسی مزید ثبوت کی حاجت نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دیں اس کو اسی قدر کافی ہے۔

_____ علامہ قسطلانی " اپنی مشہور کتاب " ارشاد الساری شرح بخاری شریف " میں حدیث صحیحہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان الله تعالى استأثر بعلمه وقت مجيئها
 (ص ۲۸۰ - ج ۱)
 اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں۔

اعتقاد وجود الساعة وعدم العلم
 بوقتها لفير الله تعالى من الدين -
 (ص ۲۴۴ - ج ۱)
 قیامت کے آنے کا اعتقاد، اور اس بات کا اعتقاد کہ اس کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی نہیں، یہ دونوں باتیں جزو دین ہیں۔

_____ علامہ علی قاری مکی " اپنی مشہور کتاب " موضوعات کبیر " میں اپنے زمانہ کے بعض غالی لوگوں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقد جاهر بالكذب بعض من يدعى
 العلم في زماننا أن رسول الله صلى الله
 عليه وسلم يعلم متى تقوم الساعة
 ولا ريب أنه الجبّاء هؤلاء على هذا
 الغلو اعتقادهم أنه يكفر عنهم
 سيئاتهم ويدخلهم الجنة وكلموا
 غلوا كانوا أقرب الي فهم أعمى
 الناس لا مره واشدهم مخالفة
 ہمارے زمانہ کے بعض مدعیان علم نے یہ کھلم کھلا جھوٹ بولا
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت
 کا علم ہے۔ اور بے شک ان مدعیان علم کو اس یادہ گوئی
 پر صرف ان کے اس خیال نے مجبور کیا ہے کہ ان کی یہ بات
 ان کے لئے کفارہ سیئات بن جائے گی۔ اور ان کو جنت
 میں داخل کر دے گی۔ اور جس قدر بھی وہ آپ کی شان
 میں غلو سے کام لیں گے اسی قدر آپ سے قربت حاصل
 ہوگی۔ یہ لوگ حضور کے حکم سے بالکل ہی اندھے ہیں

لسنة فيهم شب ظاهراً من
النصارى غلوا على المسيح اعظم
الفلو خالفوا شرعاً ودينه اعظم المخالفة
انتہی۔ (موضوعات کبیر، ص ۱۱۹)

اور آپ کی سنت کے سب سے بڑے مخالف ہیں ان
میں نصاریٰ کی ظاہر باہر مشابہت ہے۔ انہوں نے
بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بڑے غلو سے
کام لیا اور ان کی شریعت، اور ان کے دین کی مخالفت کی۔
غور فرمایا جائے کس قدر حیار دار ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ملا علی قاریؒ علم قیامت میں رضا خانیوں کے

موافق ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں آیت کریمہ یسئلونک عن الساعة الایہ کے تحت میں ارقام
فرماتے ہیں۔

ان وقت الساعة مکتوم عن الخلق۔
یعنی بہ تحقیق قیامت کا وقت ساری مخلوق سے چھپا لیا
گیا ہے۔ (ص ۳۳۰-۳۳۱ ج ۲)

اگے چل کر انما علمہا عند ربی کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای لا یعلم الوقت الذی فیہ یحصل
القیامت الا اللہ سبحانہ۔
یعنی قیامت کے وقت خاص کا علم اللہ سبحانہ کے
سوا کسی کو نہیں۔

اس کے علاوہ رازیؒ نے اس کی حکمت بھی بتلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کا علم تمام مخلوق سے کیوں
چھپایا۔ میں بقصد اختصار اس کو چھپوڑتا ہوں۔ پھر ثقلت فی السموت و الارض کی تفسیر کرتے ہوئے امام
تفسیر سدیؒ کا قول یہ نقل کرتے ہیں۔

ای اخفیت فی السموت و الارض و لم
یعلم احد من الملائکة القربین و
الانبیاء والمرسلین متی یکون حد و ثبوا و
وقوعہا۔
یعنی قیامت مخفی ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ اور
مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں میں سے کسی کو علم
نہیں کہ کب واقع ہوگی۔

نیز آیت کریمہ یسئلک الناس عن الساعة قل انما علمہا عند اللہ کے تحت میں ارقام

فرماتے ہیں۔

ان الله اخفاها لحكمة۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے ایک بڑی حکمت کی وجہ سے قیامت

(ص ۵۹۲ - ۶۱۵)

کے وقت کو چھپایا ہے۔

تفسیر کبیر میں اس مضمون کی صد ہا عبارتیں موجود ہیں۔ لیکن چونکہ استیعاب مقصود نہیں اس لئے اسے علی پر اکتفا کرتا ہوں۔

تفسیر ابو السعود میں آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظهر علی غیب احد الا ان یرید ان یرفعہ

واما ما لا یتعلق بہا علی احد الوجہین اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو، جن میں سے ایک

من الغیوب الی من جعلتها وقت قیام قیامت کا وقت خاص بھی ہے سو اللہ تعالیٰ ان کی اطلاع

الساعة فلا یظهر علیہا احدا ابدا۔ کبھی کسی کو نہیں دے گا۔

تفسیر خازن میں آیت کریمہ یسئلونک عن الساعة الایہ کے تحت میں ہے۔

استأثر الله بعلمها فلم یطلع علیہ احدا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے

خاص کر لیا ہے اس کی اطلاع کسی کو نہیں دی۔ (ص ۳۶۵ - ۲۵)

اسی آیت کریمہ کے تحت میں تفسیر روح البیان میں ہے۔

قد استأثر به لم یطلع علیہ ملکا یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ہی لئے خاص

مقربا ولا نبیا مرسل۔ (ص ۸۸ - ۱۵) کر لیا ہے نہ کسی مقرب فرشتہ کو اطلاع دی ہے، نہ کسی

نبی و رسول کو۔

نیز اسی تفسیر میں آیت کریمہ ان الله عنده علم الساعة کے تحت میں غیب کے اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنہ ما استأثر الله به لا یطلع علیہ اور غیب کی ایک قسم وہ ہے جس کو اس نے اپنے لئے خاص

ملك مقرب ولا نبی مرسل کما اشار کر لیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو ہوئی ہے

الی بقوله وعنہ مفاتيح الغیب لا نہ کسی نبی و رسول کو علیہا الصلوٰۃ والسلام۔ چنانچہ اسی طرف

یعلمہا الا هو ومنہ علم الساعة اشارہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں

وعنده صفات الغیب لا یعلمها الا هو۔

فقد اخفا الله علم الساعة۔

اور اسی قسم میں قیامت کے وقت کا علم ہے۔ پس تحقیق اس

(تفسیر روح البیان، جلد سوم، صفحہ ۹۶)

کو اللہ تعالیٰ نے چھپا لیا ہے۔

پھر آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احدا الا یتیمر فی ما یتیمرون۔

اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو، جن میں سے ایک

واما ما لا یتعلق بہا علی احد الوجہین

قیامت کے وقت کا علم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اطلاع

من الغیوب الی من جملتها وقت قیام

کبھی بھی کبھی نہیں دے گا۔ اس کے علاوہ یہ کہ قیامت کے

الساعة فلا یظهر علیہ احدا ابدا علی

وقت کا بتلا دینا حکمت تشریعیہ کے بھی مخالف ہے۔ جن

ان بیان وقتہ مغل بالحکمة التشریعیة

پر نبوت اور رسالت کا دار و مدار ہے۔

التي یدور علیہا فلتک الرسالة۔

(جلد سوم، ص ۱۱۷۹)

جن حضرات کے اسماء گرامی آپ نے تحریر فرمائے تھے ان ہی کی یہ چند عبارتیں اور وہ بھی انتہائی اختصار کو ملحوظ

رکھتے ہوئے نقل کر دی گئی ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ وہ نسبت کہاں تک صحیح ہے۔

علم قیامت کی نفی کے بارہ میں اگر قرآن حکیم و نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے نصوص اور صحابہ و تابعین و دیگر بزرگان

دین کے اقوال کو جمع کیا جائے تو دو ڈھائی سو صفحوں کی ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ لیکن نہ آپ کے لئے اس کی

ضرورت ہے اور نہ تحقیر کو اس قدر فرصت۔ اگر توفیق ایزدی شامل حال رہے تو انشاء اللہ اس کی کسی قدر تفصیل اپنے

رسالہ ”بوارق الغیب علی من یدعی لغیر اللہ علم الغیب“ میں کر دوں گا۔ لیکن افسوس یہ

ہے کہ اسال تعلیمی مشاغل کی کثرت کی وجہ سے تالیف کے لئے بہت ہی کم وقت ملتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ”بوارق“

کی اشاعت میں باوجود احباب کی سخت تاکیدوں کے روز بروز تاخیر ہوتی جا رہی ہے۔

فکر معاش و ذکر خیر یاد رفتگان

دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

بہر حال اس مختصر تحریر میں اس مسئلہ پر کافی روشنی نہیں ڈالی جاسکتی۔ لیکن اجمالاً اتنا عرض کرتا ہوں کہ

بفضلِ تعالیٰ اس وقت میرے پاس آیات قرآنی کے ماسوا تقریباً چالیس ایسی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے قیامت کے وقت خاص کا علم کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ جن میں سے کچھ منجمل کے مناظرہ میں پیش ہو چکی ہیں۔ (روایت مناظرہ صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائیں) اور ایک اب صرف آپ کی خاطر لکھا ہوا۔

» روایت کیا ہے امام احمد نے سند میں، اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، اور ابن حجر و ابن منذر

نے اپنی تفسیروں میں، اور بیہقی نے "البعث والنشور" میں، اور حاکم نے مستدرک میں:-

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسری نبی ابراہیم وموسى و عیسیٰ (علیہم السلام) فتذاکروا امر الساعۃ فردوا امرہم الی ابراہیم فقال لا علم لی بہا فردوا امرہم الی موسیٰ فقال لا علم لی بہا فردوا امرہم الی عیسیٰ فقال اما وجبتہا فلا یعلمہا احد انتمی بقدر الحاجة -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔ پس انہوں نے قیامت کے وقت، کا ذکر کیا۔ پس پہلے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر میری مسئلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے وقوع کے وقت کو کوئی بھی نہیں جانتا۔

اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل ؑ نے حضور کی عمر شریف کے اخیر حصہ میں قیامت کے متعلق سوال کیا تو حضور نے بھی یہی فرمایا کہ "یہ ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں" میں نہیں سمجھ سکتا کہ خدا کے ان برگزیدہ رسولوں کی ان زبردست شہادتوں کے بعد کس ثبوت کا انتظار باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس کے لئے ہے جس کے قلب میں ایمان کا کوئی ذرہ اور خدا کا خوف ہو۔ منکروں کے حق میں خود ارشاد خداوندی ہے۔

وما تغنی الايات والنذر عن قوم لا یؤمنون (یونس ۱۰-۱۱)

تہی دستان قیمت را چہ سودا نکتہ بہر کابل
کہ خضر از آب حیواں شنہ می آرد سکندر را
فقط والسلام ختام الکلام رقمہ ز خاکسار محمد منظور نعمانی غفر اللہ لہ ولوالدہ
ختم ہوا خط کا مضمون

اب ہم اپنی اس حقیر تحریر کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی طرح
نافع غلاتی بنائے جس طرح کہ اصل رونما د صاعقہ آسمانی کو اس نے نافع بنایا۔ و الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار محمد سراج الحق

ناظم دارالاشاعت سنہ ۱۳۱۱ھ

ضلع مراد آباد (پوپی)

مناظرہ سنبھل و درویشی کی مفصل روداد
فتح الابرار علی الفجار

۲۷ ۱۳

صاعقه آسمانی بر فرقہ رضا حانی

حصہ دوم

مرتبہ

مولانا ابوالمجاہد محمد شمس الدین عابد خاں

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مرننگ لاہور

آیتہ کتاب

۱۶۹

ویباچہ

۱۷۲

تمہید

۱۷۷

گل دیگر شکفت

۱۸۱

ابتدائی گفتگو

۱۸۶

آغ از مناظرہ (مسئلہ علم غیب)

۲۰۳

مناظرہ کا دوسرا دن

۲۳۹

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۷۷

تکملہ

۲۸۱

رضا خانی رویت داو کے مضامین پر ایک نظر

دیباچہ

باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلیاً ومسلماً

سنجھل کا یہ مناظرہ جس کی رونمائی کا دوسرا ایڈیشن اس وقت آپ کے سامنے ہے جہادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ میں ہوا تھا۔ اہلسنت کی طرف سے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ایدہ اللہ بنصرہ مناظر تھے۔ اور رضا خانیوں کی طرف سے مولوی حسرت علی صاحب لکھنوی رضا خانی جماعت کے نمائندہ اور وکیل ہو کر پیش ہوئے تھے۔ اہلسنت نے اس مناظرہ کی مکمل و مفصل رونمائی اسی وقت شائع کر دی تھی جس کی صحت کا اعتراف منصف مزاج مخالفین نے بھی کیا۔ مگر چونکہ یہ مناظرہ اپنی نوعیت میں بے نظیر تھا اس لئے اس کی رونمائی بھی بے حد مفید ثابت ہوئی۔ اور بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا ایک نسخہ بھی باقی نہ رہا اور اب بعض احباب کے اصرار سے اس کو دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

یہ رونمائی جب پہلی مرتبہ شائع ہوئی اور اس نے ہر صاحب بصیرت کے لئے سنجھل کے اس عظیم الشان اور معرکہ الآراء مناظرہ کا سچا فوٹو کھینچ کر دور دراز تک یہ غلغلہ بلند کر دیا کہ رضا خانیوں کے پاس اپنے غیبی عقیدہ کے ثبوت میں مکڑی کے جالے کے برابر قوت رکھنے والی بھی کوئی دلیل نہیں۔ اور اہلسنت کے پاس رضا خانیوں کے اس خانہ ساز عقیدہ کی تردید میں صد ہا آیات و احادیث موجود ہیں۔ سنجھل و مراد آباد کے رضا خانیوں کو بھی ایک رونمائی گھڑنے کی فکر اُمنگیر ہوئی۔ اور بالآخر مناظرہ سے چھ سات مہینے کے بعد رضا خانی برادری کے بڑے بڑے پنچوں کے مشوروں اور کمیٹیوں کی ہدایتوں سے ایک رونمائی تصنیف ہوئی جس کا خوبصورت سانام ”مذہبی دقات کی رونمائی مکمل“ تھا۔ اس نام نہاد رونمائی میں جس قدر بے ایمانی و دروغ بیانی سے کام لیا گیا تھا، حق یہ ہے کہ وہ ہمارے رضا خانی دوستوں ہی کا حصہ تھا جیسے ہی مصنوعی رونمائی شائع ہوئی اسی وقت

دارالاشاعت " کی طرف سے ایک تنقیدی رسالہ "بارقہ آسمانی" اس پر نازل کر دیا گیا۔ آسمانِ قصداً کی اس بارقہ (بجلی) نے اس شیطانی گورکھ دھندے کو جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا۔ اور چھ سات مہینے کی عرق ریزی و دماغ سوئی کے بعد جھوٹ اور گالیوں کی جو عمارت رضا خانی معماروں نے عین کی تھی وہ بھک سے اڑ گئی اور باوجود زبردست مطالبہ کے آج تک (کہ چار سال گزرے) رضا خانیوں کی طرف سے اس رسالہ "بارقہ آسمانی" کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ صدق اللہ عزوجل۔

فَعْتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَاخَذَ اللَّهُ الصَّاعِقَةَ وَهُمْ يَنْظُرُونَ
فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ۝ (الذاریات ۵۱-۵۲)

اس دوسرے ایڈیشن کے حاشیہ میں جہاں کہیں رضا خانی رونداد پر ہم کوئی تنقیدی نوٹ لکھیں گے۔ اسی بارقہ آسمانی سے مانو ہوگا۔ اس دفعہ اس رونداد میں ایک مستقل کلمہ کا بھی اضافہ کیا جا رہا ہے جس میں ان دلائل کا مکمل جواب ہے جو رضا خانی رونداد میں مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسالوں سے بڑھائے گئے ہیں یہ جوابات بھی "بارقہ آسمانی" ہی سے مانو ہیں۔

نیز اسی کلمہ میں رضا خانی رونداد نویس مولوی اجمل علی خان صاحب سنبھلی کا ایک پراسرار گرفتار شدہ خط بھی درج ہے جس نے ان کی رونداد کے جعلی، مصنوعی اور بناوٹی ہونے کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ اس خط کا ہمارے ہاتھ آجنا صرف تائید غیبی اور ہماری صداقت و حقانیت کا ایک معجز نما کرشمہ ہے ورنہ۔

کہاں ہم اور کہاں یہ نگہ بست گل

نسیم صبح تیری مہربانی

یہ پراسرار خط آج سے چار سال پہلے "بارقہ آسمانی" میں بھی شائع ہو چکا ہے مگر الحمد للہ کہ مولوی اجمل علی یا مولوی حسنت علی باوجود زبردست چیلنج کے آج تک اس کا انکار نہ کر سکے۔ اس خط کے بعد رضا خانی رونداد کے بناوٹی اور مصنوعی ثابت کرنے کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں۔ خود رونداد نویس صاحب کے اس خط نے اس بے چاری کا کام تمام کر دیا آہ۔ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مے انہوں نے اپنے پردہ گار کے حکم سے سرکش کی تو انہیں عذاب لے آیا۔ اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے تھے تب وہ نہ کھڑے ہی ہو سکے اور نہ (ہم سے) بدلہ ہی لے سکے۔

صدق الله عز وجل -

يُخْرِجُونَ مِثْلَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ
فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

(المشرع ۵۹-۶۰)

خاکسارِ ناظم دارالاشاعت

مہتمم طبع دوم : جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ

نوٹ : مناظرہ سنبھل کے متعلق حضرت مولانا محمد منظور صاحب لغمانی و جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب

کے مابین جو خط و کتابت تقریباً تین مہینے جاری رہی تھی پہلے ایڈیشن میں وہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ درج کی گئی تھی مگر اس دفعہ چونکہ حاشیہ اور تکرار میں دوسرے اہم اور ضروری مضامین کا اضافہ کیا جا رہا ہے اس لئے اس مراسلت کا ذکر صرف اجمالاً کیا جائے گا اور وہ اس قدر اہم اور ضروری بھی نہیں ہے۔

ناظم دارالاشاعت

لے وہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی۔ لہذا اسے عقل مندو! جنت حاصل کرو۔

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ و علی الہ المجتبیٰ



ناظرین کو یہ صاعقہ آسمانی حصہ اول کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ مناظرہ دروہ کے آخری اجلاس میں جبکہ مسلمہ علم غیب زیر بحث تھا اور صرف دو گھنٹے کی گفتگو نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کے چھکے چھڑا دیے تھے اور مولوی صاحب موصوف نے مناظرہ کے درہم برہم کرنے کے لئے انتہائی سخت کلامی شروع کر دی تھی۔ ان کی خوش قسمتی سے وہاں کی عام پبلک نہ ان علی اور دقتی مباحث کو سمجھتی تھی جو اس بحث میں آتے تھے اور نہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اس چال کو۔ اور قریب تھا کہ یہ دل چسپ اور معرکہ الآراء مناظرہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے سخت کلامی کی نذر ہو کر بغیر کسی نتیجہ کے درہم برہم ہو جائے۔ اس لئے اس عظیم الشان مناظرہ کے نتیجہ خیز اور کامیاب بنانے کے لئے بعض حضرات نے انتقال مقام کی تجویز پیش کی جو بڑی رد و کد کے بعد منظور ہو گئی۔ پھر تعین مقام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے بریلی کو پیش کیا (جو وہاں سے بہت زیادہ قریب ہونے کے علاوہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اقامت گاہ اور ان کی جماعت کا مرکز بھی ہے) اور فرمایا کہ اگر آپ تیار ہوں تو میں ابھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں صرف جلسہ کے انتظامات آپ کرادیں باقی اپنے ذاتی اخراجات کا میں خود کفیل ہوں گا۔ مگر جب مولوی رحمہ اللہ صاحب اس کے لئے کسی طرح رضامند نہ ہوئے تو حضرت مولانا نے مراد آباد کو پیش کیا۔ لیکن مولوی رحمہ اللہ نے اس کو بھی منظور نہ کیا۔ بالآخر حضرت مولانا نے اپنے وطن عزیز سنبھل کو پیش کیا اور نہایت فراخ دلی کے ساتھ جملہ انتظامات کی ذمہ داری بھی خود ہی لی۔ اور فرمایا کہ اگر آپ چاہیں گے تو آپ کو اور آپ کے رفقاء کو سفر خرچ بھی دیا جائے گا۔ اس کے بعد جب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے کوئی سفر

باقی نہیں رہا تو چارو ناچار ان بے چاروں کو منظور ہی کرنا پڑا۔ اللہ بھلا کرے دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مدرس دوم اور مولوی رحمہ اللہی صاحب کے معین مناظرہ مولوی عبدالعزیز خان صاحب کا وہ بھتیجا مولوی رحمہ اللہی صاحب کے مناظرہ کا تلخ نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اس لئے انہوں نے مولوی رحمہ اللہی صاحب کا لحاظ کئے بغیر صاف کہہ دیا کہ آئندہ ہم کو مناظر تبدیل کرنے کا حق ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ لیکن مولوی عبدالعزیز خان صاحب اور ان کے بعض دوسرے رفقاء کا کرنے اس پر سخت اصرار کیا اور کہا ہم صرف اپنے ہی لئے یہ حق نہیں چاہتے۔ بلکہ آپ کو بھی یہ حق دیتے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ”اچھا شہ مجھے اس کی ضرورت نہیں“ بہت دیر تک اس پر گفتگو جاری رہی لیکن مولوی رحمہ اللہی صاحب اس وقت بالکل خاموش و بے ہوش تھے کیونکہ ان کا ایک رفیق کا بلکہ ایک تخت مدرس ان کی معزولی پر زور دے رہا تھا۔ جس کے معنی یہ اور صرف یہ تھے کہ اس کے نزدیک مولوی رحمہ اللہی صاحب ناقابل مناظرہ ثابت ہوئے ہیں، بہر حال دیر تک اس تجویز پر بحث ہوتی رہی۔ بالآخر صدر مجلس مناظرہ عالی جناب ثروت یار خان صاحب مجسٹریٹ دروڑ نے بھی مولوی عبدالعزیز خان صاحب کی سفارش کی اور آخر کار یہ تجویز منظور کر لی گئی۔

یہ بھی قرار پایا کہ اس مناظرہ کے لئے شرائط بذریعہ خط کتابت از سر نو طے ہوں۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب شرائط کے متعلق مولوی رحمہ اللہی صاحب سے خط کتابت کریں یا امیر رضا خانیت مولوی حامد رضا خان صاحب سے۔ بعد میں ان تمام چیزوں کے متعلق ایک یادداشت بھی لکھ لی گئی۔ سب کچھ طے ہو جانے کے بعد مولوی رحمہ اللہی صاحب نے اس یادداشت کے آخر میں یہ عبارت لکھ کر کہ۔

” بشرط اجازت سرپرست مدرسہ حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب مدظلہ “

اس سارے معاملہ کو مولوی حامد رضا خان صاحب کی اجازت پر موقوف کر دیا اور دروڑ کی ساری کارروائی اس پر ختم ہو گئی۔ وہاں سے واپس آکر اس قرارداد کے بموجب حضرت مولانا نے ایک رجسٹری شدہ خط مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام ارسال فرمایا اور منجمل کے مناظرہ کے لئے شرائط طلب کئے۔ مولوی حامد رضا خان صاحب نے یہ دیکھ کر کہ اس خط کے بھیجنے والے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ہیں اس کے

وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ۱۰ صفر کو یہ رجسٹری شدہ خط انکابی واپس آگیا۔ حضرت مولانا نے مولوی حامد رضا خان صاحب کا اس وجہ گریز دیکھ کر ان کا پیچھا چھوڑ دیا اور براہِ راست مولوی رحمہ اللہ صاحب کے نام ایک خط بذریعہ رجسٹری روانہ فرمایا۔ جس میں ان کے خداوند نعمت مولوی حامد رضا خان صاحب کے اس بے جا گریز کا ذکر کرتے ہوئے خود ان سے شرائط مناظرہ طلب کئے اس خط میں یہ بھی لکھ دیا گیا تھا کہ اگر اس کا جواب دس روز تک نہ آیا تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ بعونہ تعالیٰ وہو الکافی۔

اس خط کے اس آخری جز نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کو جواب دینے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ ۲۲ صفر کو اس کا جواب آیا جس میں حضرت مولانا کے خط کے جواب میں صرف اس قدر الفاظ تھے کہ۔

”اب ہم بالکل تیار ہیں اور آمد و رفت اور خورد و نوش کے خرچ کے منظر میں لہذا جلد از جلد تاریخ مناظرہ اور تمام مناظرہ کہ سنبھل میں کس جگہ ہوگا اور شرائط مناظرہ مقرر فرما کر اور اس کے ساتھ حسب قرار داد آمد و رفت اور خورد و نوش کا خرچ نقد روانہ فرما دیجئے“

اس کے جواب میں ۲۶ صفر کو حضرت مولانا محمدمنصور صاحب نے ایک رجسٹری روانہ کی جس میں سات شرطیں بھی نہایت مناسب لکھ دیں جن میں فریقین کے حقوق بالکل مساوی تھے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ان کے علاوہ اور جو شرائط آپ مناسب بنیال فرمائیں ان کو بھی تحریر فرمادیں۔ شرائط طے ہونے کے بعد ہم تاریخ بھی معین کر دیں گے اور اسے تاریخ سے ایک ہفتہ پہلے زادراہ بھی حاضر خدمت کر دی جائے گی۔ اس خط کے جواب میں بھی مولوی رحمہ اللہ صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔ بالآخر دو ہفتہ کامل انتظار کرنے کے بعد ۱۱ ربیع الاول کو بطور تقاضا ایک اور رجسٹری حضرت مولانا نے ارسال فرمائی جس کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس رجسٹری کو تار کے حکم میں سمجھا جائے اور جواب میں انتہائی عجلت سے کام لیا جائے۔“

اس رجسٹری کے بعد بھی مولوی رحمہ اللہ صاحب نے کرڈنلی تب مجبوری کامل دن روز کے انتظار کے بعد ۲۲ ربیع الاول شریف کو حضرت مولانا نے ایک اور رجسٹری روانہ کی جس کے آخر میں یہ بھی تحریر فرما دیا تھا کہ۔

”اس کا جواب یکم ربیع الآخر تک آجانا چاہئے۔ اگر اس عرصہ میں نہیں آیا تو ہم جناب کے اس طرز عمل کو پہلو تہی اور گریز سے تعبیر کرنے پر مجبور ہوں گے۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ پہلو تہی کا رخ

محض آپ کی ذات تک محدود نہیں رہے گا بلکہ چونکہ یہ مناظرہ مولوی حامد رضا خان صاحب کی رضا و اجازت سے طے ہوا ہے اور پھر آپ کو آپ ہی لوگوں کی درخواست پر یہ بھی حق دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں اپنی جماعت میں سے منتخب کر کے مناظرہ میں پیش کریں پس لئے آپ کا یہ طرز عمل آپ کی ساری جماعت اور خود مولوی حامد رضا خان صاحب کا گریز کہا جائے گا۔

حضرت مولانا کے اس گرامی نامہ نے جب سب اگلی کچلی سمجھائی تو مجبوری مولوی رحمہ اللہ صاحب اپنی چپ تڑنی پڑی اور ۲۶ ربیع الاول شریف کو ۲۶ صفحہ والی تحریر کے جواب میں ایک رجسٹری روانہ کی جس میں حضرت مولانا کے پیش کردہ شرائط کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی تھی اور بعض کے متعلق کچھ سوالات کئے تھے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اس رجسٹری کا مفصل جواب حضرت مولانا نے ۱۲ ربیع الآخر کو ارسال فرمایا جس کا جواب مولوی رحمہ اللہ صاحب کی طرف سے ۳ اکتوبر کو آیا جس میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہ تھی۔ صرف جلسہ مناظرہ کے لئے ایک مسئلہ فریقین صدر کے ہونے کو اصولاً تسلیم کرتے ہوئے تعین صدر کے معاملہ کو الجھانے کی کوشش کی گئی تھی جس کا واحد مقصد یہی تھا کہ نہ صدارت کا مسئلہ طے ہو نہ مناظرہ کی نوبت آئے۔ نہ نومین تیل ہو گا نہ۔۔۔۔۔

لیکن آفرین ہے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی ہمت مردانہ پر کہ آپ نے نہایت فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے صدارت کے لئے جناب چودھری محفوظ علی خان صاحب سپیکر پولیس پنشنر ساکن سنجل کا نام لکھ بھیجا۔ (جو اذروئے عقائد تقریباً رضا خانی ہی ہیں مگر ان کی وجاہت اور انصاف پسندی سے کسی خلاف انصاف کا رد) کی امید نہ تھی) نیز حضرت مولانا نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اس روش کو دیکھتے ہوئے اس مکتوب گرامی کے اخیر میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ :

” یہ سلسلہ خط و کتابت بظاہر اس طرح ختم ہوتا نظر نہیں آتا اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ کو ہمیں ختم کر دیا جائے کیونکہ شرائط کا بیشتر حصہ طے ہو چکا ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ سنجل پہنچ کر طے ہو سکتا ہے۔ لہذا اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ جمادی الاول کے مقرر کی جاتی ہیں۔ بس اس عرصہ کے جواب میں ان تاریخوں کی منظوری سے مطلع کر دینا کافی ہے اگر یہ اطلاع ۱۰ جمادی الاول کے تک موصول ہو گئی تو پندرہ جمادی الاول کے کو حسب قرار داد سفر خرچ روانہ کر

دیا جائے گا :

حضرت مولانا کے اس گرامی نامہ نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے کوئی راہ فرار نہ چھوڑی اور مبداء سے دو تنگ آمد بھنگ آمد ، ناچار مناظرہ منظور کرنا ہی پڑا۔ لیکن ایک آخری چال بھلی کہ اس مکتوب کا جواب بکالت اس کے کہ ۔۔۔ جمادی الاول کے کو دیتے جو دس تک حضرت مولانا کے پاس پہنچ جائے ۱۲ جمادی الاول کو لکھا ہو ۱۱ کو حضرت مولانا کو وصول ہوا۔ مقصد اس تاخیر کا صرف یہ تھا کہ حضرت مولانا انتظامات کے لئے اس تھوڑی مدت کو ناکافی سمجھیں گے اور لامحالہ مناظرہ کی تاریخیں بدلنے پر مجبور ہوں گے۔ ہم کو یہ کہہ کر کچھ چھڑانے کا اچھا موقع مل جائے گا کہ آپ نے خود ہی مناظرہ کی تاریخیں مقرر کی تھیں ہم نے منظور کر لیں اب آپ مناظرہ سے فرار کرتے ہیں۔

”ہمدی لگے نہ چھٹکڑی“ گھر بیٹھے بٹھانے عظیم الشان فتح ہاتھ آئے گی مگر شیر نستان مناظرہ نے ان اقراری سگ بارگاہ رضوی کی اس چال کو سمجھ لیا اور حسب وعدہ تاریخ معینہ سے ایک ہفتہ قبل سفر خرچ روانہ کر کے اس آخری منصوبے کا بھی خاتمہ کر دیا۔ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْبَاطِلُونَ ۔

لیکن اس کے بعد بھی ایک احتمال باقی تھا کہ کچھ سادش کر کے تاریخ معینہ تک منی آرڈر وصول نہ کیا جائے اور تاریخ مانے مناظرہ گزار جانے کے بعد لکھ دیا جائے کہ آپ کا منی آرڈر دیر سے وصول ہوا لہذا ہم نہیں آسکے اس قسم کی رو باہ بازوؤں کا دروازہ قطعاً بند کرنے کے لئے حضرت مولانا نے بذریعہ رجسٹری ایک خط بھی روانہ کر دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ ۔

”ہم حسب وعدہ سفر خرچ روانہ کر چکے۔ اگر بفرض محال ۲۱ جمادی الاول تک کسی وجہ سے وصول نہ ہو تو جناب اس کا انتظار نہ فرمائیں بلکہ ۲۱ کو ضرور بالضرور سوار ہو جائیں۔ یہاں پہنچنے پر سفر خرچ حاضر خدمت کر دیا جائے گا۔“

پھر مزید احتیاط کے لئے تاریخ مناظرہ سے تین روز قبل یعنی ۱۹ جمادی الاول کو ایک تاریخ بھی اس مضمون کا دے دیا کہ ۔

”انتظامات بالکل مکمل ہو چکے ہیں ہر قسم کے حیلوں کو ترک کر کے تشریف لائیے۔“

گل دیگر شگفت

ہمارا خیال تھا کہ اب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے فرار کی کوئی راہ نہیں رہی۔
اب وہ ضرور بالضرور تشریف لائیں گے لیکن بقول کے ”نحو غلط بود آنچه ما

پنداشتیم“ ہمارے سارے منصوبے غلط نکلے اور مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ایک اشتہار ”کھلا خط“ بھیج کر ثابت کر دیا کہ میں اس خان بریلوی کا پُوت ہوں جس نے تمام عمر مناظرہ کی دھوم مچانے کے باوجود ہمیشہ وقت پر مناظرہ سے جان بچائی۔

اس اشتہار کذب و بہتان کے طومار کا خلاصہ اسی کے الفاظ میں یہ تھا۔

”جناب مولوی منظور حسن صاحب خصوصاً و جمیع دہائیہ جمل عموماً در وضع نینئی تال میں جو قرارداد ہو چکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار تھا اور ہوں۔ لیکن معلوم ہوا کہ تمیز رشید عزیز سعید شیریشہ سنت مولوی حسنت علی خان صاحب لکھنوی کے مقابلہ میں آپ کا سارا کردہ عاجز رہا۔۔۔۔۔۔ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عزیز موصوف کو آپ کے گروہ کے مقابلہ میں پانچ روشن فتیں اور آپ کے گروہ کو پانچ بار شرمناک شکستیں دیں۔ آپ اور آپ کا گروہ سب عزیز موصوف کے مقابلہ سے عاجز آچکے۔ مناظرہ بجز اللہ تعالیٰ اہل سنت کی فتح مبین اور دہائیہ کی شکست مبین پر ختم ہو چکا۔ لہذا وہ مناظرہ جو قرارداد وضع نینئی تال کے مطابق طے ہوا تھا ختم ہو چکا۔ کہ جو لوگ میرے تمیز سعید کے سامنے اپنا اسلام ثابت کرنے سے عاجز رہے وہ میرے سامنے ایک فرعی مسئلہ علم غیب میں لب کشائی کا کیا حق رکھتے ہیں۔ اب بھی اگر مناظرہ کرنا ہو تو اس کی ایک تحریر دو کہ ہمارا سارا گروہ مولوی حسنت علی صاحب کے مقابلہ سے عاجز رہا یا اپنے اکابر کو دیوبند و متحدہ بھون سے بلاؤ تاکہ ان کا عجز و فرار بھی (ایسا ہی) دکھا دیا جائے“

لعنة الله على الكاذبين۔ مے جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ مے شاید عالم خیال میں۔ مے لہذا خدا کے واسطے مجھ ہی پر

جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ نَوَالُهُ

ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اس لال اشتہار پر مفصل تبصرہ کریں گے لیکن چونکہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس کا کذب خالص اور دروغ بے فروغ ہونا اپنے طرز عمل سے خود ہی ثابت کر دیا لہذا ہم اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے بس یہ عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ سرخ اشتہار یا لال چلیٹھرا بعد میں خود مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے وبال جان ہو گیا اور ان بے چاروں نے اس کے چھپانے کی ایسی ہی کوشش کی جیسی کہ لال چلیٹھرا کے چھپانے کی کرنی چاہتے۔ مختصر یہ کہ مناظرہ میں تین روز متواتر مجمع عام میں یہ سوال کیا گیا کہ یہ اشتہار آپ کا شائع کردہ ہے یا نہیں؟ لیکن کوئی جواب نہ دیا گیا۔ بعد اختتام مناظرہ بذریعہ تحریر بھی دریافت کیا گیا لیکن آج تک کئی جواب موصول نہ ہوا۔

اے بدعت ملعونہ تجھ پر خدا کی ہزار لعنت۔ کیا تو ایمان و اسلام کے ساتھ آدمی کی انسانیت کو بھی رخصت کر دیتی ہے۔ کیا آج کوئی ہے کہ رضا خانی محدث کی اس راست بازی کا نمونہ دنیا کی کسی مہذب و متعلم قوم کے لٹریچر سے پیش کر سکے۔

بہر کیف مولوی رحمہ اللہ صاحب نے یہ اشتہار بھیج کر اپنے شرمناک فرار کا اعلان کر دیا اور سمجھ لیا کہ بس رسید ہو بلائے دے بخیر گزشت۔ لیکن افسوس یہ نہ سوچا کہ یہ لوٹری کی سی چالیں کسی اپنے ہم جولی ہی کے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتی ہیں دشیرانِ حق کے مقابلہ میں۔

تاریخ مناظرہ سے ایک روز قبل یعنی ۲۱ کو یہ اشتہار منجمل میں شائع ہوا تھا اور ۲۲ کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ نے بذریعہ جوابی تاری بقی مندرجہ ذیل نوٹس دیا۔

” فوراً آئیے ہر قسم کی بہانہ بازی کو چھوڑ دیجئے۔ ورنہ جملہ ہر سچ کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔“

اس نوٹس نے سارے منصوبوں کا خاتمہ کر دیا اور بے چارے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی یہ آخری چال بھی

شیرِ نستان کے مقابلہ میں بے کار ثابت ہوئی۔

صَدَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْخَائِبِينَ - وَمَكْرُوهًا

وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ
 بہر حال اس برقی نوٹس نے حسرت علی صاحب والی وہ فرضی پانچ شکستیں بھی بھلا دیں اور سہ

قہر و ریش بر جان درویش

مولوی رحمہ اللہ صاحب مع جناب مولوی عبدالعزیز خان صاحب و بعض دیگر علماء فرقہ رضا خانی کے مناظرہ کے آخر روز یعنی ۲۴ جمادی الاول کو ۸ بجے سنبھل وارد ہوئے اور نو بجے مقام مناظرہ پر پہنچے۔ اور یہاں پہنچ کر فرار کی ایک نئی یہ راہ نکالی کہ مسئلہ صدارت کے متعلق اگرچہ طے ہو چکا تھا کہ کل جلسہ مناظرہ کا ایک حصہ الیہا ہے گا جو فریقین سے بالکل آزاد ہو۔ اور حضرت مولانا نے نہایت فراخ حوصلگی اور عالی ہمتی سے کام لیتے ہوئے ایک ایسا شخص بھی پیش کر دیا تھا جو مذہباً رضا خانیوں سے اقرب تھا۔ (یعنی جناب چوہدری محفوظ علی خان صاحب انسپٹر پولیس پنشن لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اگر مسئلہ صدارت کے متعلق صاف کہہ دیا کہ اگر ایک صدر فریقین ہو سکتے ہیں تو بس فلاں صاحب یا فلاں صاحب) جو شاید خود مولوی رحمہ اللہ صاحب سے بھی زیادہ غالی رضا خانی ہیں، ورنہ ہر فریق کا صدر علیحدہ رہے گا۔ جس کا کام محض اپنی اپنی جماعت کو قابو میں رکھنا ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے بہرچند اس پر زور دیا کہ کسی ایسے آزاد شخص کو صدر مقرر کیا جائے جو فریقین سے کوئی خاص تعلق نہ رکھتا ہو۔ یہ بھی کہا کہ اگر آپ کے نزدیک مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں ہے تو سنبھلے کے غیر مسلم تعلیم یافتہ طبقہ میں سے کسی کو منتخب فرما لیجئے۔ لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب کی ہٹ ختم نہ ہوئی۔ بالآخر یہ بھی کہا گیا کہ اچھا کسی ایسے رضا خانی ہی کو صدر مقرر کر لیجئے جو معاملہ سنجہ ہونے کے ساتھ ساتھ رضا خانیت میں غالی نہ ہو۔ لیکن ان سب باتوں کا جواب یہی ملا کہ اگر ایک صدر مسلمہ فریقین ہوگا تو بس انہی دو صاحبان میں سے کوئی ہو سکتا ہے جن کو پہلے پیش کیا جا چکا ہے ورنہ ہر فریق کا صدر جداگانہ ہوگا۔ مقصد اس بے جا ضد کا بھی یہی تھا کہ اہلسنت ہماری ان بے جا ضدوں کو منظور نہ کریں اور کسی طرح مناظرہ سے جان بچے۔ لیکن حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے بالآخر ان کی اس ہٹ کو بھی مان لیا۔ رضا خانیوں کی طرف سے جناب خان صاحب ولایت حسین صاحب صدارت کے لئے منتخب ہوئے اور اہلسنت کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہماری طرف سے عالی جناب نواب داؤد علی خان صاحب انصاری دام غیضہ الجاری خدمات صدارت کو انجام دیں گے۔

لے حاشیہ بر صفحہ آئندہ

اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس طرح تقریر شروع کی۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

غوث اعظم بامین بے سرو سامان مددے

قبلہ دین مددے کعبۂ امیاں مددے

میں نے سنا ہے کہ کل اور پرسوں میرے نہ آنے کی مولوی محمد منظور صاحب نے بہت زیادہ شکایتیں کی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ کا منی آرڈر کچھ دیر سے پہنچا۔ اور چونکہ میں مدرسہ کا ملازم تھا اس لئے حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب مدظلہ کی اجازت کے بغیر آج بھی نہیں سکتا تھا اور وہ اتفاق سے گاؤں کو چلے گئے تھے۔ میں نے اجازت لینے کے لئے ان کے پاس آدمی بھی بھیجا۔ لیکن کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ آدمی بھی واپس نہ آیا۔ اب جب میں نے دیکھا کہ سب تاجیکین مناظرہ کی گزری جاتی ہیں تو بغیر اجازت ہی چلا آیا ہوں اور میں نے ملازمت کی بھی پرواہ نہیں کی۔ آپ تصدیق کریں یا نہ کریں لیکن میں حلف اٹھانے کے لئے بھی تیار ہوں اور آپ بریلی آدمی بھیج کر اس کی تصدیق بھی کرا سکتے ہیں۔ خیر گزشتہ آٹھ گزشتہ۔ اب جو باقی ماندہ شرائط ہیں ان کو طے کر لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنوئے) حسبنا اللہ ونعم الوکیل

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا معین بک نستعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

۱۲ (حاشیہ صفحہ گزشتہ) دو سال ہوئے کہ خان صاحب موصوف اس دار فانی سے رحلت کر چکے ہیں۔ اگرچہ راقم الحروف کو خان صاحب کے خیالات و عقائد سے سخت اختلاف تھا مگر اس میں شک نہیں کہ موصوف بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ بالخصوص اپنے چھوٹوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے ساتھ بہتر معاملہ کرے۔ ۱۲

(حاشیہ صفحہ نیا) ۱۳ کیا آخری رجسٹری اور سوکھ کا روانہ شدہ تاریخ بھی ۲۱ تک نہیں پہنچا؟ ششم، ہشتم، ۱۔ ۱۳ بالکل غلط۔ یوں کہنا چاہیے کہ اب جب دیکھا کہ فرار کی کوئی راہ نہیں رہی جب مجبوری آیا ہوں ۱۲۔

ابتدائی گفتگو

میں اولاً اپنے محترم دوست جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لالہ اشتہار
 ۱۱ کھلا خط بنام دیا بیر دیوبند یہ سنبھل ضلع مراد آباد ۱۱ جناب ہی کا شائع کردہ ہے یا کسی دوسرے نے بغیر آپ
 کی اجازت کے آپ کی طرف سے شائع کر دیا ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (نہایت خوشامدانہ لہجہ میں) مولوی صاحب میں آپ کی سلامتی طبع کا
 قائل ہوں یہ باتیں کچ طبع لوگ کیا کرتے ہیں۔ اب جب میں آہی گیا تو وہ بات ختم ہو گئی۔ لہذا اب مناظرہ کے
 کارروائی شروع ہونی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : کارروائی مناظرہ ابھی شروع ہوتی ہے لیکن پہلے اشتہار کے معاملہ
 کو صاف کر دیجئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ حضرات کس قدر صداقت اور راستبازی سے کام لیتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : دیکھئے آپ بالکل بے کار وقت ضائع کر رہے ہیں میرے آجانے کے بعد
 اس اشتہار کا تذکرہ ہی فضول ہے۔ اور اگر معلوم ہی کرنا ہے تو خود اشتہار کو دیکھ لیجئے وہ بتلا دے گا کہ میں کس کا شائع
 کردہ ہوں۔ اور اگر اس کا مضمون مجھ کو بتلایا جائے تو میں بھی بتلا سکتا ہوں کہ وہ میرا شائع کردہ ہے یا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا یہ اشتہار کتنا ہے کہ میں مولوی رحمہ اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ
 منظر اسلام بریلی کا شائع کردہ ہوں۔ فرمائیے یہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط ؟ جناب نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر
 اس کا مضمون مجھ کو سنایا جائے تو میں بتلا سکتا ہوں تو سنئے۔ اس کا مضمون یہ ہے اس کے بعد حضرت مولانا نے
 اُس کذب و بہتان کے طور مار کو از اول تا آخر پڑھ کر سنایا، جن لوگوں نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی مذکورہ بالا مضمون
 سنی تھی اور تاہنوز یہ اشتہار نہ دیکھا تھا وہ اس کے حرف حرف پر ان محدث صاحب کی صداقت شعاری اور استباز
 کی داد دل و زبان سے دے رہے تھے۔ اس وقت خود مولوی رحمہ اللہ صاحب کی جو حالت تھی وہ دیکھنے ہی سے
 تعلق رکھتی تھی، اس اشتہار کے سننے کے بعد مولانا نے فرمایا کہ اب تو فرمائیے کہ یہ جناب ہی کا شائع کردہ ہے یا آپ کے
 کسی خیر اندیش کی کار سازی ہے ؟

مولوی رحمہ الہی صاحب : دیکھئے مولوی صاحب یہ بالکل وقت کو ضائع کرنا ہے۔ آپ جلد کا دوا
مناظرہ شروع کیجئے اور جو شرائط باقی ہیں ان کو طے کیجئے۔ مناظرہ شروع ہونے کے بعد ہم اس اشتہار کے متعلق
بھی تشفی بخش جواب دے دیں گے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ الہی صاحب کی اس قابل رحم حالت پر رحم کھا کر جواب
سوچنے کے لئے یہ مہلت بھی دے دی۔ اور شرائط کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں میں نے ان شرائط
کے جو بذریعہ خط کتابت طے ہوئی تھیں مندرجہ ذیل شرطیں طے ہوئیں۔

- ۱ : یہ مناظرہ محض مسئلہ علم غیب پر ہوگا اس کو دوسرے اختلافات سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔
- ۲ : ہر فریق کا فرض ہوگا کہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے کرے یا نصوص قطعیہ سے
اگر کوئی فریق ان کے سوا دوسری قسم کے ادلہ پیش کرے گا تو دوسرے فریق کو حق ہوگا کہ وہ اس وقت تک
ان کا جواب نہ دے جب تک کہ مسئلہ سے یہ تحریر نہ لے لے کر میں اپنا مدعا کتب عقائد اہلسنت اور نصوص قطعیہ
سے ثابت نہیں کر سکتا۔

۳ : مسئلہ زیر بحث کے علاوہ اگر کوئی مناظرہ دوسری بحث چھیڑے گا تو اولاً اس کو متنبہ کر دیا جائے گا اگر وہ باز
نہ آیا تو یہ اس کے فریق کی کھلی شکست سمجھی جائے گی۔ اور دوسرے فریق کا فرض ہوگا کہ وہ اس خارج از
امر کی طرف متوجہ نہ ہو ورنہ خطی اور لائے سمجھا جائے گا۔

۴ : ہر مناظرہ کو حق ہوگا کہ وہ اپنے مقابل کے جس جملہ کو لکھنا چاہے لکھائے اس کو کسی طرح حق انکار نہ ہوگا۔
بلکہ اس کا انکار اس کی شکست سمجھی جائے گی۔

۵ : مناظرہ کے سوا کسی کو حق دخل دہی نہ ہوگا۔

۶ : دل آزار اور اشتعال انگیز کلمات کوئی مناظرہ استعمال نہ کرے گا۔ جو مناظرہ خلاف تہذیب الفاظ زبان سے
نکالے گا اس کی مسئلہ شکست سمجھی جائے گی اور دوسرے فریق چاہے گا تو مناظرہ ختم کر دے گا۔

۷ : ہر فریق کے مناظرہ کو تقریر کے لئے دس دس منٹ وقت دیا جائے گا۔

۸ : یہ مناظرہ زیادہ سے زیادہ تین روز رہے گا۔

۹ : جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سائل ہوں گے اور جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب مجیب۔
ان شرائط کے طے ہو جانے کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے سوال کیا کہ آپ علماء دیوبند کے اقوال کو بھی

تسلیم کریں گے یا نہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا یہ سوال بالکل لغو ہے اس لئے کہ شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ
نفس مسئلہ پر استدلال یا مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے ہو گا یا انصوص قطعیہ سے۔ اور ان حضرات کے اقوال ان میں سے
کسی قسم میں بھی داخل نہیں۔ اور نہ میں ان حضرات کا مقلد ہی ہوں کہ بحیثیت تعلیم ان حضرات کا قول واجب التسلیم
بلکہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلد ہوں البتہ ان حضرات کا ایک ادنیٰ نقش بردار ہوں۔ ہاں اتنا
جانتا ہوں اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو میرے نزدیک اصول شریعت ہیں وہی ان حضرات کے بھی اصول
ہیں یعنی کتاب و سنت و قیاس و اجماع امت۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس کی تحریر طلب کی۔ جناب مولانا محمد منظور صاحب نے اس کی تحریر بھی دے
دی۔ اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کی طرف سے مناظر کون ہو گا ؟ جناب مولانا محمد منظور صاحب
نے فرمایا کہ یہ کوئی دریافت کرنے کی بات نہیں۔ اپنی جماعت کی طرف سے آپ ہوں گے اور اہلسنت کی جانب سے خاکسار
ہو گا۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ درو میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر فریق کو جتنی ہو گا کہ وہ جس کو چاہے
اپنی طرف سے بحیثیت مناظر پیش کرے۔ لہذا آپ اپنی طرف سے کسی ایک کو متعین کر دیجئے ہم بھی اپنی طرف سے کسی
ایک کو وکیل کر دیں گے جس کے بعد کسی دوسرے کو بولنے کا حق نہ رہے گا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ جب میں اور آپ دونوں موجود ہیں اور کسی کو کوئی معذوری بھی نہیں تو
پھر وکالت کے کیا معنی ؟ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے دیر تک اسی پر اصرار کیا۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے
فرمایا کہ آپ کو یاد ہو گا جس وقت استحقاق تبدیل مناظر کی تجویز جناب کی طرف سے پیش ہوئی تھی میں نے شدت سے

سنا اگرچہ یہ تجویز مولوی عبدالعزیز خان صاحب نے پیش کی تھی مگر چونکہ وہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے مشیر اور رفیق کار تھے لہذا ان کی تجویز
گیا مولوی رحمہ اللہ صاحب ہی کی تجویز ہے۔ ۱۱۔

مخالفت کی تھی اور اسی وقت کہہ دیا تھا کہ بھلا اللہ تعالیٰ خاکسار اس سے مستغنی ہے۔ لہذا مناظر بدلنے کا سنی نہ
 خود لینا چاہتا ہے نہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کو دینا چاہتا ہے۔ اور بہت دیر تک اس پر گفتگو بھی رہی تھی اور میں
 کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ بالآخر آپ کے انتہائی اصرار اور جناب صاحب کی سفارش کی وجہ
 سے میں نے منظور کر لیا تھا۔ اور اس وقت بعونہ تعالیٰ اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ الغرض چونکہ یہ استحقاق
 تبدیل مناظر کی تجویز آپ کی جانب سے پیش ہوئی تھی لہذا آپ پہلے اپنا مناظر متعین فرمادیں، بندہ بھی عرض کر دے
 گا۔ اس کے جواب میں مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ تجویز کسی کی جانب سے پیش ہوئی ہو لیکن مناظر پہلے آپ
 ہی متعین فرمائیں گے۔ اور بہت دیر تک اسی پر بحث کی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ لیجئے میں آپ کی خاطر اس قدر تعین بھی کرتا ہوں کہ اگر اپنی جماعت کے
 طرف سے آپ خود مناظر ہوتے تو بندہ ہی مناظرہ کرے گا۔ اور اگر جناب نے کسی دوسرے کو کھڑا کیا تو اس کا نام
 معلوم ہونے پر اسی درجہ کا مناظرہ خاکسار بھی پیش کر دے گا۔ اتنی محقول بات پر بھی مولوی رحمہ اللہ صاحب کی وہ
 بے جا طفلانہ ضد اور ہٹ مٹم نہ ہوئی۔ بالآخر شیر نیتان مناظرہ جناب مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے
 اعلان فرمایا کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ! اب جب کہ جناب کا عجز آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو چکا تو بندہ اعلان
 کرتا ہے کہ آپ جس کو بھی اپنی جانب سے بحیثیت وکیل پیش فرمائیں ہم کو منظور ہے اور اپنی طرف سے خاکسار خود
 ہی مناظرہ کرے گا۔

اس گلو خلاصی کی جو مسرت مولوی رحمہ اللہ صاحب کو ہوئی وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ناظرین خود اندازہ
 کر لیں کہ جس ربائی کے لئے شرمناک سے شرمناک تدابیر اختیار کی گئی تھیں اور بد قسمتی سے سب کی سب ناکام رہیں
 اس کے غیر متوقع حصول پر کس درجہ مسرت ہوئی ہوگی۔ اسی غیر معمولی مسرت کی حالت میں فرمایا کہ میں اپنی طرف سے
 مولوی حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی سلمہ کو پیش کرتا ہوں وہ اسی مسئلہ پر انہیں طے شدہ شرائط کے ساتھ
 مناظرہ کریں گے اور ان کا سامنے پر داختہ میرا سامنے پر داختہ سمجھا جائے گا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو اس کی تحریر دے دی جائے۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب
 نے یہ الفاظ لکھ دیئے کہ۔

”وہ میرے وکیل مطلق ہوں گے اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائیگا“
اس تحریر کو لکھنے کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے حاضرین جلسہ کو چھ کوٹھڑیاں بھیجی دیا۔ اور اس کے بعد
فرمایا کہ جناب! میں نے یہ تحریر لکھ بھی دی اور آپ حضرات کو پڑھ کر سنا بھی دی۔ لیکن دواں گانہیں۔ اور نہ ان
الفاظ کے لکھانے کا مجھ سے مولوی صاحب کو حق ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے بوجہ کثیر استحقاق ثابت کیا لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ایک نہ سنی اور
یہی فرماتے رہے کہ ان الفاظ کے لکھانے کا آپ کو حق نہیں ہے۔ جب ان محدث صاحب کی راست بازی کا حق
حاضرین جلسہ پر آشکارا ہو گئی تو مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ تحریر دیں یا نہ دیں لیکن بھلا اللہ آپ ہی
کی زبان سے حاضرین جلسہ کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ مولوی حشمت علی صاحب آپ کے وکیل مطلق ہیں اور ان کا ساختہ
پرداختہ بعینہ آپ کا ساختہ پرداختہ ہو گا۔ پس جن لوگوں کے نزدیک دنیا میں زبان بھی کوئی چیز ہے وہ خود سمجھ
لیں گے کہ مولوی حشمت علی صاحب آپ کے وکیل مطلق ہیں یا نہیں۔ لہذا اب آپ جن الفاظ میں بھی مجھ کو تحریر
دے سکتے ہوں دے دیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے بجائے اس تحریر کے مندرجہ ذیل تحریر دی جو ہمارے پاس دستخطی محفوظ ہے۔

”۷۶۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ ہماری طرف سے

جناب حافظ مولوی حشمت علی صاحب مناظر مقرر کئے جاتے ہیں اُسی مسئلہ اور انہیں شرائط

کی پابندی کریں گے جو مجھ سے طے ہوئے ہیں۔ فقط

رحمہم اللہ غفرلہ : ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ

(دستخط صدر صاحب) ولایت اللہ بقلم خود :

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب جن

مصیبت سے بچنا چاہتے ہیں اسی میں ایسے گرفتار ہوتے ہیں کہ ربانی بھی دشوار ہو جاتی ہے۔ پہلے آپ نے یہ قرار

کیا کہ مولوی حشمت علی صاحب میرے وکیل مطلق ہیں اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائے۔

اس وکالت مطلقہ کے متعلق جناب نے ایک تحریر بھی لکھ دی۔ لیکن ذمہ داری سے بچنے کے لئے اس تحریر کے

دینے سے انکار کر دیا جس سے مجھ کو دو فائدے ہوئے۔ ایک یہ کہ آپ کے اقرار کی وجہ سے ذمہ داری بھی بدستور رہی۔ دوسرے یہ کہ تحریر نہ دینے سے آپ کی راست بازی بھی لوگوں کو معلوم ہو گئی۔ اگر میں اس کی کوشش بھی کرتا تو شاید اس قدر کامیاب نہ ہوتا۔ آپ نے تحریری ذمہ داری سے بچنا چاہا لیکن بمصدق فرقہ من المطر فرقہ تحت المیزاب ایسی تحریر دی جس سے نہ محض اپنی بلکہ ساری رضا خانی جماعت کے ذمہ داری تسلیم کر لی۔ و ذالك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون۔ اس کے بعد کاروائی مناظرہ شروع کی جاتی ہے۔

آغازِ مناظرہ بر مسئلہ علمِ غیب

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنونہ)۔ حسبنا الله ونعم الوكيل

ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم اللهم اناك عضدي

ونصيري بك احوال وبك اصول ومتيما باسمك اقول

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين۔

اما بعد ! چونکہ اس مسئلہ میں مدعی آپ حضرات ہیں لہذا پہلے آپ اپنا دعویٰ متعین فرمادیں تاکہ

حاضرين کے نزدیک محل نزاع متعین ہو جائے۔

مولوی حسرت علی صاحب : (وکیل و نمائندہ فرقہ رضا خانی) ایک طو لانی خطبے کے بعد جس میں

استعانت بغیر اللہ کا عنصر غالب تھا۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب اکرم جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) مہربان من ! ایسے لفظ بولئے کہ عام حاضرین بھی سمجھ لیں۔

آپ کے اس کَانَ اور یَکُون کو وہ نہیں سمجھتے۔ آپ صاف لفظوں میں اپنے عقیدہ کا اظہار کیجئے۔

مولوی حسرت علی صاحب : یا غوث یا شیخ عبدالقادر جیلانی شہیداً للہ۔

مولوی صاحب میں نے تو اپنا عقیدہ صاف صاف بیان کر دیا تھا لیکن آپ کہتے ہیں کہ اور تفصیل کرو اور کرو

تو لیجئے میں آپ کی خواہش پر اُدھے دیتا ہوں۔ سنئے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم

ﷺ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

شیخ اعظم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفریش دنیا سے قیامت تک جو کچھ کہہ چکا یا ہو رہا ہے
یا ہوگا اس سب کا علم تفصیلی محیط عطا فرمایا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) قیامت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے کیا اس کا
علم آپ کے اس دعوے سے خارج ہے ؟

مولوی حشمت علی صاحب : معلومات مابعد القیامت کے متعلق ہمارا یہ دعویٰ یہی ہے وہ
ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ اپنے اس عقیدہ کو لکھ دیجئے۔ مولوی حشمت علی صاحب نے
یہ الفاظ لکھ دیئے۔

” اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتداء آفریش عالم سے قیامت
تک جو کچھ ہوگا جو ہو رہا ہے جو ہوگا سب کا تفصیلی علم محیط عطا فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا علم اقدس اس سے بھی بڑھانا نہ ہے۔“ فقط۔

فقر البو الفتح عبد الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ یہ بھی لکھ دیجئے کہ واقعات مابعد القیامت کا علم ہمارے دعوے
سے خارج ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : نے اسی تحریر پر لکھ دیا۔ ” مگر یہ کہ معلومات مابعد القیامت ہمارے
دعوے میں سکوت عنہا ہیں۔ فقط۔

مولانا محمد منظور صاحب : افسوس آپ نے کہا تو یہ تھا کہ معلومات مابعد القیامت ہمارے دعوے
سے خارج ہیں۔ اور اسی کی میں نے تحریر بھی طلب کی تھی۔ لیکن آپ تحریر میں لکھتے ہیں کہ۔ وہ ہمارے دعوے میں سکوت
عنہا ہیں۔ یعنی ہم اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے چپ رہنا چاہتے ہیں۔ مہربانم ! چپ تو آپ جب رہ سکتے ہیں

جب کوئی آپ کو چپ رہنے دے۔ اگر میرے سوالات کے جواب میں چپ رہنے کا ارادہ تھا تو آپ یہاں نہ رہتے ہی کیوں لائے تھے؟ مناظرے کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر سوال کے جواب میں سکوت کرنا کہاں کا اصول ہے۔ مہربانی فرما کر صاف لکھنے کہ: معلومات مابعد القیامت کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔

مولوی حسرت علی صاحب: نے مجبور ہو کر اسی تحریر کے نیچے یہ بھی لکھ دیا: یعنی وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں؟

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ) ہمارے فاضل مخاطب نے لفظ مسکوت عنہا کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔ اس کی داد تو اہل علم خود ہی دیں گے میں اس کے متعلق کچھ کہنا بے کار سمجھتا ہوں۔ ہاں مولوی صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جناب نے تو اپنا عقیدہ یہ بیان فرمایا ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے قیامت تک کا علم تھا اور واقعات مابعد القیامت کو اپنے عقیدہ سے خارج ہے۔ اور جماعت رضویہ کے امیر ثانی مولوی نعیم الدین صاحب رضا خانی مراد آبادی اپنی کتاب الکلمۃ العلیا میں اپنی جماعت کا عقیدہ یہ تحریر فرما رہے ہیں کہ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش سے داخلہ جنت و دوزخ تک کے تمام علوم جزئی و کلی حاصل ہیں؟

حالانکہ قیام قیامت اور اس داخلہ میں حسب تصریح حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہزار برس کا فاصلہ ہے۔ لہذا مولوی نعیم الدین صاحب کی اس تحریر اور آپ کے بیان کردہ عقیدہ میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ تو جناب سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ ہم آپ کی جماعت کا عقیدہ وہ سمجھیں جو جناب نے بیان کیا ہے یا وہ جو آپ کی جماعت کے رکن رکن مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے لکھا ہے۔ یا پہلے وہی عقیدہ تھا اور اب اہلسنت کی دار و گیر سے اس عقیدہ میں کچھ تبدیلی کر لی گئی ہے۔ جس طرح آریہ سماج ہر سال علماء اسلام کے اعتراضات سے عاجز آکر اپنے مذہب میں کچھ تبدیلی کر لیتے ہیں۔

مولوی حسرت علی صاحب: مولوی صاحب آپ نے میرا مطلب نہیں سمجھا۔ میرا مطلب بھی یہی تھا کہ

ابتداء آفرینش سے دخول جنت اور دوزخ تک کے تمام علوم دے دیے گئے وہ پچاس ہزار برس کا زمانہ قیامت ہی کا تو ہے آپ کو اتنی بھی خبر نہیں۔ مولوی صاحب اتنی بے خبری سے کام لیتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ یہ شخص آپ کی تاویل ہے کیوں کہ جب محاورات میں قیامت تک کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے قیامت کا آنا مراد ہوا کرتا ہے نہ دخول دوزخ میں داخل ہونا۔ لیکن چونکہ ہمارا اور دنیا کے تمام اہل عقل کا یہ اصول ہے کہ اگر مکمل اپنے کلام کا کوئی مطلب بیان کرے اگرچہ وہ ایک گونہ بعید ہی کیوں نہ ہو تو اس کو مان لینا چاہئے۔ اس لئے میں اس کو تسلیم کرتے لیتا ہوں۔ یہ اصول آپ ہی کو مبارک رہے کہ مکمل اپنے کلام کا ایک نہایت واضح اور صاف مطلب بیان کرے اور قسم کھا کر کہے کہ میری یہی مراد ہے لیکن آپ حضرات یہی کہیں گے کہ ہرگز نہیں تیرے کلام کا وہی مطلب ہے جو ہم نے سمجھا ہے اگرچہ اس بے چارے کے کلام سے کوسوں دور ہو۔

بہر حال میں اس کو مانے لیتا ہوں کہ آپ کی مراد وہی ہے جو الْكَلِمَةُ الْعُلْيَا میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا تمام علم تفصیلی محیط عطا فرمایا۔ لیکن یہ اور بتلایا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط کب عطا فرمایا گیا۔ آیا ولادت با سعادت سے پہلے عالم ارواح میں یا ولادت شریفہ سے بعد کو۔ پھر نبوت سے پہلے یا بعد میں۔ اگر بعد میں تو ہجرت سے پہلے یا بعد میں۔ اگر بعد از ہجرت تو کس سنہ میں؟

مولوی حشمت علی صاحب : یہ علم محیط حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتدریج عطا فرمایا گیا۔ اور اس کی تکمیل اس وقت ہوئی جب قرآن عزیز کا نزول ختم ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا ؟

مولوی حشمت علی صاحب : مولوی صاحب ! آپ علم غیب کی بحث کرتے ہیں یا نزول قرآن کی ؟ اسے صاحب ! یہ تو کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے۔ جب آپ کے نزدیک ختم ہوا ہے اسی وقت ہمارے نزدیک بھی ختم ہوا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : میرے محترم یہاں ان باتوں سے کام چلنا دشوار ہے یہ علمی میدان ہے

اگر جناب کو معلوم نہیں اور یقیناً معلوم نہیں تو صاف لفظوں میں لاعلمی کا اقرار کیجئے پھر میں بتلاؤں گا کہ قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا۔ اور اگر معلوم ہے تو اظہار فرمائیے۔ ہاں آپ کا یہ جملہ کہ علم غیب کی بحث کرتے ہو یا نزول قرآن کی بہت ہی معنی خیز ہے۔ آپ کے نزدیک اس بحث کا علم غیب سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ بہت غیب۔

مولوی حشمت علی صاحب : مولوی صاحب میں کہہ چکا ہوں کہ وہ الغائی مسئلہ ہے اس میں جو مذہب آپ کا ہے وہی ہمارا بھی ہے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں اگر میں بتاؤں گا تو بہت ممکن ہے۔ آپ اس کو رد مانیں لہذا جو تاریخ ختم نزول قرآن کی آپ بتائیں وہی ہمیں بھی تسلیم ہے۔ مولوی صاحب ! میں نے آپ کی بہت تعریفیں سنی ہیں اور اسی وجہ سے مجھے آپ کے ساتھ بہت زیادہ حسن ظن ہے آپ ان بے کار باتوں سے اس حسن ظن کو ختم مت کیجئے اور علم غیب کی بحث شروع کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربانم میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ علمی میدان ہے دو چار رسالے دیجئے کہ اس میدان میں قدم رکھنا بجز ندامت کے اور کوئی فائدہ نہیں بخشتا۔ دو مرتبہ میں سوال کر چکا ہوں اور محمد شہ قرآن عزیز سے آپ کی اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی ناواقفی آفتاب نیروز کی طرح روشن ہو چکی ہے۔ اب پھر تیسری مرتبہ وہی سوال کرتا ہوں اگر اب بھی جناب نے جواب نہ دیا تو انشاء اللہ آپ کی اور آپ کے موکلہ ساری رضا خانی جماعت بالخصوص مولوی رحمہ اللہ صاحب کی لاعلمی پر ایسی رجسٹری ہوگی جس کو دنیا دیکھے گی۔ اگر آپ اس کے لئے کچھ مہلت طلب کریں وہ بھی دی جاسکتی ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے بہت دیر عرق ریزی کے بعد کسی رسالہ سے ایک عبارت نکال کر دی۔ مولوی حشمت علی صاحب بڑی مسرت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ لیجئے مولوی صاحب آپ کتے تھے کہ حشمت علی کو ختم نزول قرآن کی تاریخ معلوم نہیں اب حشمت علی ہی آپ کو بتائے دیتا ہے۔ سنئے۔ روئے ابن جریر اللہ

لے اس روایت کے پیش کرنے سے چونکہ مولوی حشمت علی اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی جہالت اور حماقت ثابت ہوتی ہے اس لئے رضا خانی رویداد کے اخیر صفحات میں اس روایت کا صاف انکار کیا گیا ہے۔ اور اس کو ہمارا جھوٹ بتلایا گیا ہے لیکن ہم کو امید ہے کہ سنبھل کا تعلیم یافتہ طبقہ آج تک اس بحث کو نہ بھولا ہوگا اور وہ ہماری صداقت کی شہادت دے گا ۱۷

اس روایت کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک برابر وحی نازل ہوتی تھی اور سب سے زیادہ وحی اس روز نازل ہوئی جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہوئی ہے۔ اس روایت کے پڑھنے کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے غیر معمولی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ قرآن شریف کا نزول کب ختم ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ اس بے کار بحث میں جو چڑوں لیکن آپ نے یہ سمجھا کہ حسنت علی کو معلوم ہی نہیں ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کے متعلق تو میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ آپ اپنی قابلیت سے مجبور ہیں۔ ہاں مولوی رحمہ اللہ صاحب پر حیرت ہے کہ وہ باوجود صدائے مدح کے وحی اور قرآن عزیز کا فرق بھی نہیں سمجھتے۔ کیا آپ کی جماعت کے محدث ایسے ہی ہوتے ہیں ؟ میرے نزدیک ایسی نفس غلطی اصول نشانی پڑھنے والا بھی نہیں کرے گا۔ مولوی صاحب ! اگر آپ کو یہ فرق معلوم نہیں تھا تو کسی پڑھے لکھے سے دریافت کر لیا جوتا ہے

تعلم اذا كنت لست بعالم فما العلم الا عند اهل التعلم
تعلم فان العلم اذین للفتی من الحلة الحسناء عند التكلم

ترجمہ ! علم حاصل کرو جب کہ تم عالم نہ ہو کیوں کہ علم پڑھنے والوں ہی کے پاس ہوتا ہے۔ اور علم حاصل کرو کیوں کہ بات کرتے وقت علم عمدہ لباس سے زیادہ زینت کی چیز ہے۔

مہربان من ! وحی عام ہے اور قرآن خاص۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں جو مضمون بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے خواہ وہ بذریعہ الہام اور کشف کے ہو یا بواسطہ جبریل علیہ السلام کے، اصطلاح شریعت میں وہ سب وحی ہے اور قرآن عزیز اس کا ایک خاص حصہ ہے جس کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔ پس جو روایت آپ نے پڑھی ہے اس سے تو محض یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک وحی ہوتی۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس روز تک قرآن عزیز نازل ہوا۔ بلکہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند روز پیشتر قرآن شریف کا نزول ختم ہو چکا تھا۔ افسوس کہ آدھ گھنٹہ کی عرق ریزی کے بعد جو کچھ نکالا گیا تھا وہ بھی غلط ثابت ہو گیا۔ اس وقت ہمارے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب دل

میں تو ضرور کہتے ہوں گے کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے کس بلا میں مجھ کو بھنسا دیا ۔
اس کشمکشِ دام سے کیسا کام نقصان مجھے
اے الفتِ حبیمن ترا خاندِ خراب ہو

اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اسی رسالہ میں سے ایک دوسری روایت نکال کر دی۔ مولوی
حشمت علی صاحب نے اس کو پڑھ کر سنا دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ۔

امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ سب سے آخری کونسی آیت
نازل ہوئی اور اکثر اس طرف ہیں کہ آخری آیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے۔
اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا اسی روزِ اُحیات رہے ۔

مولوی حشمت علی صاحب نے اس روایت کے پڑھنے کے بعد بہت جھنجھلا کے فرمایا کہ۔ کیا اس کو بھی آپ
نہیں مانتے گا۔ اس سے تو صاف معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کیا اسی روز پہلے قرآنِ عزیز
کا نزول ختم ہو گیا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : میرے محترم میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ علمی میدان ہے کسی کے
رسالوں پر اعتماد کر کے اس میں قدم رکھنا ذلت اور رسوائی ہی کا باعث ہوتا ہے۔ اس آیت کو یہ کہیں لوگوں نے
آخری آیت کہا ہے ان کا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ احکام کی آیات کے اعتبار سے یہ آخری آیت ہے یعنی
اس کے بعد کوئی آیت حلال و حرام کے بارے میں نہیں نازل ہوئی۔ اور دوسری قسم کی آیتیں اس کے بعد بھی نازل
ہوئی ہیں۔ جیسا کہ کتب حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اس روایت نے یہ بھی بتا دیا کہ یہ مسئلہ اختلافی
ہے جس کے متعلق پہلے آپ نے بار بار یہی کہہ کر ٹالنا چاہا کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں متفق علیہ ہے۔ افسوس کہ آپ رسالے
بھی پہلے دیکھ کر نہیں آتے یہیں آکر دیکھتے ہیں۔

بہر حال بفضلہ تعالیٰ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ آپ حضرات کو قرآن شریف سے کتنا تعلق ہے۔
اتنوں میں کسی کو بھی خبر نہیں کہ قرآن شریف کا نزول کب ختم ہوا۔ اسی علم و قابلیت پر اہل حق سے مناظرہ کرنے
کی جرأت ہے ۔

بہت کریں آرزو خدا کی شان تیری بیا کی

خیر تنزل کے درجہ میں میں آپ کی اسی پیش کردہ روایت کو ماننے لیتا ہوں۔ اس بنا پر آپ کا عقیدہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے اکیاسی روز قبل عطا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ان آخری اکیاسی روز کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری عمر شریف میں میرا اور آپ کا کوئی نزاع نہیں۔ کیوں کہ اس میں میرے اور آپ کے کسی کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط حاصل نہیں تھا۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے علوم غیبیہ عطا فرمائے تھے جتنے کہ نہ کسی نبی کو دیئے گئے۔ نہ کسی ولی کو۔ نہ کسی فرشتہ کو۔ پس اب مولوی صاحب کو چاہئے کہ وہ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر شریف کے آخری اکیاسی روز میں یہ علم محیط عطا فرما دیا گیا۔ کیوں کہ ان کا دعویٰ محض انہیں آخری اکیاسی روز کے متعلق ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے ابھی یہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اتنے علوم غیبیہ عطا فرمائے کہ جتنے نہ کسی ولی کو دیئے گئے نہ کسی نبی کو۔ نہ فرشتے کو۔ آپ پہلے اس کی تحریر دے دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے اسی مضمون کی تحریر دے دی۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے ابھی اقرار کیا تھا کہ میرے اور علماء دیوبند کے اصول ایک ہیں۔ اور آپ کے علماء دیوبند میں سے مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ۔
”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔“

دیکھئے اس میں صاف اقرار ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت کسی نص سے ثابت نہیں۔ مولوی صاحب آپ اپنا عقیدہ چھپاتے ہیں

آپ کا اور آپ کے بڑوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان ملعون کا علم بھی زیادہ ہے اور آپ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ حضور کے برابر کسی دلی، کسی نبی، کسی فرشتے کو بھی علم غیب نہیں تھا مولوی صاحب آپ کو شرم کنی چاہتے۔ بتاتے کہ خلیل احمد انبیٹھی اور رشید احمد صاحب گنگوہی نے حضور کے علم کو شیطان مردود کے علم سے کم بتایا یا نہیں؟ اس سے حضور کی توہین ہوئی یا نہیں؟ وہ آپ کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں؟ آپ ان سوالوں کا جواب ٹھیک دے دیں گے تو ہم علم غیب کا مسئلہ آپ کو ڈومنت میں سمجھا دیں گے۔ پہلے آپ اپنی اور اپنے بڑوں کا مسلمان ہونا تو ثابت کر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اب معلوم ہوا کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے کون سی غیبی دیکھ کر آپ کو مناظرہ میں کھڑا کیا ہے۔ لیکن میرے محترم آپ کا یہ اختیار کردہ راستہ آپ کی مشکل کو حل نہیں کر سکتا۔
 ترسم زسی بکجب لے اعرابی
 کیں رہ کہ تو میسوی برکت نست

مہربانم شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ تین روز تک مناظرہ محض مسئلہ علم غیب پر ہو گا اور اس میں سائل میں رہوں گا۔ آج بحث محض مسئلہ علم غیب کی ہے۔ اس کی نہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مسلمان ہیں یا نہیں۔ اگر اس پر بھی مناظرہ کرنا ہو تو بندہ حاضر ہے لیکن تین دن کے بعد جب مسئلہ علم غیب پر کافی روشنی پڑ جائے۔ اور آپ حضرات کا سنی حنفی ہونا لوگوں کو معلوم ہو جائے اور اگر ابھی شوق ہے تو مجھ کو یہ تحریر دے دیجئے کہ ہم مسئلہ علم غیب پر مناظرہ کرنے سے عاجز ہیں لہذا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ کے اسلام پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ بندہ اسی وقت ان کا اسلام ثابت کر کے دکھا دے گا۔ یہ بھی بتاتے دیتا ہوں کہ آپ کے لئے اسی آخری صورت میں سہولت ہے کیوں کہ مسئلہ علم غیب پر اہلسنت سے بحث کرنا تو ہے کے چنے چیلنے ہیں۔ اگر آپ کی ساری جماعت مل کر قیامت تک زور لگائے تو مکرملی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل اس علم غیب پر نہیں پیش کر سکتی۔

بہر حال اب آپ کے لئے دو راستہ ہیں ایک یہ کہ اگر ہمت ہو تو اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش کیجئے جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط دفات شریف سے محض اکیا نشی روز قبل دے دیا گیا۔ لیکن میں

پیشین گوئی کر چکا ہوں کہ آپ قیامت تک کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ آپ اپنے عجز کا اقرار کرین پھر میں انشاء اللہ اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام بھی ثابت کر کے دکھا دوں گا۔ فرمائیے کیا رائے ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب : سنی بھائیو! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب رشید احمد و خلیل احمد صاحبان کو کافر کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ پہلے علم غیب کی بحث کرو۔ اسے صاحب! میں کہہ چکا ہوں کہ پہلے آپ اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام تو ثابت کر دیکھئے پھر علم غیب کا سمجھا دینا ہمارا کام ہے جس ڈونٹ میں سمجھا دیں گے۔ دیکھئے پھر سن لیجئے کہ آپ کے خلیل احمد صاحب اپنی براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۱ پر یہ لکھ رہے ہیں کہ ”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص

قطع ہے“

میرا سوال یہ ہے کہ گنگوہی و انبیٹھی صاحبان نے حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتایا یا نہیں اس میں حضور کی توہین ہوئی یا نہیں؟ توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں۔ اور لیجئے آپ کے مولوی تھانوی صاحب اپنی حفظ الایمان میں لکھتے ہیں کہ۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زیر صریح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے“

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے حضور کے علم اقدس کو جانور و انسانوں کے برابر بتایا یا نہیں۔ یہ حضور کی توہین ہے یا نہیں؟ تھانوی صاحب آپ کے نزدیک کافر ہوئے یا نہیں؟ آپ پہلے ان چھ سوالات کا ہرہ کا جواب دیجئے اس کے بعد ہم سے دلیل لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) حاضرین! ہمارے فاضل مخاطب کی دیدہ دلیری اور حیاداری کو ملاحظہ فرمائیں۔ باوجودیکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ گفتگو محض مسئلہ علم غیب پر ہوگی۔ اور سوال کا حق پس مجھ کو ہو گا لیکن ہمارے مخاطب صاحب ہر مرتبہ خلط مبحث کرنے کے لئے خارج از بحث باتوں میں سارا

وقت صرف فرمادیتے ہیں۔

مہربانم ! شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ مباحثہ درؤ میں (جس کا یہ مباحثہ تہمت ہے) میں اپنے بڑوں کا اہم
آپ کے سلسلہ مکرم جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے مقابلہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ وہاں مولانا اشرف علی صاحب
مذللہ وغیرہ کی انہی عبارات پر دو روز متواتر گفتگو رہی تھی۔ آپ مولوی رحمہ اللہ صاحب سے کہتے کہ انہوں نے محض
مسئلہ علم غیب پر مباحثہ طے کر کے کیوں آپ کو مصیبت میں دے دیا۔ اس وقت آپ کا یہ ادھر ادھر ہاتھ پیر
پھینکنے لگے۔ اور اگر انہی عبارات پر بحث کرنی تھی تو آپ نے پہلے میرے تنقیحی سوالات کا جواب کیوں دیا
لیکن آپ کو کیا خبر تھی کہ دعوے کی تفتیح کے بعد ایسی مصیبت کہہ رہی قائم ہو جائے گی۔

اس کے بعد میں حاضرین کی طمانیت کے لئے یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ جو عبارات مولوی صاحب نے
براین قاطعہ اور حفظ الایمان کی پڑھ کر سنائی ہیں ان میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے۔ براین قاطعہ
کی اس عبارت سے پہلے اور بعد میں جو عبارت ہے اگر مولوی حسنت علی صاحب اس کو بھی پڑھ دیتے تو شاید مجھ کو
جواب دینے کی بھی حاجت نہ ہوتی۔ حاضرین خود اس سے براین کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیتے اور ان کو معلوم ہو
جاتا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علم فاتی کی نفی فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا آپ حضرات کے نزدیک بھی شرک
محض ہے۔ پھر مولوی صاحب نے تو نہیں پڑھی لائے میں پڑھ کر سنائے دیتا ہوں۔ سنئے۔

براین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر یہ ہے۔

”تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم صلعم کو اور سب مخلوق کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے
عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ زیادہ کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے۔ سب کتب
شرعیہ سے یہی مستفاد ہے۔“

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ صاحب براین اس علم کے ثابت کرنے کو شرک بتا رہے ہیں جو علاوہ عطا
خداوندی کے کسی مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے نہ اس کو جو بعطاء اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسری
مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے۔ پھر اسی بحث میں کچھ دو رجل کر فرماتے ہیں۔

”عقیدہ اہلسنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات

کا نظر کسی کو عطا فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں۔۔۔ پھر جس کو جس قدر علم عطا فرمایا ہے اس سے زیادہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا۔ شیطان اور ملک الموت کو جس قدر وسعت دی۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ۔

علم مکاشفہ جس قدر حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو جو علم افضلیت کے ملا تو وہ حضرت خضر مفضل کے برابر بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے۔

یعنی یہ خیال غلط ہے کہ کوئی افضل اپنی افضلیت کی وجہ سے بغیر عطائے خداوندی کوئی صفت کمال مفضل

سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے بلکہ جس کو جو کچھ علم وغیرہ ملے گا وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ملے گا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اس مضمون کو مکمل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر (یعنی یہ دیکھ کر کہ ان کو بعض مواقع زمین کا علم بعطاء الہی حاصل ہے) محیط زمین کا علم (یعنی ذاتی) فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا (یعنی اس الحکم سے کہ جب آنحضرت صلعم شیطان و ملک الموت سے افضل ہیں تو آپ بوجہ اپنی اس فضیلت کے اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کر لیں گے) شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے ثابت ہونی فخر عالم کی وسعت علم کی (یعنی علم ذاتی کی) کیوں کہ قیاس فاسد اور محض الحکم سے تو وہی ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور حضرت مولانا اسی کی بحث فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہو جائے گا کہ کون نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت مرحوم اسی وسعت کی نفی فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا

ملہ اس لئے کہ مولانا مرحوم آئندہ سطر میں اس کو شرک بتا رہے ہیں اور شرک ان کے نزدیک وہی ہے جو عطائی کے علاوہ مانا جائے۔

جیسا کہ پہلے مضمون سے معلوم ہوتا ہے اور آئندہ معلوم ہو جائے گا۔

شرک ہے اور یہ حضرت مولانا کی سب سے پہلی سطر نے بتلا دیا تھا کہ شرک اسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطا پر خداوندی کے علاوہ ثابت کیا جائے۔ الغرض اس عبارت سے پہلی عبارت اور اس کے متصل ہی اس سے بعد کی عبارت صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ صاحب براہین اُسی وسعت علمی کی نفی فرما رہے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذاتی طور پر بغیر عطا پر خداوندی مانی جائے اور اسی کو شرک قرار دے رہے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ چند ہی سطر بعد مولانا مرحوم نے صراحتاً یہ بھی لکھ دیا کہ یہ بحث علم ذاتی میں ہے نہ عطائی میں۔ پھر بھی کہا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم کو شیطان سے گھٹا دیا۔ یہ ہے ان حضرات کی دیانت۔ چنانچہ چند ہی جملوں کے بعد مولانا رحمتی فرماتے ہیں: "اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ جہلاء کا عقیدہ ہے۔ الغرض اس عبارت میں مولانا وسعت علم ذاتی کی نفی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ذاتی کی نفی کرنا ہرگز حضورؐ کی توہین نہیں۔ قرآن عزیز نے بہت سی جگہ علم ذاتی کی نفی کی ہے۔ بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت تو خالص الاعتقاد میں یہ لکھتے ہیں کہ۔ قرآن عزیز میں جتنی جگہ بھی حضور سرور عالم سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہاں علم ذاتی ہی مراد ہے۔ تو کیا معاذ اللہ قرآن عزیز نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اور لقل کفر کفر نہ باشد تو کیا آپ معاذ اللہ، اللہ تبارک و تعالیٰ پر کفر کا فتوے دیں گے۔ بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت تو اسی "خالص الاعتقاد" میں یہ لکھ رہے ہیں کہ حضور اقدسؐ کے لئے ذرہ بھر کا علم ذاتی ثابت کرنا بھی شرک ہے تو پھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ہی نے کوئی سا بھس ملا دیا۔ لیکن بات یہ ہے کہ حج

گل است سعدی و در چشم دشمنان خارا ست

علیٰ ذہا ہمارے مخاطب صاحب نے حفظ الایمان کی بھی جو عبارت پڑھی ہے اس سے ماقبل و مابعد کی عبارت

لے حفظ الایمان کی عبارت کی مکمل بحث صاعدۃ آسمانی حصہ اول میں ملاحظہ ہو جس میں تقریباً تیس صفحات پر یہی بحث اور رضا خانیوں

کی سعدی ہرزہ بافیوں کا نہایت مکمل و مفصل جواب ہے ۱۷

لے براہین قاطعہ کی عبارت کے متعلق جو اضافہ رضا خانی روٹا دیا میں بعد میں کیا گیا ہے اس کا جواب غور کرنے والے کو حضرت مولانا محمد منظور

صاحب کی اسی تقریر سے مل سکتا ہے اور مزید تفصیل حضرت مولانا مظاہر کی بے نظیر کتاب "مسیح یسائی" میں دیکھی جائے جس کے بعد کسی

اگر دیکھی جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مولانا کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زید و عمرو وغیرہ کے برابر ہے اور نہ کوئی مسلمان بلکہ انسان ایسی بے ہودہ بات کہہ سکتا ہے۔ مولانا کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کے اس بے ہودہ اصول پر کہ جس کو غیب کی بعض باتوں کا بھی علم ہو اس کو عالم الغیب کہا جاتا ہے۔ لائف آتا ہے کہ زید و عمرو جتنی کہ جانوروں اور پالگوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ان چیزوں کو بھی ضرور ہوتا ہے مثلاً کم از کم اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہوگا اور وہ بھی غیب کا ایک فرد ہے۔ ذرا التفصیل کے کام لیجئے۔ مولانا نے حضور اقدس کے علم شریف کو ان چیزوں کے برابر بتلایا یا آپ کو برابری سے بچانے کی کوشش کی؟ حفظ الایمان کی جو عبارت ہمارے مخاطب نے پڑھی ہے اس کے بعد یہ عبارت موجود ہے کہ۔

” جس قدر علوم لازمہ نبوت تھے وہ ہماہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے “

کیا جس شخص کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل ہوں وہ آپ کے علم شریف کو ان حقیر چیزوں کے برابر بتلا سکتا ہے ذرا کچھ تو عقل سے کام لیجئے۔

الغرض مسلمان مطمئن رہیں کہ کچھ اللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا ہرگز وہ عقیدہ نہیں جو ہمارے مخاطب صاحب نے بیان کیا اور نہ کسی مسلمان کا ہو سکتا ہے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے ملعون ہے۔ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے بھی ” بسط النبان “ میں اس کو خارج از اسلام لکھا ہے۔ اور اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ

” بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ سے میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع

الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے “

بعد از خمد و بزرگ توئی قصہ مخضر

اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ” بھی براہین قاطعہ کی ابتداء ہی میں تحریر فرما رہے ہیں کہ۔

” پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا “

لیکن ہمارے مخاطب صاحب اور ساری رضا خانی جماعت کی بالکل وہ مثال ہے کہ کسی نے سادہ میں
 انھیں بنوائیں تھیں تو اس کو ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ اسی طرح اللہ کی عنایت سے ان حضرات کو کچھ کبریات
 سے اس قدر محبت ہے کہ جس عبارت کو بھی دیکھتے ہیں کفر ہی کفر نظر آتا ہے کسی نے اپنے محبوب کے بارے میں کہا ہے
 جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

غیر یہ تو حاضرین کو غلطی سے بچانے کے لئے عرض کر دیا گیا۔ آپ سے پھر وہی گزارش ہے کہ اس حیلہ بازی
 کو چھوڑ کر مسئلہ علم غیب پر کوئی دلیل پیش کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے یا اپنے عجز کی تحریر دے دیکھتے ہیں
 چھ نہیں چھ سو سوال کیجئے انشاء اللہ العزیز سب کا جواب دیا جائے گا۔

مولوی حسرت علی صاحب : بھائیو! آپ نے سنا مولوی صاحب نے براہین قاطعہ کی عبارت کا جواب
 یہ دیا ہے کہ صاحب اس میں وسعت علم ذاتی کی نفی ہے۔ اچھا صاحب اگر ذاتی کی نفی ہے تو کیا مولوی خلیل احمد صاحب
 شیطان کے لئے علم ذاتی مانتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ ارے شیطان کے لئے علم ذاتی ثابت کرنا شرک نہ ہو اور پیارے مصطفیٰ
 کے لئے اگر ثابت کیا جائے تو شرک ہو جائے۔ یہ ہے دیوبندی دھرم۔ دیکھا تم نے مسلمانو! ہمارے مولوی صاحب
 کہتے ہیں کہ تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں یہ بھی تو لکھا ہے کہ۔

”جس قدر علوم لازمہ نبوت تھے وہ تمام انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل تھے“

اچھا تو میں پوچھتا ہوں کہ جب تھانوی صاحب کے دھرم میں جانوروں کو بھی حضور کے برابر علم ہے اور

لے حضرت مولانا مرحوم کے نزدیک تو کسی مخلوق کو بھی علم ذاتی حاصل نہیں بلکہ اس کا ثابت کرنے والا مشرک ہے جیسا کہ وہ خدا

مذا کے صفحہ سطر میں مذکور ہوا۔ ہاں البتہ کسی بدعتی مشرک بندہ شیطان کا یہ عقیدہ ہو تو عجیب نہیں۔ مولانا مرحوم کا مطلب تو یہ ہے کہ ساری
 زمین کا علم محیط جو کہ کمالات نبوت کے سامنے بالکل بیچ ہے محض اس قیاس سے حضور اقدس کے لئے ثابت نہ کرنا چاہئے کہ حبیب ملک الموت
 وغیرہ کو بعض زمین کا علم بظاہر خداوندی حاصل ہے تو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اپنی افضلیت کے اپنے اندر خود ہی اس سے زیادہ

یعنی ساری زمین کا علم محیط اور خود بغیر عطا ہوا خداوندی پیدا کر لیں گے۔ مزید تفصیل اس کتاب المدد اور سیف یمانی میں ملاحظہ ہو ۱۳

لے حضرت مولانا دام محمد ہم کا عقیدہ تو ابھی ”بسط البتان“ سے نقل ہو چکا کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)